

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ رَافِعًا مَدِينًا وَنَذِيرًا مُبِينًا
مَنْ رَعِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي : الْحَدِيثُ الرَّابِعُ

پہرے غم سنت

مولانا سید فردوس شاہ صاحب قصبہ
حضرت سید فردوس شاہ صاحب قصبہ

مکتبہ سائنس لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

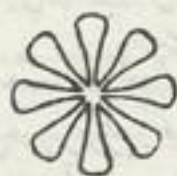
إِنَّ الصَّلَاةَ وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کسیکھ خاک ورش نیست خاک بر سر او

چرخ غنڈت

مؤلفہ

حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب



ناشر

قیمت - ۳۹ روپے

مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ہفت روزہ خدام الدین
۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب دنیا کے علم و عرفان کے عظیم فرزند ہیں آپ نے نصف صدی سے زائد کا وقت قصور جیسے شہر میں توحید و سنت کی مشعل جلائی اور اپنے بڑے بچے اور نقابت کے باوجود اب بھی مصروف عمل ہیں۔ آپ کی تدریسی تصنیفی خدمات ہزاروں کم کردہ راہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار بن گئے۔

زیر تبصرہ کتاب پہل مرتبہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی اور شائع ہوتے ہی توقعات کا مرکز بن گئی۔ چند در چند خوبات کی بنا پر اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود کتاب دوبارہ نہ چھپ سکی تبا آئنگہ اب کچھ عرصہ پیشتر مصنفہ 'علامہ کے فیض یافتہ اور شاعت توحید و سنت سے وابستہ لگاؤ رکھنے والے ایک صاحب دل عالم دین نے اپنی تمام تر کس مہر کی باوجود دین اسلام کی اشاعت کے جذبہ سے از سر نو چھپوایا جس میں حضرت مصنف کا مفصل دیباچہ طبع دوم شامل ہے جس سے کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق مکمل داستان اور جوابی کاروائیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس مجموعہ پر اب تک جو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں اس کتاب کو چند وجوہات کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اہل حق کا مکمل دفاع کیا گیا ہے۔ ہم اہل دل مسلمانوں سے خاص طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش از پیش دلچسپی لے کر تبلیغی فریضہ سے سبکدوش ہوں گے۔

قیمت :-

اظہار تشکر

ہم حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ کے نہایت ممنون اور متشکر ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی جملہ تصنیفات و تالیفات کی اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاء اللہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرة۔

خدام علماء ربانی وحقانی

محمد حنیف یزدانی
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ شوال ۱۴۰۱ھ
۲۲ مئی ۱۹۸۰ء
بروز اتوار

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ
کی دیگر تصانیف

التحیات للہ _____ قیمت ۱۸/- روپے
کلمہ طیبہ مع نفسہ نماز _____ ۷/۵۰
اعلان بالصلوۃ والسلام _____ ۱۵/-
قبل اذان _____
الصلوۃ والسلام _____ زیر طبع

لاہور ۱۵
مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن

تبصرے

ہفت روزہ "الاختصاص" لاہور
۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

بریلویت نے شرک و بدعت کا جو سلسلہ برصغیر ہندوپاک میں جاری کر رکھا ہے اس کی اصلاح کے لئے علماء حق نے قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں اپنا پورا ذور صرف کیا ہے مگر افسوس کہ اس طائفہ نفس پرستان نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں اور آنکھوں پر پٹیوں باندھ لی ہیں اور بیٹے کر لیا ہے کہ وہ ہندو یا عیسائی کی ہمنوائی تو کر سکتے ہیں مگر اہل حدیث عالم یا مکتبہ دیوبند کے کسی فاضل کی بات نہیں سنیں گے۔ تصوف کی آڑ میں قرآن و سنت کے واضح احکام و مسائل اور افکار و عقائد کو انہوں نے اتنا بدعت کر دیا ہے کہ عام آدمی ان کی اصل صورت پہچاننے سے قاصر رہ گیا ہے۔ شہر قصور کے کسی مولوی نے "نذر اولیاء" نامی کتاب لکھی جس میں بدعات کا طومار باندھ دیا یا شہر کی فاضل شخصیت مولانا سید فردوس شاہ صاحب کی حمیت ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے اس کی تردید میں "چراغ سنت" کے نام سے کتاب شائع فرمائی۔ یہ کتاب اب سے کوئی پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اب مکتبہ ندیریہ نے شاہ صاحب کی اجازت سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس اشاعت میں اب نذر اولیاء کے علاوہ دیگر جملہ بدعات کے رد میں بھی شاہ صاحب نے فکر انگیز مواد جمع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں جو انداز استدلال اختیار کیا ہے وہ منفرد ہے یعنی کتاب و سنت سے تو اہل بدعت کی تشفی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بزرگان کرام کی باتوں کو زیادہ وزنی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے مولف نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت دہلویؒ، حضرت عبدالحقؒ، حضرت دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی

کے اقوال و افکار کے حوالے سے تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔ ان میں علم غیب، ایصال ثواب، استمداد و توسل، سماع موتی اور دیگر اہم مسائل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جناب احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل شہید اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے اتہامات کا جواب نہایت واضح دلائل سے دیا ہے جن کو پڑھ کر حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

شاہ صاحب کے قلم سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کلمہ طیبہ، مع فلسفہ نماز، کاخیر یا بدعت، الصلوٰۃ والسلام اور درود شریف کے مسائل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شاہ صاحب نے توحید و سنت کا چراغ قصور شہر میں جلا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے شرک و بدعت کے اندھیروں کو دور فرمائے۔
ہو ابے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو بخشے ہیں حق نے اندازِ خسروانہ

مکتبہ ندیریہ اس کتاب کی اشاعت پر مبارک یاد کا مستحق ہے کہ اس نے وقت کے پختہ چنگھاڑتے مسائل پر یہ کتاب شائع کر کے بریلویت کے قلعے میں دراڑیں پیدا کر دی ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی مکتبے نے نہایت اہم اور گرانقدر کتابیں شائع کی ہیں جن میں قاضی محمد سلیمانؒ منصور پوریؒ کی اصحاب بدر اور شرح اسماء الحسنیٰ حضرت شیخ الکل میاں ندیر حسینؒ کی معیار الحق حضرت امام ابن تیمیہؒ کی تفسیر سورۃ اخلاص اور اصحاب صفہ مولانا امام خان نوشہرویؒ کی مکالمات نبویؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مکتبہ ندیریہ کے پروفیسر مولانا محمد حنیف یزدانیؒ خود بھی ایک عالم اور اہل قلم ہیں۔ ان کی اپنی تالیفات میں سے مرشد جیلانیؒ کے ارشادات حقانیؒ مرزاتے قادیان اور علمائے اہلحدیث، محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں، اور دیگر بہت سی کتب اس مکتبے نے شائع کی ہیں۔ ترویج و تبلیغ توحید و سنت میں اس مکتبے کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا یزدانیؒ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

نہایت قابل ذکر کتاب اہل توحید و سنت کے لیے نہایت کارآمد ہے ہمارے

واعظ و مبلغین اس سے ہر قسم کے حوالے سے کام لے سکتے ہیں اور اُنھیں ہونے والے مسائل کو سلجھانے کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور

نومبر ۱۹۸۰ء

اہل اسلام کے مختلف گروہوں کے آپس میں مختلف امور پر اختلافات سے سب حضرات آشنا ہیں۔ مختلف علماء نے اپنے اپنے طور پر ایسی کتب لکھی ہیں جن میں اس اختلاف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جس کے مصنف مولانا فردوس علی شاہ صاحب ایک نامور عالم دین ہیں۔ یہ کتاب آج سے کچھ عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی اور نایاب تھی لیکن اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اس کتاب میں فاضل مصنف نے اختلاف کے خاتمے کے لیے ایک مستحسن کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی بحث میں اور غلط عقائد کے رد کے لیے ایسے بزرگان دین اور اولیائے کرام کی تعلیمات سے حوالہ جات دیے ہیں جو جملہ عوام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالب علمان دین اور علماء کرام کو اس کتاب کے مطالعہ سے فوائد حاصل ہوں گے اور اس سلسلہ میں ہونے والے کئی مباحث سے تفصیلی واقفیت حاصل ہوگی۔

تالیفات مولانا محمد حنیف یزدانی

ناظم مکتبہ نذیریہ چناب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

زیارت قبور کا شرعی طریقہ

روزنامہ 'نوائے وقت' ۲۸ مارچ ۱۹۸۰ء ہفت روزہ چٹان ۲۶۔ اپریل ۱۹۸۰ء اس کتاب مستطاب پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ آج کل زیارت قبور کے سلسلہ میں جس طرح شرک و بدعت عام لوگوں میں رائج پائے گئے ہیں ان کے لئے بالخصوص اور اپنے عقیدہ کو مزید پختہ کرنے والوں کے لئے بالعموم اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ زیارت قبور کے متعلقہ جملہ مسائل، قبر کا طواف، مسح، بوسہ، سجدہ،

اس سے چٹنا، لپٹنا، قبر پر گنبد، عمارت قبہ

مجاور کا بیٹھنا، چادر چٹھانا، نذر و نیاز، قبر کی زیارت کے

لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا، 'عرس' میلہ، اجتماع،

قبر پر جانا، بالخصوص حضور و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۷ | عرض مولف | ۱ |
| ۹ | دیباچہ طبع دوم بریلویوں کی تکفیری سرگرمیاں | ۲ |
| | باب اول | |
| ۱۶ | بریلویوں کے عقاید | ۳ |
| ۲۳ | توحید و شرک کی تعریف | ۴ |
| ۲۳ | تنقیح مسئلہ | ۵ |
| ۲۵ | مجاز کی بحث | ۶ |
| ۲۷ | کمالات انبیاء | ۷ |
| ۵۲ | بریلوی عقاید کا تجزیہ | ۸ |
| ۶۱ | محبت کا صحیح مفہوم | ۹ |
| ۶۲ | دینے والا کون ہے، مانگنا کس سے چاہیئے؟ | ۱۰ |
| ۶۵ | رسالہ "نذر اولیاء" کی حقیقت | ۱۱ |
| ۶۸ | نذر کا بیان | ۱۲ |
| ۶۹ | نذر کا فائدہ | ۱۳ |
| ۸۱ | غیر اللہ کی نذر کے حرام ہونے پر اجماع امت | ۱۴ |
| ۸۹ | ایصالِ ثواب کا ایک ضروری اصول | ۱۵ |

کی قبر شریف پر عارضی کے آداب و مسائل صاحبِ قبر کی روح کے لئے ایصالِ ثواب، دعا و مغفرت اور اس کے ضمن میں

موجودہ بدعات

تیمجہ، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ برسی

وغیرہم کلمہ کے متعلق مفصل و مدلل معلومات قرآن و حدیث و اقوال بزرگانِ دین باخصوص ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام غزالی، حضرت امام الادلیہ شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، مرہندی، حضرت امام ملا علی قاری، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت شاہ محمد اسلمی محدث دہلوی اور بریلوی حضرات کے مولانا احمد رضا خاں، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مفتی احمد یار خاں بھٹائی، مولانا عبد السمیع رامپوری، مولانا قلب الدین دہلوی، مولانا عبدالحی لکھنوی - فقہ حنفیہ کی بلند پایہ کتابوں (ہدایہ، مینی شرح ہدایہ، شرح وقایہ کنز الدقائق قدوری، نور الایضاح، معراج الدیاء وغیرہم) کے حوالہ جات اور تشریحات سے کتب کو مزین کیا گیا ہے۔ آج ہی منکویئے اور اپنے ملکہ احباب میں تبلیغ دین کا مقدس فریضہ انجام دیئے۔

قیمت ۱۵/- روپے

کتابت طباعت آفٹ

نویسورت ٹائٹل

گنج شکر پرنٹرز

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۰۵ | تمت چہارم، حضرت مولانا تھانویؒ پر | ۳۰ |
| ۲۱۱ | تمت پنجم، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ دہلوی پر | ۳۱ |
| ۲۳۳ | مرکزی میں ملنے کا مطلب | ۳۲ |
| ۲۴۴ | انوارِ ساطعہ کی تصریحات | ۳۳ |
| ۲۵۴ | میلاد شریف کا بیان | ۳۴ |
| ۲۶۲ | حضرت امام مجددؒ کا فیصلہ | ۳۵ |
| ۲۶۴ | میلاد کا قیام | ۳۶ |
| ۲۷۱ | کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گیارہویں؟ میلاد اور قبر میں تشریف لاتے ہیں؟ | ۳۷ |
| ۲۷۷ | ضاری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے | ۳۸ |
| ۲۸۶ | بخائی کے برابر ادب کرنے کا الزام اور اس کا جواب | ۳۹ |
| | مکتوبات حضرت امام مجدد الف ثانیؒ پر ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف کی عنایات دن کے بعد اذان کہنے کا مسئلہ | ۴۰ ۴۱ |
| | باب سوم | |
| ۲۹۵ | بریلویوں کی تاریخ | ۴۲ |
| ۳۰۹ | حضرات علمائے دہلویہ کی شان میں | ۴۳ |
| ۳۲۲ | سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی کے چند فتاویٰ مبارکہ اور علماء اہل حدیث کیلئے دعائے خیر میں شیر محمد شریقی صاحب کے حضرات علمائے دہلویہ اور علمائے اہل حدیث کے ساتھ تعلقات | ۴۴ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۹۷ | حضرت امام مجددؒ کا فیصلہ | ۱۶ |
| ۱۰۵ | مسئلہ ایصالِ ثواب | ۱۷ |
| ۱۱۰ | سماعِ موتی | ۱۸ |
| ۱۱۰ | استمداد و توسل | ۱۹ |
| ۱۲۰ | بدعت کیا ہے؟ | ۲۰ |
| ۱۳۴ | بحثِ ندائے استمدادی | ۲۱ |
| ۱۴۲ | کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ فی الحروف بھی بنتے ہیں؟ | ۲۲ |
| ۱۵۵ | رسالہ "نذر اولیاء" کے حوالوں کا انتخاب | ۲۳ |
| | باب دوم | |
| ۱۵۴ | حضرات علمائے دہلویہ کے عقاید | ۲۴ |
| ۱۶۳ | بریلویوں کی بلیک مارکیٹ | ۲۵ |
| ۱۶۷ | تمت اول، مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دہلویہ پر اضافہ جوابات چراغِ ہدایت | ۲۶ ۲۷ |
| ۱۷۸ | تمت دوم، حضرت مولانا رشید احمد گلگویی رحمۃ اللہ علیہ پر | ۲۸ |
| ۱۹۳ | تمت سوم، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری پر | ۲۹ |

تہذیب و تحقیق مسئلہ اعلان بالصلوۃ والسلام مع کار خیر یا بدعت

معتف مولانا فردوس شاہ صاحب قلمی ناشر مکتبہ ندویہ چباب پاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۹۹۸ء

مولانا محمد حنیف بزدانی پروردگار مکتبہ ندویہ ایک بلند ہمت ناشر اور جہاں مخلص و ادیب میں تبلیغ دین کا ذوق بلکہ جنون ان کی متابع حیات ہے جس کے باعث وہ طرح طرح کی مفید کتب کی اشاعت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ اب تک وہ لاتعداد کتب شائع کر چکے ہیں جو کئی سال پہلے چھپ کر نایاب ہو گئی تھیں۔ اسی طرح وہ بعض تنازعہ مسائل پر فرامشی کتب تحریر کروا کر بھی شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ خصوصاً پاک و ہند میں مسلمانوں کی طرف سے جاری کردہ بدعات و شرک کی تردید میں انہوں نے بہت سائزر پھر شائع کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہم نے بریلوی مکتب فکر نے "بدعت حسہ" کی اثر میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زیر نظر کتاب ایسی ہی ایک بدعت اذان سے قبل درود و سلام پر ایک نکرانہ تالیف ہے جو مولانا محمد حنیف یزدانی کی فرامشی پر حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قلمی نے تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب مفتی غلام سرور قادری لاہوری کی کتاب "مسئلہ صلوۃ و سلام قبل اذان" اور مولانا احمد علی قصوری کے ایک مضمون کا جواب ہے جو اسی موضوع پر نوائے وقت میں شائع ہوا تھا جس نے سید فردوس شاہ صاحب کتاب و سنت کی تائید اور شرک و بدعت کی تردید کے لیے (بقول مولانا یزدانی) قصوری، سیف بے نیام ہیں اس سے بیشتر ان کے معجزات قائم سے اہل بدعت کی تردید میں چراغ سنت اور کلمہ طیبہ مع فلسفہ نماز جیسی دقیق کتب شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں جس کو مکتبہ ندویہ نے شائع کیا تھا۔ زیر نظر کتاب اذان سے قبل درود و سلام جیسی بدعت تازہ تر پر حرف آخر لکھنی چاہیے۔ معتف کا اندازہ تحریر اور اسلوب استدلال کتاب و سنت کے دائرے میں فکر و نظر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ ان کے دلائل قاطعہ کے سامنے اہل بدعت کے براہین کے تار و پود بکھر کر رہ گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں شاہ صاحب کا دوسرا رسالہ کار خیر یا بدعت بھی شامل کر دیا گیا ہے جو اس سے پہلے الگ شائع ہو چکا ہے اس میں بھی قصوری کے ایک بدعت ساز مولوی عبداللہ قادری کے رسالہ "ذکر جبر کا جواب" کا جواب دیا گیا ہے جو بدعت کے متذکرہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ معتف ناشر و ناول اس کتاب کی اشاعت پر تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

قیمت ۱۵ روپے
الاعتماد لاہور ۸ اگست ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

(طبع دوم)

حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلا ایڈیشن "چراغ سنت" کا شائع فرمایا تو پورے ملک میں غموں اور شہر قصور میں خصوصاً بریلوی حضرات کے کیمپ میں سناٹا چھا گیا۔ حالانکہ اس کی اشاعت سے قبل بریلوی واعظین و مبلغین نے نوزائیدہ مملکت خدا داد پاکستان میں اور خاص طور پر میرے سابقہ پیرومشر مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لاہوری الملتونی دسمبر ۱۹۷۸ء میرے استاد محترم مولوی محمد شریف صاحب لوری قصوری الملتونی ۱۹۷۲ء اور میرے استاد محترم مولانا محمد عبداللہ قادری قصوری نے علماء حق پر دن رات الزامات کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ شہر قصور میں مختلف انجمنوں نے آٹے دن بریلوی علماء حضرات کو مدعو کئے رکھنا، مسجد میاں نقیب کوٹ اندرون قصور جہاں جناب اچھروی صاحب خطبہ جمعہ کے لیے لاہور سے قصور تشریف لے جاتے اور اس کے علاوہ شہر میں مختلف مقامات پر ایسی فرقہ دارانہ اور اشتعال انگیز تقریریں ہوتیں کہ الامان الحفیظ۔ اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ شاہی مسجد لاہور پر علامہ محمود احمد رقصی کی طرف سے ڈنڈا بردار جلوس نوجوان مولوی صاحبان وغیرہ مولوی صاحبان کا تو ہم نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر اس کے علاوہ آج کی مذہب دنیا میں اس وقت سے اب تک دہائیوں اور دہائیوں کے خلاف لڑ چکے بھی شائع فرمایا ہے۔ چنانچہ ان دنوں قصور میں مولانا قادری صاحب "النذر للاولیاء" اور مولانا لوری صاحب نے "مسئلہ گیارہویں" اور مولانا اچھروی صاحب نے "مقیاس حنفیت" شائع فرما کر مزید فرقہ بندی اور انتشار پسندی کو ہوا دی ہے۔ حضرات اس وقت سے فرقہ بندی کا ایندھن تیار کر رہے ہیں جب پاکستان علماء حق کی عظیم قربانیوں کے

عرض مؤلف

ناظرین! یہ رسالہ "پراغ سنت" دینِ مظلوم کی ایک فریاد ہے، کہ ایک شبِ مہتاب یعنی بدعت کی سیاہ رات میں نورِ سنت کا ایک جگنو ہے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں حضراتِ علماء کرام کی مساعی جمیلہ کچھ کم نہ تھیں لیکن اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ دلائل پیر پرست عوام کی سطحِ ذہن سے قریب تر ہیں۔ خاکسار مؤلف کی رائے میں بریلوی حضرات کی اصلاح قرآن کریم اور حدیث شریف کے معیاری دلائل سے نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ اس لیے غور و فکر کے بعد یہ تجویز سمجھ میں آئی کہ اختلافی مسائل کو حضراتِ بزرگانِ دین، صوفیائے کرام اور اولیائے اُمت کی تصنیفات سے حل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اس رسالہ کے عناصرِ اربعہ ہیں۔ جو فریقین کے ہاں مسلم ہیں۔ تصوف اور شریعت کے جامع ہیں۔ ہمارا ماحول بھی ان سے متعارف ہے اسی خیال پر مسئلہ توحید حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے ارشاداتِ حقہ سے واضح کیا گیا ہے مسئلہ بدعت کی پوری پوری وضاحت مکتوباتِ امام ربانی سرہندی سے کی ہے۔ مسئلہ نذر کو فقہائے حنفیہ کی معتبر ترین کتاب فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور شامی سے بیان کیا ہے۔ ناظرین کو مختلف مسائل میں مکتوبات کے حوالے نظر آئیں گے۔ گویا اس رسالہ کا سب سے بڑا ماخذ مکتوبات

بعد معرض وجود میں آگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ پاکستان میں "اسلامی نظام" کی مخلصانہ مومنانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے بریلوی دیوبندی وہابی کے معمولی لفظی نزاع کو ہوا دیئے رکھنا پیشہ ور دکاندار مولوی حضرات نے اپنی دنیا بنانے کے لیے ایسی ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کر رکھی ہے کہ کہیں اسلامی نظام کا "آفتاب و مہتاب" طلوع نہ ہو جائے۔ اور ہماری اندھیر نگری کا کاروبار ٹھپ نہ ہو جائے۔

مصنف پراغ سنت نے ان تمام الزامات و تحرافات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے گندمِ ناب و خوش بریلوی علماء حضرات کی علمی جہالتیں اور خیانتیں واضح طور پر بیان فرمائی ہیں۔ قارئین و ناظرین حضرات حیران ہونگے کہ اس زمرہ میں بریلوی حضرات کے شیخ الاسلام، شیخ الحدیث صف اول کے مجاہدین اور حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب نے جو مدلل اور مضبوط گرفت کی ہے اس کا جواب دینے سے بریلوی علماء حضرات عاجز و ساکت ہیں۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغِ نام نہیں

افسوس صد افسوس ہے کہ بریلوی حضرات کے ہاں وہابیوں، دیوبندیوں کے لئے ہنگامہ آرائی و انگشت نمائی تو بہت ہے لیکن جب کوئی علمی تحقیقی بات سنجیدگی سے ہوتی ہے تو ان حضرات کی طرف سے سنجیدگی کی بجائے بلطربازی اور محقق و مائل کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی معاملہ راقم الحروف کے ساتھ پراغ سنت کے نتائج ہونے کے بعد پیش آیا جب بندہ گنہگار ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب قادری کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت استاد صاحب اپنے رسالہ النذر للاولیاء جائز بلاغیہ پر اور اپنے بزرگ استاد حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب المتوفی ستمبر ۱۹۹۱ء پر اور دیگر علماء بریلوی حضرات پر مصنف پراغ سنت کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات و سوالات کا صحیح جواب نہ دے سکے اور نہ ہی دے سکتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ

نہ خیر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزماتے ہوئے ہیں

خادمِ علم۔ ربانی
محمد ضیف یزدانی
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ شوال ۱۴۰۶ھ
۲۲ مئی ۱۹۸۸ء بروز اتوار

دیباچہ طبع دوم

رسالہ چراغ سنت ایک وقتی اور فوری ضرورت کے لئے مصنف نے برداشتہ قلم نذر اولیاء کی تردید میں لکھا تھا لیکن حضرات علماء کرام اور اہل حق عوام کی پسندیدہ نے بریلوی عوام اور رسائل کی پیچ و پکار اور تردید نے اسے چند دنوں میں وہ مقبولیت اور شہرت دے دی کہ آج بحمد اللہ پاکستان اور ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر طبقہ سے طبع دوم کے لئے ہزار مطالبات ہمارے پاس آچکے ہیں۔ کس زبان سے خداوند قدوس کا شکر ادا کروں کہ چراغ سنت کی اشاعت کے دورے روز خداوند تعالیٰ نے مجھ ناکارہ کو وہ جلیل القدر روحانی انعام عطا فرمایا جس کی سچی آرزو ہر مومن کے دل میں تڑپ رہی ہے اور غرض فضل الہی کے بغیر اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہی نہیں من آتی فقد آتی فی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ دیدار جاں بخش ایسی کیفیات مثالیہ کا حامل تھا جس کی تعبیر بس یہی تھی کہ چراغ سنت ایک خیر ہے جو بدعت کی کمر میں پیوست ہو چکا ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ چراغ سنت کو ضبط کرانے کے لئے سرکاری اور درباری گوشیشیں جب ختم ہو چکیں تو ہندو پاک کے بریلوی رسائل نے اس کی تردید میں دل کی بھڑک نکالی اس بے حقیقت گروہ کا سرخیل رسالہ "ضوان" لاہور ہے جس نے جواب لکھنے کی بجائے بے ہودہ کالیاں لکھ کر جماعت کو خوش کیا اور تصور کے ایک دل سوختہ نے انہی مفہامین کو چراغ بدایت کے نام سے شائع کیا تاب اللہ علیہم اجمعین۔

شریف ہے۔ اب یہ رسالہ بریلوی حضرات پر ایک محبت خداوندی ہے۔ ایک جدید انکشاف ہے۔ بزرگوں کی محبت اگر خلوص اور طلب حق پر مبنی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ حضرات علمائے دیوبند کے عقاید میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے عقاید ہیں۔ اگر نفس پرستی اور ہوا پرستی کو بزرگ پرستی سمجھ رکھا ہے تو بزرگوں کے پاکیزہ کلمات ان پر محبت الہی ہوں گے۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے حضرت پیران پیر قدس سرہ اور امام مجدد الف ثانی ربیع بزرگ تشریف لارہے ہیں۔ آئیے! اور اس پاکیزہ مجلس میں سنی سنائی باتوں کو بھلا کر، اور تعصب و عناد سے صاف ہو کر بزرگان دین کے فیصلے سنئے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

(مؤلف)

۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ
اکتوبر ۱۹۵۶ء



نوٹ: بغرض اختصار اکثر حوالے ترجمہ اردو میں دکھائے گئے ہیں۔
البتہ مفہوم کی ادائیگی میں سخت احتیاط کی ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب سے لے کر مولوی حسنت علی وغیرہ اور حزب الاحناف کی متفقہ سرگرمیاں ملاحظہ ہوں اور چراغِ سنت کی اشتعال سے جہد و سار و سوان کی بالیسی میں بنیادی قلابازی دیکھ کر ناظرین فیصلہ کر سکیں گے کہ چراغِ سنت کے اثرات کیا ہیں مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-

۱- آج کل کے دہائی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم کا فرزند اس کے ہم مذہب ہوں، یا مخالف مذہب غرض انسان جو ان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے خصوصاً دہادیہ دیوبندیہ۔ (احکام شریعت ص ۱۱)

۲- یہودی کا ذبح کیا ہو یا جانور حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر ذبح کئے۔ دہادی دیوبندی وغیرہ کا ذبح نجس اور مردارِ طبعی ہے اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے یہ سب مرتد ہیں۔

ولا ذبیحة لم یذبح

۳- خود دیوبندیوں کو کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان سے استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال رکھے وہ بھی انہیں میں سے انہیں کی طرح کافر بنے قیامت میں انہیں کے ساتھ ایک رستی میں جکڑ جائے گا۔ (فتاویٰ افریقیہ مصنفہ احمد رضا خاں ص ۱۱)

۴- مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے کسی نے دریافت کیا ہے کہ دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں؟ جواب میں فرماتے ہیں:-

”کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے“ (ملفوظ ج ۱۳ مولوی احمد رضا خاں)۔ جو شخص دیوبندیوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ملفوظ مولوی احمد رضا خاں)

۱- دیوبندی مرتد ہیں اور مرتد کے احکام اہل کتاب سے سخت تر ہیں۔

تفسیر نعیمی مصنفہ مفتی احمد یار خاں پارہ ۳ ص ۵۵

بریلوی منکطات اور کفری تشددات بلکہ نواحش و منکرات کا اچھا نمونہ ہے۔ لاپرواہ تیار ہو چکا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سینکڑوں رسائل اور تصنیفات لائبریریوں میں موجود ہیں جن میں متحدہ ہندوستان کے تمام سیاسی مذہبی افراد اور جماعتوں کے خلاف فتنہ پردازی اور اشتعال انگیزی کا بہت زیادہ مواد پھرا پڑا ہے اور ملک میں سینکڑوں نیم نلا خطرہ ایمان شوریدہ سرفاعظ موجود ہیں جو کافر کافر کے دھندلے دھندلے، یس فالی اللہ المشتکی، نونہ کے لئے بریلی مذہب کی ایک مستنداد، کتاب تجانب اہل سنت کے چند اقتباسات پیش کئے جلتے ہیں جس پر بریلوی کے مقدس سجادہ نشین اور شیریں بریلوی سب بارگاہِ رضوی مولوی حسنت علی کی تصدیق موجود ہے۔ ان حوالوں کے مطالعہ سے ناظرین آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ بریلوی مذہب نے ہندوستان و پاکستان کے مشہور نامور مذہبی اور سیاسی مشاہیر پر کیا کچھ مظالم ڈھکائے ہیں۔ اس جدید بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی کہ دیوبندیوں کا گناہ کیا ہے۔

۲- دیوبندی مرتدین کو جو لوگ صاحب ایمان جانتے ہیں ان پر وہی حکم شرعی ہے جو دیوبندی مرتدین پر ہے یعنی وہ بھی مرتد ہیں۔ (تجانب اہل سنت ص ۱۱)

۸- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلماء، خدام کعبہ، خلافت کمیٹی، جمعۃ العلماء ہند، خدام الحرمین، اتحاد ملت، مجلس احرار رسالہ، مسلم لیگ، اتحاد کانفرنس، مسلم آزاد کانفرنس، نوجوان کانفرنس، نازی فوج، جمعیت تبلیغ اسلام، انبالہ سیرت کمیٹی، ضلع لاہور، امارت شریعیہ بہار شریف، آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انہیں کافروں نیچروں نے بنائی ہیں (تجانب اہل سنت ص ۱۱)

تمام سیاسی پارٹیوں پر بے دریغ کفر کا ہتھیار استعمال کرنے کے بعد متحدہ

ہندوستان کے تمام مذہبی مکاتیب فکر پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔
۹۔ وہابیہ۔ دیوبندیہ۔ روافض۔ بھجری۔ خاکساری۔ چکوالوی۔ احراری۔ بھادوی
آغا خانی۔ وہابیہ غیر مقلدین۔ وہابیہ نجدیہ۔ مسلم لیگی۔ صلح گلیہ اپنے عقاید
کفریہ یقینیہ کی بنا پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار
مرتدین ہیں جو بدعتی اسلام ان کے قطعی کفر پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو
مسلمان کہے یا ان کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں
توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر مرتد ہے اور بے توبہ مراد تو مستحق نالابد
(تجانب اہل سنتہ ص ۳۵)

دیکھو انگور کے سایہ میں خان صاحب بہادر اور ان کی بریلوی جماعت
نے کتنا ظلم کیا کہ تمام سیاسی پارٹیاں اور مذہبی جماعتیں ان کی نظر میں کافر
ہیں۔ رضوان میاں بتائیں کہ اس عالمگیر فتویٰ بازی کے بعد ہندوستان میں
مسلمان کون رہ گیا؟ بریلوی حضرات اس اجمال کے بعد تفصیل پر آتے
ہیں اور ہندوستان پاکستان کے متنازعہ سیاسی رہنماؤں پر کفر کا فتویٰ
دیتے ہیں۔ سب سے پہلے قائد اعظم سر محمد علی جناح بانی پاکستان کی باری
آتی ہے۔

۱۰۔ بحکم شریعت سر جینا (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً
مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اسے
کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس
کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد (تجانب اہل سنتہ ص ۱۲۳)
ناظرین غور فرمائیں کہ اس فتویٰ کے بعد متحدہ ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان
کس طرح مسلمان کہلانے کے مستحق رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ حسن نظامی دہلوی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۱۲۳)

۱۲۔ شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۳۸۵)
شاعر اسلام ملا امراقبال بھی کافر ہے اور بریلوی مصنف نے ان کو
کافر کہنے پر ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ بہت زور دیا ہے چند نکتے ملاحظہ ہوں۔
۱۳۔ ڈاکٹر اقبال صاحب نے دہریت و ایمان کا زمزمہ بہت بڑی آواز سے کیا ہے
۱۴۔ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے ص ۳۴
۱۵۔ مسلمان اہل اہل سنت جو وہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں
کو سچے دین اسلام سے کیا تعلق ہے؟ ص ۲۳

۱۶۔ اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے ص ۳۴

۱۷۔ حضرت مولانا عبدالمجید دریا بادی مفسر قرآن و مدیر صدق جدید چین کے
مضامین اخبار نوائے وقت میں سچی باتیں کے عنوان سے شائع ہوتے
رہتے ہیں بریلوی مصنف کی نظر میں مرتد عبدالمجید یا مرتد بی۔ اے
ہیں اور یہ بیہودہ لفظ اس کتاب میں کئی بار استعمال ہو چکے ہیں ص ۳۳
۱۸۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو جابجا مرتد ابو الکلام کہا ہے دیکھو
واضح رہے کہ تجانب اہل سنتہ مولوی محمد طیب دانا پوری برکاتی کی تصنیف

ہے جو بریلوی ملازم کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں سید ابوالبرکات لاہوری
کے مختلف رسائل پر اس مولوی محمد طیب کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت
کے بڑے بڑے ہندوستانی پیر شاہ اولاد رسول اور شاہ آل مصطفیٰ مجدد
نشین مارہرہ مہرہ ضلع ایرٹ کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت میں اس کتاب
کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کتاب پر مولوی حسرت علی رضوی کی تصدیق
موجود ہے دیکھو ص ۳۴ جو سب بارگاہ رضوی ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب

کے بعد دوسرا درجہ ان کا ہے اس بنا پر ہم اس کتاب کو نہت مل خاں کی
تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس سے کہ بریلوی حضرات سے زائد شیعہ کلمہ گویا

پر کفر کا فتویٰ اس لئے دیا کہ براہین قاطعہ پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ وہ
قلبی فتویٰ جو جلسہ سازی سے تیار کیا گیا ہے اور جس کے فرضی فتوہ خواں
شائع کرتا ہے بریلوی مذہب میں بھی مقبر نہیں ہے کیونکہ سوہی احمد رضا
خاں صاحب نے احکام شریعت میں فقرہ تنفی کا یہ قلمدہ تسلیم کر لیا ہے
الْحَقُّ يَنْشِبُهُ الْحَقُّ یعنی ایک آدمی کا خط دوسرے خط سے مل جاتا ہے
مفکرہ مملوہ اقبال پر کفر کا فتویٰ سید دیدار علی شاہ صاحب لاہوری
بانی حزب الاحناف نے بھی دیا تھا۔ رسالہ رضوان ہی بتائے کہ وہ فتویٰ کب
دائیں ہوا یا باقی ہے۔ اگر باقی ہے تو بریلوی واعظ اقبال کے کلام سے بائیکاٹ
نہیں کرتے؟ یہ زائد تنگ نظر نے مجھے کانہہ جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ناظرین! مگر کافر کا یہ زور شور آپ نے دیکھ لیا۔ لیکن پھر اس سنت کی شاعت
کے بعد لوگوں کو اس فتویٰ بازی میں نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی چنانچہ
دیدار خان کا بریلوی آرگن دیوبندیوں کو کافر کہنے سے تائب نظر آئے۔
”اسی طرح ہم مطلقاً تمام دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں سمجھتے
بلکہ..... الخ (رسالہ رضوان، ۱۴۱۱ھ ستمبر ۱۹۹۵ء)

وقت کا شدید تقاضا ہے کہ اس جماعت کی بے دریغ فتویٰ بازی پر
سخت نفروں کی جائے ورنہ ملک کا امن و امان بحال رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔
مسلمان قوم کی اخلاقی گراؤ، مذہب سے بیگانگی اور سیاسی ماحول کا
تقاضا تو یہی ہے کہ مسلمان فرقہ بندی اور اندرونی اختلافات کو بلائے طاق
رکھتے ہوئے تنظیم، تعمیر اخلاق اور نصرت اسلام کی طرف ہمہ تن توجہ دیا جائے
مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت وہم پرست جاہلوں کی ایسی
پیدا ہو چکی ہے جو حالات ماحرہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا تبلیغ علم کچھ
ایسا محدود اور زلایہ نظر ایسا تنگ ہے کہ اہل علم کو پریشان اور بدنام کرنے کے

سو ان کا کوئی مقصد ہی نہیں۔ یہ لوگ اسی فساد فی الارض کو اصلاح سمجھتے
ہیں۔ اقامت دین کی فکر تو ان کی تاریخ میں ہے ہی نہیں۔ منکرین حدیث
مک میں دندنا رہتے ہیں، باطل کی تمام قوتیں ان کی حمایت و نصرت کو بہترین موقع
دے رہی ہیں۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔
قوم کا معاشرہ ہر لحاظ سے قابل اصلاح ہے اپوا کی بیٹیاں پردہ کے خلاف
غار بنا رہی ہیں۔ قرآن کو حدیث سے کاٹ کر مفلوج کیا جا رہا ہے غرض
اسلام پر ہزاروں خطرات ہیں مگر یہ بے سمجھ گیارھویں اور زلایہ ادنیار کے
سوا دین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

(مؤلف)



ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ
نیا دن مجھ پر سلام کرتے، اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر
دیتے ہیں۔۔۔۔۔ الخ

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے مَکْنُ فِیْکُوْن کو اپنی قدرت کا
الان قرار دیا ہے جو مافوق الاسباب طور پر کائنات کی تخلیق وغیرہ تمام
الاعمال الہیہ کا مظہر ہے۔ بریلوی حضرات غور فرمادیں کہ خلق یعنی پیدا کرنا
مَکْنُ فِیْکُوْن کا مفہوم ہے اور عرش سے فرش تک ہر چیز کی ملکیت اگر
اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کے اختیار میں کیا چیز باقی رہ
گئی۔ خلق اور ملک اولیاء اللہ کے سپرد ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ محض
بیکار فلسفی خدا نہ ہو گا تو کیا ہو گا؟ اور ذرا یہ بھی بتائیں کہ اولیاء اللہ نے
کُنْ کہہ کر جو زمین آسمان بنائے جو مخلوق تیار کی وہ کہاں ہے؟ اَلَمْ یَقُنِ
مَاذَا خَلَقْنَا مِنَ الْاَرْضِ رَاحِلًا؟ حضرت فیض بقادر جیلانی کو سلام کہے
بغیر اگر سورج نہیں نکلتا تو اُن کی پیدائش سے پہلے کس کو سلام کر کے نکلتا تھا
اور یہ سلسلہ اگر اب تک جاری ہے، اور ان کے ہاتھ میں مَکْنُ فِیْکُوْن کی
باگ ڈور اب تک موجود ہے، تو ان کے فوت ہونے کے بعد کچھلوں کو
غوث، قطب، ابدال کا منصب ملنا بے شود ہو گا اور یہ بھی فرمائیے کہ ایسی
عبادتوں کو اگر صحیح ہوں تو زیادہ سے زیادہ ایک فی کس کا کشف کہا جاسکتا ہے۔ لیکن
ولی کے کشف پر عقیدہ کی بنیاد قائم کرنا اور ان باتوں کو خدائی اختیارات
حاصل ہونے پر دلیل اور ثبوت ٹھہرانا اہل سنت کے نزدیک کیسا ہے؟
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ نے سب چیز انوں
کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے آرام
تکلیف، رنج راحت پیدا کرنا، ماننا، زرق دنیا، مرض تندستی، دولت
غریبی، تحط، بارش، کفر اسلام، ایجاد و اعدام، ہدایت گمراہی، غرض عرش

بریلویوں کے عقائد

ان کے عقائد جن کی اشاعت کو خدمت اسلام سمجھتے ہیں یہ ہیں۔
۱۔ مَکْنُ اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ میں تیز کو کُنْ کہیں فوراً ہوجاتی
ہے۔ اپنے اختیار اور ارادہ سے، اپنی مرضی اور پسند سے تمام جہان
میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ جسے چاہیں دیں، نہ دیں۔
یہ عقیدہ بریلویوں کی معتبر کتاب شرح استمداد مطبوعہ نوری کتب
خانہ بازار داتا صاحب کے ص ۲ پر ان لفظوں میں مذکور ہے۔
”امیر کرام فرماتے ہیں ۱۰ اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب تکوین کہتے
جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کُن کہاوی
ہو گیا۔“

اسی کتاب کے ص ۲ پر یوں لکھتے ہیں:-

”آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک (ملکیت) ہے۔ اور عارف
کی ملک (ملکیت) فرش عرش تک۔“

واضح رہے کہ شرح استمداد مولوی احمد رضا خاں صاحب کے صاحبزادے
مصطفیٰ رضا کی تصنیف ہے۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے
الامن والاعلیٰ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں یو۔ پی کے ص ۲ پر یوں لکھا ہے:-
”حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہوا پر چلتے اور یوں فرماتے
تھے۔ آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے
نہا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے۔ اور مجھے خبر دیتا

اس کے پہلے بطور واسطہ فی الثبوت کا لفظ موجود ہے۔ اس لئے اس بات کو کریں گے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نام التیارات بطور واسطہ فی الثبوت مانتے ہیں۔ یہی دعویٰ چرخ سنت کا ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:-

بریلوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے الامن والعلیٰ مطبوعہ بدایوں میں بار دوم ص ۵۵ پر ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”نسبت و اسناد دو قسم ہے حقیقی کہ مندرجہ حقیقت اس سے متصف ہو، اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطاء غیر ہوا و عطائی سے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ مثلاً انسان کو عالم کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت لفظ علیم ہے یہ حقیقت عطا تہ ہے یعنی بہ عطائے الہی وہ حقیقتاً متصف بہ ... الخ

مقرر علیہ السلام کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے ص ۱۶ ناظرین! اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی حقیقی کی قسمیں ہیں، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے حقیقی دونوں میں خدا مال بھی حقیقی طور پر مصیبتیں اور بلائیں دافع کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی طور پر دافع البلاء یعنی بلائیں دور کر کے والے ہیں، ذاتی اور عطائی ملاوہ دونوں میں اور کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی ہو صفت جس طرح خدا تعالیٰ کو حاصل تھی بالکل ہو ہو آپ کو عطا ہو گئی اور عطا کے بعد تو بالکل ن طور پر آپ اس سے متصف ہو چکے ہیں۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے

سے لے کر فرشتہ تک سب کچھ آپ کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ گویا کہ ابو جہل کا کفر اور حضرت صدیق اکبر کا اسلام، دونوں آپ کے پیدا کردہ ہیں، بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوق کو پہنچتی ہے سب حضور کی عطا ہے یعنی خدا بے کار محض فلسفی خدا ہے۔

شعر:- اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے؟ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے،

بریلویوں کا رسالہ ”رضوان“ لاہور بڑی جرأت سے لکھا ہے کہ:- ”متصف چرخ سنت نے سخت بے ایمانی اور دغا بازی سے کام لیا ہے ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں، علماء بریلی کی کتابوں سے اگر یہ عقائد ثابت ہو جائیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔“

جو انباء عرض ہے کہ گویا اور یعنی کے بعد کا فقرہ اور کلام ہمیشہ متصف کا اپنا ہوتا ہے۔ شاید آپ لوگ بھی اتنا تو جانتے ہوں گے۔ باقی عبارت کا خلاصہ آخری فقرہ میں موجود ہے۔ یعنی:-

”بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ السلام بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیار خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔“

ناظرین! بریلوی حضرات نصف صدی سے پورے جوش و خروش اور بڑی دلیری سے یہ عقیدہ تحریر تقریر میں ثابت کرتے ہیں لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر چودھویں صدی کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر رسالہ ”رضوان“ نے اس عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے اس جھوٹی توبہ کی حقیقت ابھی انشاء اللہ کھل جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مختار بالذات یعنی مختار حقیقی کا لفظ ہم نے مطلقاً تو نہیں

مصور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عز و جل کے نائب مطلق
میں زمین و آسمان اور دونوں جہان میں حضور کا تصرف جاری
ہر نعمت حضور ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے: (شرح التلمیذ)
ہر شخص جانتا ہے کہ قدرت والے کا نائب کام کرے
کا اس کی طاقت اسے دی جائے گی: (شرح التلمیذ)

اب اس مطلب یہ ہے کہ آپ کسی خاص کام یا خاص صفت میں خداوند
نائب نہیں ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے تمام کاموں کو آپ نائب کے
اب یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی تقدس
اور اس کے کام کیا کیا ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدائی کاموں
خداوند تعالیٰ کی طاقت درکار ہے اور بندہ میں وہ طاقت کہاں؟ اس
میں صاف صاف کہہ دیا کہ قدرت والے کی طاقت یعنی خدائی طاقت
اب حقیقتاً آگ کی پوری قوت ان میں موجود ہے حقیقی عطائی کا یہ مطلب
ہو چکا تو اب یہ بات صاف ہو گئی کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خداوند تعالیٰ کی تمام صفات ثابت کرتے ہیں
کی ذات میں حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی کا فرق کرنے کے بعد پوری خدائی اور عباد کی خصوصیت نہیں ہے۔ خدائی کا مقام اور خدائی قوت ان
ہیں۔ جہاں کہیں عطا کا لفظ بولتے ہیں ان کی مراد یہی بات ہوتی ہے جس کے بعد حکومت الہیہ بھی آپ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

احمد رضا خاں صاحب نے انصاف حقیقی اور عطائی حقیقی کہا ہے اور یہ
واضح شرک ہے اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ:-

بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور واسطہ فی اللہ

تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔

نعت

کیونکہ ذات و حقیقت، ماہیت، صویت، چاروں لفظ منطق کی
میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جب مختار حقیقی مان لیا اگرچہ عطائی طور پر
بالذات خود بخود مان لیا۔ یہ عقیدہ جسے ثابت کرنے پر بریلوی علمائے نصیب
کی مدت برباد کی آج رسالہ رضوان کے گے میں پھنس گیا ہے۔ اور جسے مخلوق

صاحبزادہ دوم مصطفیٰ رضا صاحب فرماتے ہیں:-

بے ملک خدا پر جس کا قبضہ میرا ہے وہ کامگار آقا (صدق بخش) نعت

بریلوی عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ممکن الوجود یعنی

مکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں (حداق ص ۱۶)
حوالہ نمبر ۱۱ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مخلوق ہوں تو یہ خدائی
میں کیسے ہو سکتی ہے اور اگر واجب الوجود یعنی خالق ہو تو عبد نہ ہوں۔ حضرت
عبدالقادر جیلانی قادر بھی ہیں۔

”بندہ قادر کا بھی ہے قادر بھی ہے عبدالقادر“
حوالہ نمبر ۱۲ (حداق ص ۳۲) علیحضرت بریلوی

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے، کار عالم کا
حوالہ نمبر ۱۳ بھی ہے عبدالقادر

”عرض کہ ہر عرشی فرشی اس قابہ حکومت کا بندہ ہے“
حوالہ نمبر ۱۴ (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۲) مفتی احمد یار خاں

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی دین کا اصلی اصول ہے اور“
حوالہ نمبر ۱۵ (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۳)

”سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کو نین (دو جہاں)
حوالہ نمبر ۱۶ مالک و مختار ہیں زمین کے مالک، آسمان کے مالک، اپنے
عطا سے حجیم (دوزخ) کے مالک، جنت کے مالک، رب کے احکام
انعام کے مالک“ (سلطنت ص ۱۴)

”حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں
حوالہ نمبر ۱۷ اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ

کرے اور قبول نہ ہو جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھلا
دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں“ (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۵)

حضرت امام حسین میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر
حوالہ نمبر ۱۸ مگالیتے“ (رجاء الحق ص ۳۳) نوری کتب خانہ

حوالہ نمبر ۱۹ ”خداوند تعالیٰ نے خزانوں کی کنجیاں زمین کی کنجیاں دنیا کو

کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں،
برشت کی کنجیاں آپ کو دے دیں“ (الامن والعلیٰ ص ۱۵)
”احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں“
حوالہ نمبر ۲۰ جو بات چاہیں واجب کر دیں، چاہیں ناجائز فرما دیں جس چیز
یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مشتق کر دیں“ (الامن والعلیٰ ص ۱۶)
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے شارع ہیں“
حوالہ نمبر ۲۱ (الامن والعلیٰ عنوان ص ۱۶)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک
حوالہ نمبر ۲۲ (الامن والعلیٰ عنوان ص ۱۷)

ناظرین! چند مثالوں سے آپ نمونہ سمجھ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات کے
زادیک لفظ عطا کا مفہوم کیا ہے۔ تمام صفات الہی علم، حکم، قدرت، شریعت
بنانا اور تمام جہان کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور واسطہ
فی الثبوت عطا ہو چکے ہیں، اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عطائی کے لفظ سے
ان کی مراد ہمیشہ کے لئے حقیقی عطائی ہوتی ہے ان کے ہاں توحید اور شرک کی
حقیقت بالکل نرالی ہے۔

توحید و شرک کی تعریف

بریلویت کی خشت اول کا سمار کج نظر پہلی اینٹ یوں رکھتا ہے:-
”احکام البیہ دو قسم ہیں، تکوینیہ مثل احیاء و اموات و قضا

حوالہ نمبر ۲۳ حاجت و دفع مصیبت، و عطائے دولت و رزق و
نعمت، و فتح و شکست و غیرہ، عالم کے بند و بست۔ دوسرے

تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام، یا واجب یا مکروہ، یا مستحب

یا مباح کر دینا۔ مسلمانوں کے سچے دین میں ان دو نو حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف ہر درجہ ذاتی احکام تشریفی کی اسناد بھی شرک اور ہر درجہ عطائی امور تہکون کی اسناد بھی شرک نہیں، (الاسن والعلیٰ مصنف مولوی احمد رضا خاں صاحب) دنیا کی تمام موجودات اور کائنات کو پیدا کرنا تہکون کہلاتا ہے۔ مثلاً زندہ کرنا۔ مارنا، لوگوں کی حاجتیں پورا کرنا، مصیبتیں دور کرنا، لوگوں کو دولت دینا، بزرگ اور ہر قسم کی نعمت، اولاد وغیرہ، نفع شکست وغیرہ دنیا کے تمام معاملات جو اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں، غیر خدا کی طرف ان تمام معاملات کو عطائی طور پر منسوب کرنا بریلوی مذہب میں شرک نہیں ہے یعنی جو چیزیں کون سے پیدا ہوئی ہیں ان کو نبیوں، ولیوں کی طرف منسوب کرنا تو حید ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر بطور واسطہ فی الثبوت زمین آسمان کے خالق ہیں سب کے مالک رازق ہیں، ہواؤں کا چلانا، بارشوں کا برسانا، اناج کا اگانا، زندگی موت، اولاد، دولت، نعمت، نفع شکست اور تمام دنیا کے چھوٹے بڑے انتظامات، آپ کرتے ہیں تو بریلوی مذہب میں یہ توحید شرک نہیں ہے، اس واسطے کہ عطائی کا لفظ جہاں آگیا شرک اڑ گیا۔

لفظ عطا کی اوٹ میں یہ طوفان بدتمیزی اور یہ بہرہ کھیل بریلوی حضرات ایک مدت سے کھیل رہے تھے اور دراصل ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کا جھگڑا شروع شروع سے بس اتنا ہی تھا کہ معجزات کرامات وغیرہ امور میں واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض دیکھئے چراغ سنت طبع اول صلا اس بحث میں بریلوی پہونچو نہ سہمت کمزور تھا اس لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اس موچ سے ہٹ کر تکفیر کا محاذ قائم کرنا پڑا۔ یہ مسئلہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اسی مسئلہ میں بریلوی حضرات کی سخت بے احتیاطی دیکھ کر بعض علماء نے ان پر کفر

اور کلمہ علی کا فتویٰ ریا ہے اور انصاف یہ ہے کہ بریلوی علماء نے اگر الفاظ کے اہم بیچ اور لفظی بھول بھلیوں میں کچھ باریک تاویل کر کے ایسے الفاظ کی تہکون بھی سمجھی ہے تو ان کی عبارتوں کا صاف صریح مطلب جو عوام کو سمجھا جاتا ہے وہ یقیناً خالص اور قطعی شرک ہے، اور عوام کو اس راہ پر ڈالنے کے ذمہ دار وہ لوگ ضرور ہیں۔ بریلوی لٹریچر ان طلاقات پر زور ہے، اور حق یہ ہے کہ جس شہر میں یہ جنگی گھاس اگی ہوئی ہو وہاں کے علماء جانتے ہیں کہ جاہل عوام بزرگوں کے حق میں رذمرہ ایسے الفاظ دہکول استعمال کرتے ہیں جن سے عرب کا بت پرست بھی گریز کرتا۔ ان کے علماء ہمیشہ ان شرمنگ عبارتوں کو عطائی اور نسبت مجازی کی اوٹ میں چھپاتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مجددانہ کام بس اتنا ہی ہے۔ لیکن واسطہ فی الثبوت کا لفظ مجاز کی نفی کرتا ہے اور حقیقی عطائی کی اصطلاح مستقل قوت مستقبل تاثیر کو ظاہر کرتی ہے۔ ایسے حالات میں یہ نسبتیں مجازی نہیں رہتیں۔ مجازہ مرسل کے حالات سببیت لزوم وغیرہ ان عبارتوں میں ناپید ہیں اور مجاز عقلی میں تو علماء یعنی صدقہ من التوحید کی شرط گادی ہے یعنی مجاز عقلی میں یہ ضروری ہے کہ وہ کلام کسی توحید پرست کا ہو، ورنہ شرک تو اسے حقیقت پر بھی محمول کر سکتا ہے۔ اور بریلوی حضرات کا موجد ہونا زیر بحث ہے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مزید تفصیل درکار ہے۔ بندہ عاجز کے خیال میں توحید اور شرک کا امتیازی نشان یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور میں مستقل طور پر نفع نقصان کی قوت یا مستقل علم مستقل قدرت وغیرہ تسلیم کرنا شرک ہے اور استقلال کی نفی توحید ہے۔ اس لئے کہ آج تک کسی شرک توہم نے اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ذاتی علم، یا ذاتی قدرت وغیرہ کا عقیدہ رکھا ہی نہیں۔ تمام شرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو عطائی اختیارات کا مالک سمجھتے تھے قرآن وحدیث میں اس کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس لئے صرف عطائی کا لفظ توحید اور

مشرک کا فرق کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ تمام مشرکین موحّد بن جائیں گے۔ بعض مشرک تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فلاں مقرب بندے کو مستقل طاقت نفع نقصان کی اس طرح عطا فرمادی ہے کہ بندہ جب چاہے اپنے دوست دشمن کو نفع پہنچانے میں مختار رکلی ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، اذن الہی اور مشیت الہی کا پابند نہیں ہے۔ ہاں بڑی طاقت خداوند تعالیٰ کی ہے اور خداوند تعالیٰ اسے روکنا چاہیں تو روک بھی سکتے ہیں۔ جیسے کسی صوبہ کا گورنر اپنی حدود میں مختار بھی ہے اور مرکزی حکومت اسے معزول کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ ایسا عقیدہ یقیناً بلاشبہ شرک جلی ہے، مشرکین عرب ستاروں، بتوں، جنوں، فرشتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے تھے اور قرآن مجید نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے۔ اور بعض مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مستقل طاقت تو کسی کو نہیں دی لیکن بعض مقرب بندے عبادت اور نیکی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قرب و قبول کا ایسا درجہ حاصل کر لیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مریدوں اور محبت کرنے والوں کے لئے سفارش کریں تو ضرور منظور ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ غلط تو ہے لیکن مشرک کی حد تک نہیں پہنچتا۔ مگر آگے چل کر یہی عقیدہ مشرک کی صورت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ وہ لوگ ان بزرگوں کی سفارش حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ عبادت سے مشابہ اور ملت جلتا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ بے جا تعظیم، الفاظ کی سخاوت، اور ان بزرگوں کی ناجائز خوشامد، براعتقاد اور بُرا عمل ہے۔ گو وہ لوگ اپنے عقیدہ میں ان کی عبادت نہیں کرتے، لیکن اس مشابہت کی وجہ سے بعض اوقات ان کو بھی مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ:-

”اگر کسی کی توجہ بزرگوں کی طرف ہو اور یہ سمجھے کہ وہ میرا مطلب پورا کر سکتے ہیں جو چاہیں خداوند تعالیٰ سے منوالیتے ہیں، اور عوام کا استمداد کرنے کا طریقہ یہی ہے تو یہ خالص مشرک ہے اور بت پرستوں

کا عقیدہ یہی تھا۔“ دیکھو چہ رازِ سنت طبع اول صند
ناطلین! مشرک اور توحید کی پہچان میں یہ قاعدہ کلیہ بہت مفید ہوگا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:-

قرآن مجید پارہ ۱۵، رکوع ۶ میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:-
قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ نَزَعْنَا مِنْكُمْ (الایہ)

ترجمہ :- اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا زوں کو فرما دیجئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا نفع نقصان کے مالک سمجھے بیٹھے ہو ذرا ان کو تکلیف دہ کرنے کے لئے پکارو تو یہی! پس وہ لوگ نہ تو تکلیف دہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ بدل ڈالنے کا۔ یہ لوگ جن کو مشرک نفع نقصان کے لئے پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ کون زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے۔ (سورۃ نبی اسرائیل)

اس آیت شریف کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ یہاں بتوں اور بے جان پتھروں کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں انبیاء اولیاء یعنی مقبول بندوں کی پکار سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور منع اس بنا پر کیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ نیک اعمال کے وسیلہ سے قرب الہی ڈھونڈتے ہیں یعنی عبادت گزار بندے ہیں، رحمت کی امید کرتے ہیں یعنی اپنی جان کو نفع پہنچانے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی اپنی جان سے تکلیف دور کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ مفسرین نے سلف کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ اس جماعت سے مراد ملائکہ ہیں، یا انبیاء جیسے مسیح علیہ السلام اور عزیز علیہ السلام۔ جب معلوم ہوا کہ انہیں نفع نقصان بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو دوسرے کا نفع نقصان کجا؟ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصین سے پوچھا آج کل تو کتنے خداؤں کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے کہا سات

خداؤں کی، چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر فرمایا تجھ کو محبت اور خوف کس کا ہے؟ اُس جواب دیا صرف اس کا جو آسمان والا ہے..... الخ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کا بت پرست ہمارے بریلوی بھائیوں سے زیادہ عارف اور خدا شناس تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم الشان مقبول و معروف کتاب حجۃ اللہ بالآخر میں توحید و شرک کے متعلق یوں لکھتے ہیں:-
”توحید کے چار درجے ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔

۲۔ زمین آسمان ساری کائنات کا خالق صرف وہی ہے۔ یہ دونوں نمبر توحید و نصاریٰ اور بت پرست بھی مانتے ہیں۔

۳۔ زمین آسمان کے اندر تدبیر اور انتظام صرف اسی کا ہے۔

۴۔ اُس کے بغیر کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ تیسرا اور چوتھا نمبر آپس میں لازم ملزوم ہیں، اور ان دونوں قسموں میں لوگ مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ ستارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ستارے عبادت کے حق دار ہیں۔ ان کی عبادت دنیا میں فائدہ دیتی ہے اور ستاروں سے حاجت مانگنا برحق ہے۔ کیونکہ انسان کی تندرستی، بیماری، نیک بختی بد بختی اور روزانہ حوادث میں ان کا دخل ہے۔ بت پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بڑے بڑے کام تو خداوند تعالیٰ خود کرتے ہیں اور جن کاموں کا خدا تعالیٰ قطعی فیصلہ کر دیں، اور مخلوق کے لیے گنجائش اختیار کی نہ چھوڑیں، ان کاموں میں تو کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں ہے لیکن نیک بندوں نے جب خداوند تعالیٰ کی عبادت کی اور قُرب حاصل کر لیا تو اللہ نے ان کو خدائی عطا کر دی ہے اس لئے وہ عبادت کے حق دار ہو چکے ہیں جیسے کوئی شہنشاہ۔ غلام کو خدمت کے سلسلہ میں شاہانہ خلعت یعنی جوڑا پہنا کر کسی شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس شہر والوں پر وہ با اختیار حکمران

ہو جاتا ہے اور اس بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نائب کی بالاداری ضروری ہو جاتی ہے اس اصول کے تحت میں شرک کہتے ہیں کہ بتوں کی عبادت ضروری ہے تاکہ قرب الہی نصیب ہو مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں، اپنے بندوں کی سفارش کرتے ہیں ان کے کام بناتے اور مدد کرتے ہیں، اپنی توجہ درست کرنے کے لئے انہوں نے رسول کے نام پر پتھر کے بت بنائے لیکن پچھلے لوگوں نے خاص ان پتھروں کو معبود بنالیا، عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قُرب الہی اور عام مخلوق پر بلندی حاصل ہے اس لیے ان کو بندہ یعنی انسان نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی بے ادبی ہے اور ان کی شان سے بے خبری اور بے پروائی ہے۔ اس وہم کی وجہ سے بعض نے ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور بعض نے اس وہم پر کہ خداوند تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اُتر آیا ہے خود خدا کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان کے شجرات عجیب و غریب تھے پھر یہ تینوں فرقے لمبے چوڑے دعوے کرتے اور نزاعات کہتے ہیں۔

..... الخ حجۃ اللہ بالآخر ص ۵۹

”علم۔ تدبیر۔ یعنی دنیا کا انتظام چلانا، عظمت، شرف، قوت ہر ایک کے دو درجے ہیں۔ ایک نہایت بلند درجہ ہے جو اسباب کی دنیا سے بالاتر ہے، یہ خداوند تعالیٰ کے لائق ہے۔ دوسرا درجہ اسباب ذرائع اور وسائل سے تعلق رکھتا ہے یہ انسان کو حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں درجوں کو بیان کرنے کے لیے بعض اوقات ایسے الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں جو قریب قریب اور شبہ پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ برہنہ نے اپنی قوم کو شرک کی حقیقت اور دونوں

درجوں کا فرق سکھایا اور یہ بتانا کہ بلند اور متقدس درجہ فقط خداوند تعالیٰ کے لئے ہے اور دوسرا درجہ مخلوق کے لئے ہے اگرچہ الفاظ شبہ پیدا کرنے والے اور قریب قریب ہوں انبیاء علیہم السلام جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کے صحابہ اور دین کے حاملین اس دونوں درجوں کے فرق کو قائم رکھتے ہیں، لیکن ان کے بعد نالائق جانشین آتے ہیں جو نماز کو ضائع کرتے اور خواہشات پرست ہوتے ہیں۔ وہ لوگ گول مول ملتے جلتے لفظ کے دوسرے معنی کر لیتے ہیں، جیسا کہ بریلویوں نے، محبوبیت اور شفاعت کا دوسرا مطلب لے لیا یعنی محبوب کا معنی معشوق کر لیا، اور شفاعت کو دنیاوی سفارش جیسا سمجھ لیا۔ اور جیسا کہ ان ہر یوی، لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور ایام اللہ کی کرامات، اور علمی انکشافات کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ اللہ کا علم اور اللہ کی طاقت انبیاء و اہل بیت میں منتقل ہو کر آگئی ہے (اب یہ کمال ان کے ارادہ اور اختیار سے ظاہر ہو رہے ہیں) اس مرض کے سید کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض تو وہ ہیں جو خداوند تعالیٰ کے جلال اور بزرگی کو بالکل معمول گئے ہیں، اب وہ عبادت بھی غیر اللہ کی کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں بھی ان سے مانگتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ کے طور پر وہ جانتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

۲۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کا سرور اور مالک تو اللہ ہی ہے اور انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ کبھی کبھی بعض بندوں کو شرف اور خدائی کا لباس پہنا دیتا ہے اور بعض خاص اپنے کاموں پر ان کو تصرف بخش دیتا ہے اور ان کی سفارش

منظور کر لیتا ہے جیسا کہ کوئی بڑا بادشاہ اپنی رعایا پر بڑے بڑے افسر مقرر کرتا ہے تو تمام چھوٹے چھوٹے معاملات ان کے سپرد کر دیتا ہے اور بڑے بڑے اہم کام اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس عقیدہ کے بعد اس مشرک کی زبان ان بزرگوں کو بندہ کہنے سے جھجکتی اور رکتی ہے۔ اس کے دل میں یہ دوسرا آئینہ اتنی بڑی شان اور طاقت والوں کو بندہ کہہ کر سب لوگوں کے ساتھ برابر کیسے کوڑوں اس لئے وہ شخص اللہ کا بندہ اور انسان کہنے کی بجائے اللہ کے بیٹے اور اللہ کے لائے کہتا ہے اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کا بندہ کہنے لگتا ہے، جیسے عبدالمسح، عبدالغزی، عبدالقادر، وغیرہ تمام یہود و نصاریٰ، مشرکین اور ہمارے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے منافقین میں سے بعض غالی اسی مرض کے مریض ہیں (حجۃ اللہ بالہ صلاۃ بیان حقیقت تحریر)

نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اقسامِ مشرک کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”مشرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بعض بزرگوں سے متعلق یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزات، کرامات، اور عجائبات ان کے ہاتھ پر اس لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ کسی صفتِ کمال کے ساتھ متصف ہو چکے ہیں جو انسانوں میں نہیں بلکہ صرف خداوند تعالیٰ ہی پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر خداوند تعالیٰ کسی بندہ کو خدائی کا لباس پہنا دے، یا انسان فنا اور بقا کے درجہ میں پہنچ جائے یا اس قسم کے اور خرافات..... پس ہم چاہتے ہیں کہ تجھے چند ایسی باتیں بتا دیں جن کو شریعتِ محمدیہ میں مشرک کی علامات قرار دیا گیا ہے ۱۔ مشرک لوگ بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہو گیا

لَا تَجْعُدُوا لِلشَّمْسِ (الایہ)

۲۔ مشرک لوگ بیماری کی شفا اور دولت وغیرہ حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، ان کے نام کی سنت مانتے تھے، اور ان سنتوں کی برکت سے اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے تھے اور برکت کی خاطر ان کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ناز میں آیاتِ نَجْدَہَ اَیَّاکَ لَسْتَعِیْنُ کہنا ضروری کر دیا اور فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اِٰسْدًا۔ پکارنے کا مطلب عبادت نہیں بلکہ استعانت ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا اِنَّا ہَدٰیْکَ تَدْعُوْنَ حٰی کُنْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ (الایہ)

۳۔ شرک کا ایک موقع وہ ہے کہ یہود نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں کو رب مانتے تھے اس اعتبار سے کہ ان کی حرام حلال کی ہوئی چیز کو حقیقتاً حرام حلال سمجھتے تھے اور یہ درجہ صرف خداوند تعالیٰ کا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حلال حرام کی نسبت کرنا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کا فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اور مجتہدین کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حدیث سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ یہ تینوں نمبر شرک کے ٹھکانے اور سانچے ہیں۔

حجۃ اللہ ابالغ ص ۳۲

خاطر میں! آپ سمجھ چکے ہیں کہ آج ہم دنیا میں جتنا شرک مٹوا ہے۔ عطا کی آڑ میں ہوا ہے۔ بریلوی حضرات بس اتنی بات پر غور فرمائیں کہ مساوی دھرم کا دوسرا خدا جو ذاتی طور پر قدرت، علم وغیرہ صفات رکھتا ہو دنیا میں آج تک کسی بے وقوف نے مانا بھی ہے؟ اور کیا مکہ کے مشرک، بتوں کو یا بزرگوں کی رُوحوں کو، یا نبیوں ولیوں کو ذاتی قدرت کے مالک سمجھتے تھے؟ اگر ایسا نہیں

ہے تو آپ کے اور ان کے عقیدہ میں اُصولی فرق کیا ہے؟
۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات سے آپ کو مشرکین کے طور اطوار اور رنگ ڈھنگ سب معلوم ہو چکے ہیں۔ ایک بار پھر تحقیق سے پڑھ لیجئے اور پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بریلوی معتبر کتابوں کے بیس حوالے بھی پڑھ لیجئے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ بریلوی فرقہ میں تمام گزری ہوئی مشرک قوموں کے عقائد اور خیالات کی کتنی بھرمار ہے۔ اور جب ذمہ دار علماء کی یہ حالت ہے تو دعا غلط طبقہ نے جو اندھیری چپا رکھی ہے اُس کا کیا ٹھکانا؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے کم تھی ہر شخص نے اس پر اضافہ کیا تو آج یہ حالت ہو گئی پھر عوام کی سطح ذہن کا تو خدا حافظ جو مٹی بھر تیرک کے لئے رات بھر اُونگھتے رہتے ہیں۔

تنقیح مسئلہ

سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی قوتیں تمام انسانوں، جنوں، اور فرشتوں سے اعلیٰ افضل اور اکمل ہوتی ہیں، البتہ امام غزالیؒ اور بعض دوسرے علماء کا یہ خیال ہے کہ ملائکہ مقربین کا علم انبیاء سے بہت زیادہ ہے۔

(دیکھو کمیائے سعادت بیان توکل سے ذرا پہلے)

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کے کرامات ان کے اختیار میں نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام بھی اس دنیا کی زندگی میں اسباب کے ماتحت کام کرتے تھے۔ مافوق الاسباب یعنی اسباب سے بے نیاز ہو کر کام صرف اللہ کی شان ہے کیونکہ وہ کُن کا مالک ہے جب خداوند تعالیٰ چاہیں اسباب کا سلسلہ توڑ کر نبی کے ہاتھ پر معجزہ، اور ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر فرما دیتے ہیں۔ شیخ

عبدالحق محدث دہلویؒ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:-

”معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے۔ نہ رسول کا۔ اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ کے بنائے ہوئے دستور کو توڑنا بندہ سے ممکن نہیں (۲۵)

یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ انبیاء علیہم السلام کی خواہش کے باوجود معجزہ نہیں ظاہر ہوتا چنانچہ کافروں نے جب معجزات کا مطالبہ تیز کر دیا، اور ان معجزات کا ظاہر کرنا خداوند تعالیٰ کو منظور نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے۔ خداوند تعالیٰ نے آپؐ کو صبر کی تلقین کے طور پر فرمایا: **وَإِنْ كَانِ كِبَرُ عَلَيْنَا** **وَأَعْرَضْنَا عَنْهُمْ تَائِبِينَ** ترجمہ:- اے میرے پیارے رسول! اگر آپ پر کافروں کا اعراض و انکار گزرتا ہے (اس لئے دل چاہتا ہے کہ جو معجزے وہ مانگتے ہیں مل ہی جائیں) تو اگر آپ کو یہ طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیر بھی لگا کر معجزہ لا سکتے ہو تو لاؤ۔ خداوند تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے۔ آپ جابلوں سے رہنما یعنی میری حکمت پہنچانے والا۔ قرآن مجید (پڑھا)

قرآن کریم کی آیت صاف تباری ہے کہ معجزہ اور کرامت دکھانے کی کوئی مستقل قوت انبیاء اولیاء کے پاس نہیں ہے۔

۳۔ مشرکین کا عقیدہ شفاعت معجزہ وغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو شفاعت اور معجزہ وغیرہ ہر قسم سے تصرفات کی طاقت اور اجازت دے رکھی ہے۔ جب شفاعت یا کسی قسم کا تصرف کرنا چاہیں اس وقت خصوصی اذن اور خصوصی اجازت کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ کو بار بار رد کیا۔ ارشاد ہوتا ہے: **قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا** ترجمہ:- آپ فرمادو کہ (اے یہودیو! اے عیسائیو! اے بزرگوں کے بت بنا کر پوجنے والے عرب کے جابلو! اے دنیا بھر کے مشرکوں! پکارو ان لوگوں

کو کہ تم نے خدائی کا بھتہ دار سمجھ رکھا ہے وہ ذرہ برابر کسی چیز کا مالک اور اختیار نہیں رکھتے، نہ آسمانوں میں، نہ زمین میں۔ نہ ان کی کوئی طاقت ہے، نہ ان سے اللہ کا کوئی مددگار ہے۔ اور خدا کے سامنے شفاعت کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے واسطے جس کے متعلق وہ اجازت دیوے۔ (پارہ ۲۲ رکو ع ۹)

بریلوی حضرات عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ آیات ثبت پرستوں کے متعلق ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ قرآن مجید ہیودوں و نصاریٰ اور تمام مشرکین کی تردید کے درپے ہے۔ قرآن مجید گرتوں کی خدائی کا منکر ہے تو عبلی علیہ السلام کو مالک اور مختار ماننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس آیت نے نہایت بیان کیا ہے کہ جہاں ملکیت اور اختیار ہوتا ہے وہاں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو شخص مالک نہیں ہوتا وہ ہر وقت اجازت کا محتاج ہے۔ اسلام کے متفقہ اصول ہیں۔ لیکن بریلوی علم کلام سرا سر ان کے خلاف ہے۔ مولوی احمد رضا خاں، الامن والاعلیٰ ص ۲۰ طبع نظامی میں فرماتے ہیں:-

”رب عز وجل نے انہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو ظاہری جوارح یعنی اعضاء اور سمیع بصر یعنی کان اور آنکھ کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں غرق عبادت فرمادیں یعنی معجزہ دکھائیں منیبات (یعنی غائب چیزوں) کو معلوم فرمائیں چاہیں نہ فرمائیں“

ناظرین! یہ عبارت پڑھ کر ایک مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے مولوی صاحب نے غضب کر دیا۔ آج تک علماء اہل سنت، بلکہ مسلمانوں کے کسی مسئلہ فرقہ کے عالم نے یہ ٹوکان نہیں گھڑا تھا۔ رسالہ رضوان اینڈ کمپنی متوجہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے بدعت کی بدھشی کا کتنا سخت ڈکار لیا ہے جس کی بدولت بے فضاغی عالم متعفن نظر آتی ہے۔ آج تک علماء اسلام میں اتنی تجرات کسی نے نہ کی بریلوی جنت کار رضوان جواب دے کر کیا آپ کے یہی عقائد ہیں یا کچھ اور؟ اور اس

عقیدہ کی کوئی صریح دلیل بھی آپ پیش کر سکتے ہیں، اور پھر یہ بھی بتائیں کہ معجزہ دکھانا اگر انبیاء کے اختیار میں ہے تو یہ انبیاء کا فعل ہوا، اور انبیاء ان کے حقیقی فاعل ہوں گے۔ کیونکہ جو کام ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں، ہم ان کے کاسب اور فاعل حقیقی ہیں۔ مگر آپ کی چرائع ہدایت "تو یہ کہتی ہے کہ تیسرا بیٹے علیہ السلام کے ذریعہ جو مرد سزا دیتے، اور مریض صحت یاب ہوتے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا" ص ۱۲ ایسی بے شمار عبارتیں دیکھنے کے بعد بریلوی علماء کے متعلق بندہ کی رائے بدل رہی ہے۔ اس جماعت میں خیالات کی پریشانی اور انتشار بہت ہے۔ رسالہ "رضوان" کہتا ہے کہ ہم اگر کسی فعل کی نسبت انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی طرف کرتے ہیں تو محض مجازی عطائی ہوتی ہے چرائع ہدایت ص ۱۳۔ اور مولوی احمد رضا صاحب حقیقی عطائی کے قائل ہیں جیسا کہ آپ حوالوں میں پڑھ چکے ہیں۔ "رضوان" تو چرائع سنت کی ملامت اور "النیر" کے عتاب سے بہت کچھ سیدھا ہو چلا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں تو ہر دیوبندی کو جو مولانا محمد قاسم وغیرہ کو کافر نہ کہے کافر کہتے ہیں، لیکن رسالہ "رضوان" ان عقائد سے بیزار ہے۔ یہ بے چارہ لکھتا ہے:-

"اسی طرح ہم مطلقاً تمام دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہتے، البتہ ان میں سے ان کو ڈنکے کی چوٹ کا فرد مرتد دائرۃ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ان کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقاید کفریہ سے توبہ بھی نہیں کی ہے کیونکہ حضور کی توبہ نہ کرنے والے کو کافر سمجھنا ضروریات دین سے ہے۔" رسالہ "رضوان" حزب الاخوان لاہور جلد ۲ شمارہ ۳۳، ۳۴ ص ۴۴

معلوم ہوا کہ رسالہ "رضوان" کی نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر نہ کہنے والے تمام دیوبندی اور وہابی مسلمان ہیں۔ گویا کہ "رضوان" کی

اللہ میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے والا خود تو کافر ہے لیکن دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے مسلمان سمجھیں، کافر نہ سمجھیں کیونکہ اگر گستاخ کو کافر کہنا ضروریات دین میں سے ہوتا تو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہوتا اور وہ "رضوان" کی نظر میں پکا مسلمان ہے۔ "رضوان" کی عقل پر حیرت آتی ہے کہ ایک طرف تو توبہ کرنے والوں کو کافر کہنا ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ دوسری طرف ضروریات دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہے۔ ہم سے پوچھو تو واقعی گستاخ کو بھی کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے رسالہ "رضوان" کو حالات زمانہ کی نظر چھٹاڑنے ایسا مبہوت کر دیا کہ بالکل احمد رضا بن گیا اور وہ بات تو بڑی مشہور ہے کہ مولوی احمد رضا صاحب نے اپنی کتاب کو کبر شہابیہ میں مولانا اسماعیل شہید کو شریعت و جہ سے کافر قرار دیا ہے اور اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں معاذ اللہ بہت گستاخیاں کی ہیں لیکن آخر میں لکھتے ہیں:-

"یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر یعنی مولانا شہید کے پیرو اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتقریح توبہ اور رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض واجب ہے"

اتنا زور لگانے کے بعد مولوی احمد رضا صاحب کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور آخر میں دو سطریں لکھ کر ساری محنت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کافر کہنے سے زبان روکنا مناسب مختار پسندیدہ اور بہتر ہے (یعنی) دیکھو کہ کبر شہابیہ لازمی عقائد

مطلب یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں معاذ اللہ شریعتاً گستاخی کرے اس کو کافر نہ کہنا بریلوی عقیدہ میں بہت بہتر ہے دیکھا تو اسلام بریلوی جماعت کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بانی مذہب کی واضح عبارتیں ہمارے سامنے ہیں؟ ۱۔ تمام دنیا کے سب معاملات

موت زندگی اور ہر قسم کے واقعات حجابات ضروریات الغرض کن سے پیدا ہونے والی تمام چیزوں عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر غیر خدا کا فعل قرار دینا کی توحید ہے جیسا کہ حوالہ نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ بجائے لیکن نمرد و شریف نے بھی تو اتنا ہی کہا تھا اَنَا اَحْيِي وَ اَمِيْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس لیے نمرد صاحب تو بڑے عالی درجہ عارف معلوم ہوتے ہوئے بھی کاش کر ان کی قبر پر جھنڈا لگا کر عرس شریف کیا جاتا۔ یاد رہے کہ غیر خدا میں ساری مخلوق آجاتی ہے۔

۲۔ حوالہ نمبر ۲ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ کے نائب مطلق قرار دیتے ہیں۔ نائب مطلق کا مطلب جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ آپ کی ذات میں خداوند تعالیٰ کی تمام قوتیں اور صفات موجود ہیں خداوند تعالیٰ کے سب کام نائب کے طور پر آپ کرتے ہیں۔ رسالہ رضوان اس عقیدہ کی مشکلات کو محسوس کرتا ہوا اہل حدیث کے پیشوا امام ابن تیمیہ کی گود میں گھس جاتا ہے۔ لکھتا ہے:-

”مختار کل کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو امام ابن تیمیہ کا ہے یعنی اللہ نے حضور کو اپنا قائم مقام بنایا ہے، امر وہی اخباریان میں، مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے حکم اور منع کی ہوتی چیزیں، اللہ کی تباہی ہوتی خبریں، اور قرآن کے بیان میں آپ خداوند تعالیٰ کے نائب ہیں۔“ چراغ ہدایت ص ۱۷۰ (بالمنیٰ)

یہ حوالہ دیکھ کر ہماری حیرانی کی انتہا ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر میں مختار کل کا کیا معنی بیان کرتے ہیں اور آج معمولی گرفت پر کہ صر بھاگے جائے ہیں؟ خدا کے بندو! اگر مختار کل کا عقیدہ آپ کا اتنا ہی ہے جتنا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا، تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ او ایک ہو جائیں اور قوم کی مصیبت سے خارج رہے کہ شیخ الاسلام کا لفظ نادر شامی نے استعمال کیا ہے۔ (ربا ق)

کریں۔ لیکن اگر باقی کے پاس دو قسم کے دانت ہوں تو پھر مصیبت سخت ہے۔ کیونکہ آپ لوگ عوامی پیچ پر غبار کل کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تشریح اور کمون کے مالک ہیں جنت و دوزخ کے مالک ہیں، ہر چیز پر مختار ہیں۔ ۳۔ مالک قادر وغیرہ الفاظ مستقل قوتیں اور طاقتیں عطا ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ معجزہ ظاہر کرنا بھی انبیاء کے اختیار میں سمجھتے ہیں مالک وہی ہوتا ہے جس کو اذن کی ضرورت نہ ہو، جو چاہتے اپنی مرضی سے کر کے ملکیت اگرچہ عطائی ہو اذن اور اجازت کو ختم کرتی ہے۔

۴۔ حوالہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ سے ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے شارح سمجھتے ہیں، حالانکہ شارح قطعی طور پر خداوند تعالیٰ ہے۔ ”رضوان“ تو اس معاملہ میں کافی محتاط نظر آتا ہے لیکن بانی مذہب کے صریح الفاظ موجود ہیں اس لئے ہم کو بریلویت کا مرکزی نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے بریلی شریف جانا پڑتا ہے۔

۵۔ بعض جگہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اذن الہی کی قید بھی لگائی ہے، مگر واسطہ فی الثبوت اور حقیقی عطائی انصاف حقیقی کے الفاظ لکھنے کے بعد انہوں نے بڑی وضاحت سے لکھ دئے ہیں اذن کا لفظ فضول اور بے معنی ہو جاتا ہے حقیقی عطا کے معنی ہی یہی ہیں کہ ایک دفعہ ہی قوت دے کر اذن دے دیا کہ جو چاہیں کریں۔ یہ اذن تو تمام مشرکین اور یہود نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ اس کا توحید سے کیا تعلق؟ بہر حال یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات علماء دیوبند اس حقیقت کے انکشاف کے بعد بریلوی جماعت کے معاملہ میں مزید غور فرمائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بریلوی حضرات اس تشبیہ تعطیل، شرک اور تحریف کے خطرناک جنگل میں کیوں بھٹک رہے ہیں؟ جہاں تک بندہ مؤلف کی تحقیق کا تعلق ہے بریلوی علم کلام تمام کا تمام استفادہ ناقص کی پیداوار ہے کسی ایک

۱۶۱ ابن تیمیہ کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شمسۃ اللغات میں لکھا ہے ”اُوَ اَكْبَرُ عَدُوِّنَا“ یعنی وہ بہت بڑے محدث ہیں۔ (ریز دانی)

بعض نے ان کو سہارا دیا ہے لیکن یہ وہی دور ہے جب
عالم اسلام میں پھوٹ رہی تھی۔

ان حدیث کے الفاظ اور مضامین کو کھینچنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو:-
حدیث کی کتابوں میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب کی حالت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ دی گئیں۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اور مجھے اے صحابہ! تمہارے متعلق شرک کا ڈر تو نہیں ہے، البتہ اس بات کا ڈر ہے تم ان خزانوں میں ایک دوسرے کی ریس کرو گے۔

(باب علامات النبوت بخاری شریف)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ
الفتوحات کے زمانہ میں بیان کر دیا قد ذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وانتم تنسثونہا۔ حضرت ابو ہریرہ صحابہؓ کو فرماتے ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم لوگ اب ان خزانوں کو نکال
رہے ہو، یعنی فتوحات کا مال غنیمت جو آپؐ کی امت کو ملنے والا تھا اس کی
کچھ بچری آپؐ کو سنائی گئی، اور یہ بھی آپؐ نے بتا دیا کہ خزانوں سے مراد ہی مال ہے
جب مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گا تو زینت، آرائش یا مال جمع کرنے کا مرض نکل
جائے گا۔

حدیث کے الفاظ خود حدیث کی تشریح کر رہے ہیں کہ خزانوں سے ملو دنیا کا مال ہے جو آپ کے بعد آپ کی امت کو ملنے والا ہے۔ علامہ سندھی حاشیہ بخاری پر فرماتے ہیں: خواب میں خزانوں کی چابیاں ملنے کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو مال عزت حکومت، علم اور حکمت ملنے والی ہے۔“ (صفحہ ۱۵ مصری)

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے فرمایا ہے :-

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى سُلْطَانِهَا وَمُنْكَهَاهَا وَفَتْحٌ

۴۰

جُزئی واقعہ کی بنا پر یہ لوگ ایک قاعدہ کلیہ بنالیتے ہیں قیاس مع الفارق بھی ان کا ایک ہتھیار ہے جو نیا نئے کرام کے کشوف اور شطحیات یعنی حالتِ سُکر کا کلام بھی ان کے ہاں سند ہے ضعیف روایات ان کی دال روٹی ہے۔ کسی صاف اور سیدھی بات کو اپنے موقع اور سیاق سے اٹھا کر بہت زیادہ پھیلا لیتے ہیں، بہت زیادہ کھینچتے ہیں کہ تحریف اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کھانا کھلایا تو بریلوی علم کلام اس سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ آپ ساری کائنات کے رازق ہیں، اول سے آخر تک ساری مخلوق کو روزی آپ دیتے ہیں، اگر پانی پلایا تھا تو اس کا مطلب نکلے گا کہ دنیا کے تمام پانی آپ کی ملکیت ہیں، تمام مخلوق کو آپ پانی پلانے ہیں، سمندروں کے مالک آپ ہیں، بادل برسانا آپ کا کام ہے سمندروں کی تمام پیداوار آپ کی ملک ہے۔ بندہ متوقف نہ ہو کہ غور کیا ان کے دلائل میں تقریب تو کجا محض ایک شاعرانہ تخیل ہوتا ہے جو گل و بلبل اور شمع پر دانہ کے افسانہ کی طرح عوامی جذبات کی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کی پھونک سے حضرت مریم کا بیٹا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیر پریش کو بیٹا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچے کہ اس بات کا اس سے کیا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے اس واسطے گیارہویں شریف قرآن سے ثابت ہے مولوی محمد عمر صاحب نے اس علم کو اور بڑھایا ہے وہ فرمایا کرتے ہیں وَالْفَجِی وَیَالِ عَشْرِ دَاشْفَعِ وَالْوُتْدِ دس راتوں کے بعد دو اور ہوئیں تو بارہویں شریف ثابت ہو گئی اور دس پر ایک گیارہویں شریف ثابت ہو گئی۔ لیکن نہ معلوم مولوی صاحب کو تیرہویں شریف سے کیا عداوت ہے ورنہ وَاللَّیْلِ إِذَا یَسِرَ بِی رات ملا تیرہویں شریف بھی بن سکتی ہے اور وَالْفَجِی کو ملائیں تو جو دھویں شریف بھی تیار ہے۔ چوتھے درجہ کے محدثین جن کا ذکر چراغ سنت طبع اول ص ۱۲ پر آچکا ہے اس مذہب کا سہارا ہیں متاخرین فقہا حنفیہ

لہ المتوفی ۱۳۱۵ھ دسمبر (ریزدانی)

بِلَادِهَا وَ اخَذَ خَزَائِنَ اَمْوَالِهَا

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ خزانوں کا مطلب زمین کی حکومت، بادشاہی، اور شہروں کا فتح ہونا، اور ان مفتوحہ شہروں کے خزانے حاصل ہونا ہے (نوری ص ۲۴۵)

نیز فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ کی اُمت زمین کے خزانوں کی مالک ہو جائے گی۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا (نوری ص ۲۴۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپ کا دین اور ملت ساری زمین پر پھیلے گی“ (اشعۃ التلعات کتاب الرد یا ص ۶۹) نیز فرماتے ہیں:-

”مراد فتوحات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کھولیں مشرق مغرب کے خزانوں سے“ (رد ص ۴۹)

لیکن بریلوی حضرات اس حدیث کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ تمام زمین کی دولت جو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے تاقیامت تقسیم ہو رہی ہے آپ ہی سب کو بانٹ رہے ہیں کیونکہ خزانہ سے مراد ہر قسم کے خزانے ہیں، پھر اعطائے گئے ہیں اس مضمون کو جدھر چاہیں لے جاتے ہیں۔

اسی طرح قاسم کا لفظ ہے۔ قاسم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا نام ہے۔ اس کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا۔ جس قدر فیوض و برکات آپ نے صحابہؓ میں تقسیم فرمائے ہیں ان کا خلاصہ و چیزیں ہیں علم اور مال۔ اس لیے یہ لفظ حدیث کے باب العلم میں یا باب الصدقہ میں آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم میں حضرت معاذؓ کی حدیث ہے:-

”جس شخص کے ساتھ خداوند تعالیٰ کو بہتری منظور ہو اسے دین

کی سمجھ دے دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:-

”میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دین کی سمجھ جتنی اور جس کو چاہے خداوند تعالیٰ دینے والا ہے۔“

حضرت ملا علی قاریؒ نے مرقاة میں یوں فرمایا ہے:-

”یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کی سمجھ درجہ بدرجہ کم و بیش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ میں سب کو مساوی رکھتے تھے، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ تقسیم سے مراد مال کی تقسیم ہے یعنی میں مال تقسیم کرتا ہوں لیکن دینے والا اللہ ہے۔ اس لئے اگر کسی کو کم ملے تو ناراضگی نہ کرنا کیونکہ اللہ کے حکم سے دیتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ علم کی تقسیم کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں جمع بھی ہو سکتی ہیں۔ (مرقاۃ ص ۲۲)

مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تقسیم کا مطلب یا دین کی تبلیغ ہے یا صدقات اور مال غنیمت کی تقسیم۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں قاسم کا لفظ سوال سے منع کرنے کے باب میں آیا ہے، اور امام نووی نے اس کی شرح میں فرمایا:-

”دینے والا تو حقیقت میں اللہ ہے۔ میں دینے والا نہیں ہوں میں تو خزانچی ہوں اس مال کا جو میرے پاس ہے۔ پھر میں تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم ملا ہے۔ پس سب کام اللہ کے شیت اور تقدیر سے ہیں۔“ (نوری ص ۳۳)

اس مضمون کو بخاری شریف کی حدیث زیادہ صاف کر رہی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا رُغْطِیْکُمْ وَلَا اَمْنَعُکُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حِیْثُ اُرِیْتُ ترجمہ: میں نہ دے دینے والا ہوں نہ ہی روکنے والا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے

والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف باب الغنائم ص ۳۳)
اس حدیث میں بریلوی کا عطائی اصول جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ مال کا تقسیم کرنا
ایسا کام ہے جو حقیقتاً آپ کے سپرد تھا۔ بے شک آپ اپنے ہاتھ مبارک
سے دیتے اور آپ اس کام کے حقیقی فاعل تھے۔ لیکن اسلام کی توحید
اتنی نازک ہے کہ حقیقت کو بھی مجاز بنایا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں دینے
والا میں نہیں ہوں اللہ تعالیٰ ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا اور بانٹنے والا
ہوں جتنا جتنا اللہ کا حکم ہوتا ہے اسناد تیا ہوں اپنی مرضی کا مالک مال
بانٹنے میں بھی نہیں ہوں۔ اس قدر سمجھایا کہ عطائی بشرک کی جڑ کاٹ دی،
لیکن افسوس کہ جاہل بریلوی اسی قاسم کے لفظ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ حضور تقسیم
کرنے والے ہیں تقسیم کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے تھوڑا دے یا بہت۔
اس لیے ہم کو تقسیم کرنے والے سے مانگنا چاہیے۔ دینے والے نے تو بانٹنے والے
کے سپرد کر دیا۔ اب بانٹنے والے کی مرضی پر ہے۔

بریلوی حضرات نے صرف اس حدیث کو کتنا کھینچا ہے دیکھو۔

۱۔ حدیث میں صرف مال یا علم کا ذکر ہے، یہ لوگ تمام دنیا کی نعمتیں مراد
لیتے ہیں۔

۲۔ مال یا علم کی تقسیم بھی اس وقت تھی جب آپ دنیا میں تشریف رکھتے
تھے، کیا اب بھی حضور مال غنیمت تقسیم کرتے ہیں، لیکن بریلوی حضرات ایک
وقتی بات کو دائمی بنا رہے ہیں سب کام جو آپ دنیا کی زندگی میں کرتے
تھے اگر اب بھی جاری ہیں تو جہاد وغیرہ کہاں ہے؟ یوں کہنا چاہیے کہ آپ کے
فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے آداب باقی ہیں، آپ کا دین اور سنت
آپ کے قائم مقام ہے۔

۳۔ آپ نے تو فرمایا بانٹنے میں میرا کوئی اختیار نہیں، میں مختار نہیں بلکہ
حکم کا پابند ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں دیتا ہوں اور یہ لوگ کلی اختیار کا عقیدہ

مجاز کی بحث

خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرتے وقت یہ بات تو کہی جاتی ہے کہ اس
کی صفات بھی نرالی اور بے مثال ہیں، اس کی ذات جیسی ذات، صفات جیسی
صفات، افعال جیسے افعال کسی کے نہیں ہیں۔ اور سورہ اتفاق سے جاہل قوموں
نے چونکہ خدائی صفات انبیاء و پیاد کے لئے ثابت کی ہیں اس لئے مجبوراً یہ
کہنا ہی پڑتا ہے کہ خدا کے پیارے خدائی صفات سے خالی ہیں لیکن یہ مقام
نازک ضرور ہے بعض توحید کے مدعی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک رسولوں
کی بلند شان میں گستاخانہ اور بے باک کلمات نہ کہے جائیں خداوند تعالیٰ کی توحید
بیان ہی نہیں ہو سکتی یہ بھی مراسر غلطی ہے۔ اور محبت رسول کے دعویدار یہ سمجھتے
ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرنا، اس کی صفات کو غیروں سے نفی کرنا رسولوں
کی جناب میں گستاخی ہے، یہ بھی مراسر جہالت ہے، افراط و تفریط کے علمبردار
اس کشمکش میں ایک پہلو کو زیادہ روشن کرتے تو دوسرے پہلو کو دبا دیتے ہیں
اس لئے ادب اور بے ادبی کا کچھ معیار بھی ہونا چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلا معیار نیت اور ارادہ ہے اور نیت کا اس معاملہ میں اتنا

خداوند تعالیٰ نے ان کو کچھ گناہ نہ تھا، اور خداوند تعالیٰ نے یا آیتھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا اس لئے فرمایا کہ مسلمان کہنا چھوڑ دیں تو یہودی بھی کہنا چھوڑ دیں۔ جہاں توحید کا بیان چل رہا ہو وہاں خدائی صفات بیان کرتے وقت یہ کہنا پڑتا ہے کہ گناہ نہ تھا، دعا قبول کرنا، پیدا کرنا، موت، زندگی، رزق، روزی، مصیبتوں کا دور کرنا، مشکلات کو آسان کرنا، اور دنیا کے تمام معاملات اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ نہ ذاتی نہ عطائی طور پر۔ کیونکہ ذاتی کا تو کچھ جھگڑا ہی نہیں، البتہ یہود و نصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے متعلق معطل کے قائل ہیں۔ اور مسلمانوں کے دین میں ایسی عطا کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ انبیاء کے لئے نہ اولیاء کے لئے۔ واضح رہے کہ عطائی کے ارکار کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور ذرائع سے مستغنی اور بے نیاز ہو کر مافوق الاسباب طور پر کوئی کام کرنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ کون کے حکم سے کرتے ہیں کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ورنہ عطا کا وجود تو مسلم ہے۔ اسباب کے دائرہ میں اختیار اور عطا تو تمام انسانوں کو حاصل ہے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے متعلق جو لوگ عطائی قویٰ مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے۔ اسباب کے دائرہ میں دنیا والے جو خدا کی دی ہوئی قوتوں کو استعمال کر کے کام کرتے ہیں یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت جب انبیاء اور اولیاء سے خدائی صفات کی ذاتی و عطائی دونوں قسموں کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معاذ اللہ بالکل عام لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں اقصاء میں کسی قسم کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں حاشا وکلا ہرگز ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین میں ایسے عجیب و غریب اور عالی شان کمالات ہوتے ہیں جو اگر کائنات

کمالات انبیاء

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم، ان کی عقل، ان کا شعور، ان کا دیکھنا سمجھنا سے بہت بہت بلند ہے جو کچھ وہ جانتے، دیکھتے سنتے کرتے ہیں، اگر ایک عامی آدمی کو یہ کیفیت نصیب ہو تو اس کی نیند آرام، جھوکا، اس تمام جسمانی نظام معطل ہو جائے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اس قدر بلند حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جسمانی نظام کو قائم رکھنے کی ایسی بہترین مثال پیش کرتے ہیں جو ناقیامت ظاہری باطنی تسبیح کی ضامن ہے۔ بھائی مسلمانو! ان کے کمالات میں صبر، دین پر مضبوطی اور محبت سے چلنا۔ نیت کا اخلاص۔ ہر بات میں خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ ارادہ کی پختگی اور العزمی۔ وقار، متانت، سخاوت، یقین کا کمال، شرح صدر، امانت، پس بولنا۔ مخلوق پر رحمت اور مہربانی فرمانا پاک وائی قبول حق، غیبی امداد۔ ساری دنیا کی محبت سے دل کا انقطاع ہمیشہ اللہ کی حمد ثنا اور ذکر و فکر و شکر میں مشغول رہنا، مال کے بجائے علم عمل کا ورثہ چھوڑنا۔ بے فائدہ باتوں کا ترک۔ دنیا کی لذات میں کمی کرنا۔ دنیا کی آرائش اور زیب و زینت سے اعراض اور نفرت دین کی نشر و اشاعت اور اقامت دین جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ ظاہر باطن کی یک رنگی۔ توکل، تسلیم، رضایہ طبع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ ان تمام کمالات میں انبیاء علیہم السلام اپنی مثال ہوتے ہیں اولیاء امت کو یہ کمالات ان کے فیض و برکت سے درجہ بدرجہ نصیب ہوئے لیکن افسوس کہ بریلوی حضرات ان کا کمال

ہستیوں میں خدائی اختیارات کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ سچی حقیقتوں کو بے حقیقت بنا چھوڑتے ہیں اور جب ہم منہ کرتے ہیں کہ خدا کو خدائی مقام دینا اس کی توہین اور بے ادبی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو بزرگ کی بے ادبی ہو گئی۔

اس تفصیل کے بعد مجاز کی بحث پر آئیے۔ ہر شخص کو خداوند تعالیٰ نے اپنے درجہ میں کچھ اختیارات عطا فرماتے ہیں مثلاً آنکھوں سے دیکھنا، کانوں سے سنانا، دماغ سے سوچنا۔ پاؤں سے چلنا، ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ۔ ان اعضاء کے ساتھ ہم جو کام کرتے ہیں وہ حقیقتاً ہمارا فعل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں جو کام اس قسم کے کرتے تھے مثلاً کسی کو مال دیا۔ کسی کو نصیحت فرمائی دین سکھایا وغیرہ وغیرہ وہ آپ کے حقیقی افعال تھے یہ قوتیں ہر شخص کو عطا کی گئی ہیں۔ ان قوتوں کی مدد سے ہم سب انسان جو کام بھی کرتے ہیں وہ ہمارے افعال کا درجہ ہیں۔ لیکن اذین الہی یہاں بھی شرط ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نہ چاہتے تو اسباب ذرائع اور وسائل بے کار ثابت ہیں۔ بندہ کے اختیار کا درجہ یہی ہے یہ بندگی کا درجہ اور دستوری معمول ہے۔ اس درجہ میں نہ بندہ پر خدائی کاشیہ پڑتا ہے نہ ترک کاشیہ و شبہ پیدا ہو سکتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور اوایاد اللہ کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں یہ چیزیں ان کی صداقت اور اسلام کی صداقت کے دلائل اور ثبوت ہیں اس لیے ان کو آیات کہا جاتا ہے ان کو ظاہر کرنا یا نہ کرنا فقط ارادۃ الہیہ پر موقوف ہے۔ انسانی کوشش اور قوت کا اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے چنانچہ رسالہ رضوان بھی لکھا ہے:-

”یعنی علیہ السلام کے ذریعے ہر مومن زندہ ہوتے اور مریض صحت یاب ہوتے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا، اور حقیقی طور پر اس فعل میں حضرت عیسیٰ کا کوئی دخل بھی نہ تھا،“ (چراغ ہدایت ص ۱۲)

یہاں تک تو رب یوی ہمارے ساتھ چلتے ہیں لیکن تنازع اس بات میں ہے کہ:

انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اوایاد کے کرامات کو ان کی طرف منسوب کرنا ان کا فعل ہے انہوں نے ایسا کر دکھایا وغیرہ کہنا جائز ہے یا نہ اور جائز ہے یا نہیں؟

مفسر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ میں صدقات اور فتوحات کا مال تقسیم فرماتے اور ان میں سے اس کے متعلق فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مال دے کر فلاں شخص کو مال دیا، اس کو مال دیا وغیرہ تو ان آیات سے یہ دلیل رکالنا کہ تاقیامت ساری دولت کو مال دولت اولاد وغیرہ وغیرہ سب چیزیں آپ دیتے ہیں اس عقیدہ کی صداقت کیا ہے؟

معجزہ دکھانے اور غیبی علوم کو دریافت کرنے کی انبیاء کے پاس مستقل قوت یا خداوند تعالیٰ جب چاہیں اس چیز کو ظاہر فرماتے ہیں؟

مجازی نسبت قائم کرنے کا حق ہر شخص کو پہنچتا ہے، یا اس میں کچھ شرائط ہیں؟

پہلی بات یعنی معجزات کو مجازی طور پر انبیاء کا فعل قرار دینا اس کی حقیقت ہے کہ مجاز عقلی کے طور پر خاص خاص حالات میں مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

ہمارا عقلی یہ ہے کہ کسی کام کو اس کے حقیقی فاعل وغیرہ کے سوا کسی دوسرے شخص

کو منسوب کر دیں جو حقیقی طور پر اس کام کو کرنے والا تو نہیں ہے لیکن سبب

وغیرہ کے درجہ میں ہے جیسے فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا پل بنایا۔ بنانے والے

حقیقت میں مژدور اور معمار ہوتے ہیں لیکن اس کے بننے میں بادشاہ کا بھی تعلق

ہے اس لیے نبویا کی بجائے مجازی طور پر بنایا کہہ دیا جاتا ہے یا جیسے آدھ لکڑی

چیر رہا ہے، لکڑی چیرنا انسان کا کام ہے آدھ ایک ہتھیار ہے اس واسطے یہ

فعل اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ایسے موقع پر کوئی قریب

اور علامت اس بات کی ضرورت موجود ہونی چاہئے کہ یہاں مجاز ہے۔ کیونکہ وہ یہ

کا قول اس کے عقیدہ کے مطابق حقیقی فاعل کی طرف منسوب ہے۔ اگر مسلمان

یہی لفظ کہے تو مجاز سمجھا جائے گا دوسرا شرط یہ ہے کہ جس چیز کی طرف مجازی

نسبت کی جاتی ہے اس فعل میں اس کی ملا بہت معنی عمل دخل ضرور ہوتا ہے جیسا کہ اسی اور بادشاہ کی مثال میں گزرا، ورنہ نسبت مجازی کی گنجائش نہیں ہے اس قاعدہ کو معلوم کرنے کے بعد بریلوی حضرات کی وہ بی عبارتیں پھر پڑھ لیجئے کہ بندہ نے نمونہ لکھا ہے۔ ان عقائد میں تمام صفات خداوندی اور ساری طاقتیں انبیاء و اویا کے لیے تسلیم کی گئی ہیں، سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں وعظرات و عوام الناس کو یہی تلقین کر رہے ہیں کہ سب کچھ انبیاء و اویا کو دے دیا گیا ہے حال عوام کو انبیاء و اویا کے حقیقی اور سچے کمالات کے اتباع سے محروم کرنے کی یہ اچھی سکیم ہے کہ ان بزرگوں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ان سے مانگو مانگو سب کچھ مانگو۔ گویا کہ وہ دین سکھانے نہیں آتے تھے دنیا بانٹنے آتے تھے ناظرین! آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہود نصاریٰ اور مشرکین سب کے سب بزرگوں میں عطا فی اختیارات مانتے تھے۔ بریلوی حضرات ان سے ایک قدم آگے ہیں۔ ان لوگوں نے مجازاً لفظ ایک نمائشی درجہ میں رکھا ہوا ہے کہ اس کی آڑ میں حضرات علماء دیوبند گرفت سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن مولوی احمد رضا صاحب نے عطا کو حقیقت کی قسم بنا کر بات کو صاف کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہر غیر خدا کے متعلق خواہ شیطان ہو تمام دنیا کے انتظامات مارنا جلانا وغیرہ وغیرہ کو منسوب کرنا شرک نہیں ہے۔ یعنی توحید ہے۔ دیکھو حوالہ ۱۹ یا درہے کہ آسمان زمین اور ساری کائنات کو پیدا کرنا بھی تکوین میں داخل ہے اور کوئی شخص اگر یہ کہہ دے کہ فلاں جانور یا فلاں کتے نے ساری دنیا پیدا کی، اور سب جہان کو رزق روزی مال اولاد و زندگی موت و حیات بریلوی علم کلام میں یہ شرک نہیں ہوگا توحید ہوگی۔ کیونکہ تکوینی امور کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا ہے لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انہو بریلوی توحید بھی تودہ درودہ کا تالاب ہے۔ چھو واسطہ فی الثبوت اور

کوئی مستقل قوت ضرور موجود ہوتی تو اذن کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح خدا
 تعالیٰ نے فرمایا اِنْ يَكُنْ اَلْفٌ يَعْلَمُوْا اَلْغَيْبِ يٰۤاٰذِنَ اللّٰهِ ہا۔ سر ۵
 ہزار! تم میں سے ایک ہزار، دو ہزار کافروں پر غائب ایسے گئے اللہ کے اذن
 سے یعنی حکم سے۔ اگر مسلمانوں کے پاس کوئی حقیقی عطائی قوت ہوتی تو حوصلہ اور
 دل دینے کی ضرورت کیا تھی؟ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کیساتھ
 اذن اللہ کا لفظ بکثرت آیا ہے یعنی قوانین فطرت اور دستورِ قدرت کو توڑنے
 کی ان میں کوئی مستقل قوت نہ تھی، بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ان کے ہاتھ پر یہ
 عجیب و غریب مظاہر ہوئیں۔ اس لیے وہ خدا نہیں ہیں۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عطائی قوت
 کے ساتھ تو اذن الہی کا لفظ آتا ہے اور آسکتا ہے لیکن حقیقی کے بعد خواہ عطائی
 تو اذن اللہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بحث کے بعد ہم مقصد پر آتے ہیں۔

بریلوی حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام کے لیے حقیقی عطائی تو توں کے
قائل ہیں اس لیے رسالہ "رضوان" کا یہ کہنا کہ ہم مجازی عطائی کے قائل ہیں اپنی
جماعت کے بزرگوں کے سراسر مخالف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ اور
حقیقی عطائی مانتے ہیں تو مالک قادر وغیرہ تمام الفاظ ان کے اسی درجہ
میں شمار ہوں گے۔ اور یہ الفاظ تو ہمارے مشترک ماحول میں عطائی طور پر
بھی مشترک کا وہم پیدا کرتے ہیں اس لئے مثنوی میں بہر حال حقیقت کا اعتقاد
رکن کی وجہ سے ان کے تمام عقائد تمام نظم و نثر اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں
ایسے الفاظ ملیں گے مجاز پر محمول نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ صلتان عبدی چونکہ
جہاں شاعر تھا اس لئے اس کے قول أَشَابُ الصَّغِيرَ وَأَفْنَى الْكَبِيرِ... الخ
الخ کو مجاز پر محمول نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے خیال میں یہ نسبتیں حقیقی
ہوں، یا حقیقی عطائی دیکھو تلخیص مختصر معانی مطبوعہ وغیرہ بحث اسناد
مجاز عقلی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کوئی صاف علامت اس بات
کی موجود ہو کہ کہنے والا مجازی طور پر کہہ رہا ہے۔ اگر کہنے والا خود کہہ دے کہ میں

عطائی کے ساتھ حقیقی کا لفظ ملا کر اسے آتنا بھاری کر دیا کہ اب اس لفظ کا اٹھنا محال ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ایسی عطائی دلیل بھی قرآن حدیث میں پایا ہے اور اس کے خلاف بے شمار دلائل صریح قرآن حدیث میں ظاہر موجود ہیں۔ لیکن مجازی عطائی کا لفظ تو پھر بھی بعض مواد میں قابل برداشت نہ تھا۔ حقیقی عطائی کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ اب ان کے پاس بھاگنے کی گلی صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بزرگ جو خدائی کام کرتے ہیں، تو اذن الہیٰ کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اذن الہیٰ کسی سوا ایک پتہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور مشرکین عطائی کے ساتھ اذن کے قائل نہ تھے۔ ہم اذن الہیٰ کے قائل ہیں جو اباسر منہ سے کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ بن جاتا ہے تو حقیقی آگ بنتا ہے اور اس میں جلانے کی طاقت خود بخود اپنی ذات میں موجود ہوتی ہے اُس کو جلانے وقت آگ سے اذن اور اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور واسطی الثبوت کا مطلب یہی ہے۔ جب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو بطور واسطی فی الثبوت خداوند تعالیٰ نے قوتیں عطا فرمائی ہیں تو پھر اذن اور اجازت کا کیا سوال باقی رہ گیا اگر اذن باقی ہے تو حقیقی عطائی کیا؟ اور حقیقی عطائی ہے تو اذن کیا؟ مولوی احمد رضا صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ معجزہ دکھانے کی قوت انبیاء میں موجود ہے جب چاہیں دکھائیں تو اس کے بعد اذن پر متوقف کوئی چیز رہ جاتی ہے۔ اذن کا لفظ تو حقیقی اور مستقل قوت کی نفی کرتا ہے۔ عطائی قوتوں کے ساتھ تو اذن کا لفظ کچھ معنی رکھتا ہے لیکن جب عطائی حقیقی ہو، اور اتنا صاف حقیقی ہو اور بطور واسطی فی الثبوت ہو تو پھر بھی اذن کی گنجائش کیا باقی رہتی ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی طاقت کے لشکر نے جاکوت کے لشکر کو شکست دی اللہ کے حکم اور ارادہ سے یہاں اذن کا لفظ اسی لئے ہے کہ نبی اسرائیل میں دشمن کو شکست دینے کی کوئی مستقل قوت موجود نہ تھی یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ شکست بھی کھائی۔ یہود و مجاہدین

طاقت کے ارادہ سے کہہ رہا ہوں تو پھر مجاز کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ بریلوی طاقت کی پذیرش اس معاملہ میں سخت مضحک ہے اور اس جماعت کے عوام کے لئے ان افعال قبر پرستی سجدہ سجود وغیرہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور یہی بریلوی دراصل بریلوی علماء کی پیدا کردہ ہے ان عوام کی پیٹھ ٹھونکنے والے ہیں جو خدائی اختیارات بزرگوں میں ثابت کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ہر ایک مبلغ کلام میں مجاز عقلی، کنایہ، تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور تمام لفظی معنوی اصطلاحات استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو لفظ قرار دے ہوں ان کا معاملہ اور ہے، سلیم بطح مرتبہ شناس حضرات کی بات اور ہے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کے کلام میں اصطلاحات علم معانی و اصطلاحات اور صنائع بدائع کا استعمال کیوں نہ ہوتا جب کہ ہم لوگ مجاز کو مجاز سمجھتے ہیں اور حقیقت کو حقیقت۔ اس تفریق سے رسالہ رضوان کی اس تمام سہزہ سرائی کا جواب نکل آیا جو چراغ ہدایت میں ص ۱۳۷ تک درج ہے۔

ثانیاً عرض ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کے معجزات کو ان کے اختیار میں سمجھتا ہو وہ شخص جب کہے گا حضرت جبریلؑ نے حضرت مریم کو بیٹا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تو اس غلط اعتقاد کی بنا پر کہے گا اس لیے اس کا معاملہ حقیقت ہے کیونکہ مجاز میں یہ شرط ہے کہ کہنے والا مسلمان ہو۔ وَصَلُّوا ذُرِّيَّتَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اور جو شخص معجزات کو اختیارات الہیٰ میں سمجھتا ہو وہ بڑے احتیاط سے قرآن اور قیود کی روشنی میں بات کرے اس کو گنجائش ہے دیکھو اذْهَبْ لَكَ خَلَا مَا ذَكِيًّا (سورہ مریم) سے پہلے رَسُوْلٌ رَّسُلًا موجود ہے۔ یعنی حضرت جبریلؑ حضرت مریم کو فرماتے ہیں مجھ کو تیرے رب نے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا بخش دوں، یعنی بیٹا دینا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کسی کو بیٹا نہیں دیتا پھر تاہم صرف تجھ کو اللہ کے حکم سے بخشے آیا ہوں۔ حضرت جبریلؑ خداوند تعالیٰ کی بخشش لے کر آئے تھے، اس لئے

بخشش کا لفظ استعمال کیا۔ دیکھو یہاں پہلے رسول کا لفظ قرینہ اور علامت ہے اس بات کی کہ بخشش مجازی طور پر ہے۔ اسی لیے معلوم ہوا کہ ایسے افراد آزادی سے استعمال کرنا جہاں شرک کا احتمال ہو خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ مگر یہ یلوی حضرات ان باریکیوں کو چھوڑ گئے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ مجازی طور پر کوئی کام اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کا اس میں کچھ عمل دخل ہو جیسا کہ آپ آری اور بادشاہ کی مثال میں پڑھ چکے ہیں۔ بخشش حضرت جبریل کی طرف اس لیے منسوب ہوا کہ انہوں نے خدا کے حکم سے چھونک ماری تھی اور وہی چھونک عین علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بنی اور آج جو بربلوی حضرات پیر بخش نبی بخش وغیرہ نام رکھتے ہیں تو یہاں چھونک کا کیا تعلق؟ پھر یہ قیاس کس قدر غلط ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرت جبریل کے متعلق بھی کوئی شخص یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سب لوگوں کو بیٹا دہی دیتے ہیں۔ آپ لوگ غیر خدا کی طرف تمام محکومینی امور کو منسوب کرنے کی کیا دلیل رکھتے ہیں؟

بقایا بربلوی عقائد

۱۔ احکام خداوندی بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جو چاہیں جس پر چاہیں حرام حلال کر دیں، جو چاہیں معاف کر دیں۔ (بہار شریعت حصہ اول)
تیسرا عقیدہ: حضور علیا الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔
شرح استدلال میں یہ عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے:-
”روز اول سے روز آخر تک کے ذرے ذرے کا علم حضور کو عطا ہوا تمام جہان حضور کے پیش نظر ہے، دونوں کے خطروں یعنی خیالات سے آگاہ ہیں۔“ (صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)
اس مسئلہ کی قدر سے تفصیل بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں موجود

۱۔ عقیدہ: خود خدا نے حکم دیا اے محمدؐ سب کو اپنا بندہ کہو۔
(شرح استدلال صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)

۲۔ جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔
یہ عقیدہ شرح استدلال صفحہ ۱۳ پر مذکور ہے عنوان اس کا یہ ہے کہ
”جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا۔ قرآن مجید نے صریح علیہ السلام کو رسول بخش کہا۔“

۳۔ عقیدہ: خدا بھی حضور علیہ السلام کا حکم ماننا ہے اطاعت کرتا ہے،
شرح استدلال صفحہ ۱۱، ص ۱۱۱ بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں تنہا حاکم ہیں۔
۴۔ عقیدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی قوت دی گئی ہے
”ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں۔ اور نائب کل (شرح استدلال)
(اس کا بیان کچھلے بیس حوالوں میں گزر چکا ہے)

۵۔ عقیدہ: بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز ہے۔ قبر پر رخصت رکھنا
بزرگوں کو پوجنا، اپنے آپ کو پیر پرست کہلوانا الکوہ ص ۴۴ ان کی پرستش جائز ہے کیونکہ اصل میں اللہ کی پرستش ہے۔

۶۔ یہ روضہ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اول درجہ تابعین
توضو کرتے تھے۔ (کوکہ شہابیہ ص ۲ نوری کتب خانہ)
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان پیروں کی طرح پوجتے ہیں۔
(الامن والاعلیٰ ص ۲۲)

یہ قول شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر حوالہ ندارد بہر حال بطور
سند بیان کیا ہے۔

۷۔ عقیدہ: بزرگوں کے نام کی نذر، منت چرمھاوا چڑھانا جائز ہے۔
(شرح استدلال صفحہ ۱۴، ۱۵)

دسواں عقیدہ: حضور کو رب کہنا شرک نہیں جب کہ مجاز مراد ہو۔

(الامن والعلی ص ۳۹)

گیارہواں عقیدہ: حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

(الامن والعلی ص ۸۵)

بارہواں عقیدہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ بخشے ہیں (اللہ تعالیٰ ص ۵۴)

تیرہواں عقیدہ: قرآن و حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول کی سند پر

جائز ہے۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں شرح استمداد ص ۱۲۶ پر لکھا ہے۔

”بہر مذہب میں بعض قول ایسے ہیں کہ ظواہر کتاب و سنت سے ان

کے خلاف پر استدلال ہوتا ہے اور اس کے علماء باتباع امام

مذہب کے ان میں تاویل کرتے ہیں۔“

اولیاء اللہ عالم الغیب نہیں غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی گئی

ہے جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ (الامن والعلی ص ۲۰)

۵ بنالیتا ہے سلطان آپ ساجس پر عنایت ہو

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دین کے سلطان کا (مدح غوث الاعظم)

اولیاء اللہ کی قبروں کا حج کرنا جائز ہے جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ہاتھ مبارک میں دے دی گئی ہیں جس کو چاہیں اپنے اختیارات

سے جنت عطا فرمائیں، یا جہنم۔ یہ عقیدہ مولانا احمد رضا صاحب نے الامن والعلی

اور سلطنت المصطفیٰ میں مفصل لکھا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر شفاعت کی کیا

ضرورت رہی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی مثل پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ مگر اہل سنت کے عقیدہ میں قادر ہے۔ عاج

اور مجبور نہیں ہے مگر اپنے اختیار سے ہرگز ہرگز پیدا نہیں کرے گا، مکتوبات

حضرت یحییٰ مینری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو ایک لحظہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لاکھوں

پیدا کر سکتا ہے۔“ مکتوب نمبر ۳۵

پیر پرست ایسے عقائد پر قرآن حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے دلیل

میں لاتے ہیں۔ مگر الفاظ کو اپنے معنی پہناتے ہیں۔ مجاز اور عرف کی آڑ میں حقیقی

سبب قائم کرتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی

میں ایسے لوگوں کو مشرک مسلمان فرمایا ہے۔

ان عقائد کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الفنون الکبیر فی اصول التفسیر ص ۵

میں فرماتے ہیں:-

”اگر تجھے مشرکین (عرب) کی صورت حال اور ان کے عقائد کے

متعلق توقف ہے تو اس زمانہ کے پیشہ ور مولویوں اور پیروں

کے حالات دیکھ لے کہ ولایت کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ پہلے زمانہ کے

اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں، اور اس زمانہ میں اولیاء کا پیدا ہونا

ناممکن سمجھتے ہیں وہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی تلاش اور اتباع کو چھوڑ

کر، قبر اور آستانوں پر جاتے ہیں کئی طرح کے شرک کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تحریف ان میں آچکی ہے۔“

تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں انسانوں جیسی صفات ثابت

کی جائیں مشرکین کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارش قبول کر لیتا ہے

اگرچہ اس کام پر خوش نہ ہو جس طرح بادشاہ اپنے درباریوں کی بات مجبوراً

مان لیتے ہیں، کہ سلطنت کا انتظام ضرب نہ ہو۔

ناظرین! اس جگہ غور فرمائیں کہ ہماری قوم اس مرض میں کس قدر مبتلا ہے؟ پیر

پرستوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب دنیا کے بادشاہوں کے پاس

وسیلہ اور سفارش کے بغیر کام نہیں بنتا تو خدا کے ہاں وسیلہ کے بغیر ہماری درخواست کس طرح پہنچ سکتی ہے؟ دیکھو خداوند تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں سے ملا دیا۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ - وَبِئْسَ الْأَمْثَلُ إِلَّا لَمْ تُحِطُوا -

شاہ صاحب اس عقیدہ کو تشبیہ کفار کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

تحرلیف - یعنی کفر و شرک کی رسوم سے اسلام کا حلیہ بدلنا۔ ہمارے رضائی بھائیوں میں یہ بیماری بھی کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور حدیث: تم ضرور پہلی قوموں میں ہیو دو نصاریٰ و مشرکین کی راہوں پر چلو گئے، کے مطابق ان شرک کی آفتوں کو اختیار کرنے والے کچھ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی میں زیر آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ - قوائے ثلاثہ کی افراد و تفریط کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”یا اماموں اور اولیاءوں کا رتبہ انبیاء کے برابر قرار دے۔ اور پیغمبروں کے لئے خدائی کے لوازمات مثلاً علم غیب بالاستقلال - اور ہر جگہ ہر شخص کی فریاد سننا، اور سب کاموں کی قدرت ماننا، اور دلوں، نبیوں، ولیوں کی تصویروں، مجسموں، قبروں، تعزیوں کے پردے میں عبادت کرنا، رزق اولاد، نوکری، عہدہ کی ترقی ان سے مانگنا، اور ان کی درخواست، یا سفارش کو خدا کی جناب میں حسب القبول سمجھنا، اگرچہ خدا تعالیٰ کو وہ کام پسند نہ ہو، یہ سب حد سے بڑھنے والے کام ہیں۔“

انبیاء کے برابر قرار دینا تو کجا، ہمارے زمانہ میں ہر سرید اپنے پر کو نیوں سے بڑھا رہا ہے۔ دیکھتے:-

شعر:- محور و ملک فلک پر فرش زمیں پر تیرے

خادم ہیں دست بستر چاروں کتاب والے

شعر کا مطلب یہ ہے، کہ آسمان پر چوریں اور فرشتے، اور زمین پر چاروں کتاب والے

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جماعت علی شاہ صاحب کے خادم ہیں۔ اور ہماروں کتاب والے کا مطلب اگر امتی لئے جائیں تو صحابہؓ اور تابعین سب شاہ صاحب کے خادم ہوں گے۔ یہ شعر اور ایسے کئی اشعار رسالہ انوار النورانی میں پور شریف میں شائع ہوتے رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ایسے اشعار مسندالوں کو تقریبی تمخار و دستار شریف کا انعام ملا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

نیز شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہؒ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اٰدَا کی تفسیر میں مشرک فرقوں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”چوتھا فرقہ پیر پرست لوگ ہیں کہ جب کوئی بزرگ زیادہ عبادت اور ریاضت کی وجہ سے مقبول مستجاب الدعوات اور مقبول الشفا ہو جاتے ہیں تو اس جہان سے جانے کے بعد ان کی روح میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو شخص اس کی صورت رکھے، یا اس کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ میں، یا اس کی قبر پر عاجزی کرے تو اس بزرگ کی روح کو آزادی اور فراخی کی وجہ سے اطلاع مل جاتی ہے اور وہ روح دنیا اور آخرت میں اس کی سفارش کرتی ہے نیز ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو فرج نذر اور قربانی میں دلوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو علم اور قدرت کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے دوسروں کو اللہ سے جا ملاتے ہیں۔ چنانچہ نسائی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جو خدا چاہے اور آپ چاہیں آپ نے ارشاد فرمایا جَلَلْتُ لِلّٰهِ نِدَاً تو نے مجھے اللہ کا شریک

مُتَّبِعًا بِئِذَا مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ بَلْ كَيْدُكُمْ لَئِيْلٌ
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ نَزَلَ مِنْ دَامِ أَحْمَدُ الْوَدَّ وَ شَرِيفُ النَّاسِ
شَرِيفُ الْأَرْبَابِ مَاجِدُ شَرِيفِ الْمُسْلِمِينَ خَلِيفَةُ بَنِي إِسْمَاعِيلَ مِنْهُ رَوَايَتُ هُوَ
كَأَنَّ خُفْرَتِ صَلَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرَا يَأْتِيهِ أَيْسَارُهُ كَبُحُوحٍ چاہے اللہ
اور فلاں بلکہ یوں کہو، اللہ بچھ فلاں

نیز آیت لَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةً کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
دہلوی فرماتے ہیں:-

”یہ کلام اہل کتاب، اور ان کے ہم خیال لوگوں، یعنی انبیاء اولیاء کی
اولاد، اور بزرگان دین سے توسل کرنے والوں کی تردید کے لئے
ہے۔ جو آپ کو بزرگوں کے توسل اور تعلق کی وجہ سے خدا کی پکار
سے بے خوف سمجھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ کفر، شرک اور دوسری تقاضوں
بدیوں کے باوجود بزرگ ہمیں چھڑالیں گے، فرمایا جس شفاعت
پر تم مغرور ہوؤ، وہ نہیں ہوگی، کیونکہ شفاعت ہر شفاعت کرنے
والے کی اذن الہی پر موقوف ہے۔“

نیز مَنْ يَتَّخِذْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا کے ماتحت فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ ان میں سے ارواحِ مدبرہ مخلوق پر موکل فرشتوں سے
یا بیوں، ولیوں، عبادت گزاروں، راہبوں اور علماء سے خداوند
تعالیٰ کے اصلی اور حقیقی معبود ہونے کا خیال نظر انداز کرتے ہوئے
خدا کے برابر محبت کرتے ہیں، اور نہیں قربانیاں ان کے نام کی
کرتے ہیں، اور ان کے قول کو قرآنِ حدیث میں غور کے بغیر وحی
الہی کے برابر سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے بزرگوں کی تصویریں
قبروں، عبادت خانوں، مکانوں اور بیٹھنے کی جگہوں سے وہی
سکوک کرتے ہیں جو مسجد اور کعبہ میں خداوند تعالیٰ کے متعلق کیا

جاتا ہے، مثلاً زمین پر سر رکھنا، طواف کرنا، ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر قبلہ
روشنکلی میں کھڑا ہونا، وغیرہ۔ حالانکہ یہ محبت ان کی خدا پر ایمان
لانے کے تقاضا سے نہیں ہے تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور
اس کی رضامندی حاصل ہو۔ کیونکہ یہ حد سے گزری ہوئی محبت
ہے۔ ایمان میں یہ ضروری ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت میں فرق
کیا جائے۔“

محبت

یہاں پہنچ کر یہ بات بھی ضروری ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ کس طرح
پیدا ہوتی ہے؟ کیونکہ اہل بدعت ہمیشہ بدعات کا ارتکاب محبت کی اڑ میں
کرتے ہیں، اور جو شخص شور و غل اور خمر بازی میں ان کا ساتھ نہ دے اس کو
بے ادب اور محبت سے خالی سمجھتے ہیں مگر ان کی محبت ہمیشہ الفاظ تک محدود
ہوتی ہے۔ اتباع سنت کے جذبہ سے محروم ہونا ان کی بہت بڑی علامت
ہے۔ ان کا عقیدہ ہے اور اصل الاصول ہے کہ بزرگوں کی محبت سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملتی ہے اور حضور کی محبت سے خدا کی محبت ملتی
ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے ملاحظہ ہو حدیث ترمذی شریف:-
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يُعْطَاكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحِبُّوا نِيَّ رَحْبَتِ اللَّهِ وَأَحِبُّوا
أَهْلَ بَيْتِي الْجُحْتِي۔

ترجمہ:- اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں عطا فرمائے
ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے
محبت کرو میری وجہ سے۔

مومن جب نظام عالم پر ایک نظر ڈالتا ہے تو کائنات کا ایک ایک ذرہ اسے انسان کی خدمت کے لئے مستحضر نظر آتا ہے۔ پھولوں سے لدے ہوئے درخت۔ اناج اگلنے والی زمین۔ دودھ اور گھی کے خزانے (مواشی چلتی ہوئی ہوائیں، ہواؤں میں لپکتے ہوئے بادل، بادل میں بھرے ہوئے پانی کے دریائیں آسمان زمین کی ہر ایک چیز کو دیکھ کر مالک کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ اسی احسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز بیان یہی ہے۔ یعنی نعمت سے شمع کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کی نظریں اللہ کی معرفت، محبت، اطاعت، سب چیزیں نعمت شناسی سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ نعمت شناسی سے نعم شناسی حاصل ہوتی ہے۔ نعمت کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی، ان سب نعمتوں سے اعلیٰ اور ارفع نعمت ذات بابرکات آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، کیونکہ بے حساب نعمتوں کے ہوتے ہوئے خداوند تعالیٰ کے فقط ایک نعمت کا احسان قبلایا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا اَلَا يَرٰهٗ جِبْرِیْلُ جب خدا سے محبت پیدا ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پیدا ہونا لازمی ہے بھلا رسول بارگاہ محبت کے پیغامبر بھی ہیں اور صحرائے شریعت و معرفت کے راہبر بھی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسلام کی نظریں محبت کا اصلی اور حقیقی مرکز فقط خداوند تعالیٰ کی ذات ہے یہی اسلام کی امتیازی توحید ہے کہ انسان کے دل کی گہرائیاں خدا کی محبت کے سوا کہیں بھی تقسیم نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اذان اور اقامت میں اللہ کے نام کے بعد رسول اللہ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ اللہ اکبر کے بعد رسول اللہ کی عظمت دل پر اثر ڈالے۔ اسی لئے قرآن کریم میں،

ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری تابعداری کرو۔ گویا اصلی مرکز خدا ہی کی محبت ہے اور اس کا صحیح معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے، نعرہ باری نہیں۔ اب جو شخص خدا سے تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہے

مگر اتباع رسول سے محروم ہے، یا رسول کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی عظمت و محبت سے خالی ہے وہ سر اسر دھوکے میں ہے۔ رسول کی محبت ذاتی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ بارگاہ عزت کا رسول ہے۔ اپنے وہی اور من مگھوت قیاسات سے رسول کی محبت کرنا غلط ہے۔ عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں مگر خدا کا رسول سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ خدا کا بیٹا سمجھ کر کیا یہ محبت صحیح ہے؟ اور یہودی جو عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں تو کیا دشمنی ٹھیک ہے؟ پس صحیح محبت اور صحیح عداوت وہی ہے جو رضائے الہی کے لئے ہو باقی محبتیں اور عداوتیں سب جہالت اور وہم پرستی ہے مسئلہ کو پیلاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سامنے آتے ہیں ان کی محبت اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق ہے۔ یعنی ان سے محبت رسول کے لئے کی جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ہو، اسی طرح تعلق و تعلق میں محبت کا سلسلہ اور بھی وسیع ہوتا جائے گا، مگر اصلی محبت فقط خداوند تعالیٰ سے ہے، باقی محبتیں اس کے لئے ہیں۔

پینے والا کون ہے؟ مانگنا کس سے چاہیے؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تجھ کو دنیا آخرت کی مصیبتوں سے بچائے گا، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تو اسے اپنے روبرو پائے گا ان حقوق میں دو حقوق یہ ہیں اور

جب بھی تجھے مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور اس بات کو سمجھ لے کہ اگر سب لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو ہرگز ذرہ بھر نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی چیز جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کی ہے، اور اگر سب لوگ کچھ تکلیف دینے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ ضرر نہیں دے سکتے۔ سو اس چیز کے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دی ہے۔ قلم اٹھائے گئے اور کاغذ ٹوکھ چکے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل و ترمذی شریف)

اس حدیث شریف کی وضاحت ہم ملا علی قاری مشہور و معروف حنفی عالم کی زبان سے لکھتے ہیں جن کو بریلوی حضرات بہت مانتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵، ص ۹۱ :-

قَالَ الطَّبِيبُ اَسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَتَحَرَّرَ رِضَاہُ تَجْدَةً تَجَاهَدُكَ اِیْ مَقَابِلَكَ وَحَدَاكَ اِیْ اِحْفَظْ حَقَّ اللَّهِ حَتّٰی یَحْفَظَ مِنْ مَّكَارِهِ الدِّیْنَ وَالْآخِرَةِ۔ اس حصہ کا ترجمہ تقریباً گزر چکا ہے فَاسْئَلِ اللَّهَ اِیْ فَاَسْئَلِ اللَّهَ وَحَدَا اِیْ

یعنی صرف اللہ سے مانگ، کیونکہ عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ وَلَا تَسْئَلْ غَیْرَهُ لِأَنَّ غَیْرَهُ غَیْرُ قَادِرٍ عَلَى الْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ وَدَفْعِ الضَّرِّ وَجَلْبِ النِّفَعِ فَاتَّهَمُوا لَا یَمْلِكُونَ لِنَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا یَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَیْوَةً وَلَا نَشْوَراً۔

ترجمہ :- اور اس اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ مانگ، کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دینے، نہ دینے، مصیبت دُور کرنے، نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مخلوقات اپنی جان کے لئے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ کسی کو مرنے کا اختیار ہے نہ جینے کا، نہ حشر و نشر کا۔

آگے فرماتے ہیں: ”ہر حال میں زبانِ حال یا قال سے مانگتا رہے۔ کیونکہ

ہر حال میں ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْأُمَّةَ اِیْ جَمِیعُ الْخَلْقِ مِنَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَالْأَنْبِیَاءِ وَالْأَوْلِیَاءِ وَسَائِرِ الْأُمَّةِ لَوْ اجْتَمَعَتْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اِیْ لَمْ یَقْدِرْ اِنَّ یَنْفَعُوْکَ

ترجمہ :- ساری مخلوق، خواص اور عوام اور سارے نبی اور سب اولیاء اللہ اور ساری امت اگر مل کر تجھے دین یا دُنیا کا تھوڑا سا فائدہ پہنچانا چاہیں تو فائدہ پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ حدیث شریف ایک اصولی نکتہ بیان کرتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حقوق کی رعایت اور اس کی رضا کو تلاش کرنا ہر مسلمان کے واسطے ضروری ہے اسی طرح اللہ کے سوا سب کو غیر قادر ماننا بھی ضروری ہے۔ یعنی کسی میں ذرہ بھر قدرت اور طاقت بھی نہیں ہے خدائی سے سب خالی ہیں، نفع نقصان کی امید کسی سے بھی نہ رکھو۔ یہ توحید ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی حقیقت

حال ہی میں ہمارے تصور میں مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو علماء تصور کو خاص طور پر بھیجا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ چیزیں تحریر میں آئیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ چند سطور مجبوراً تحریر کی جا رہی ہیں ناظرین معاف فرمائیں،

(نوٹ) استغاثہ عادی یعنی روزمرہ کاموں میں مدد لینا دینا، اس کا بیان آگے آئے گا یہاں اس سوال کی مانعیت ہے جو مشرک مسلمان انبیاء و اولیاء سے کرتے ہیں دیکھئے ملا علی قاری نے خاص طور پر انبیاء و اولیاء کا ذکر کیا ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

”فقیر کے پاس بذریعہ حافظ محمد دین، دین گڑھی ایک کتاب بھیجی۔“

یہ سفید جھوٹ ہے جو حمد اور صلوة کے بعد فوراً بولا ہے۔ رسالہ کا نام رکھتے ہیں
الَّذِينَ لِلَّهِ وَلِيَاءُ جَائِزٌ لِّلَّهِ غِنَاءُ سُبْحَانَ اللَّهِ كَمَا بَعْدَ مَعْنَى نَامٍ
ترجمہ صاف تو یہی بتا رہے کہ ادیار کی منت ماننا دولت مندوں کے واسطے جائز
مولوی صاحب! کیا غریبوں کے نذر دنیا زلفہ تر نہیں ہوتے اس لئے ان
کو اس سعادت سے محروم کیا جا رہا ہے؟ جائز کی بجائے حلال ہوتا تو آپ کی ہر
ظاہر ہوتی، اب مخدوف کے سوا چارہ نہیں۔

رسالہ پر نظر ڈالنے سے اس نظریہ کی مزید تصدیق ہوتی کہ اہل بدعت حضرات
اپنے خاص انوکھے مسائل کے ثابت کرنے میں قرآن کریم، حدیث شریف اور
فقہ حنفی سے بہت گریز کرتے ہیں، ادھر ادھر کی باتوں سے اپنا مسلک ثابت
کرتے ہیں۔

تمام رسالہ میں نذر غرنی ایک من گھڑت مفروضہ کھڑا کیا ہے اور اسے عوام
کی اصطلاح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عوامی چیز کے لیے دلائل بھی عوامی اور سطحی
نہ ہوتے تو کیا ہوتے، بریلوی حضرات کا سارا مذہب عوامی اور ہنگامی چیزوں
پر کھڑا ہے۔ اگر کوئی مصنف مزاج ان تمام اختلافی مسائل کو تحقیقی نظر سے دیکھے
تو محسوس کرے گا، کہ ایک طرف سنجیدگی اور متانت ہے، دوسری طرف شور و
غل اور ہنگامہ آرائی۔ ایک طرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش اور
اتباع کی فکر ہے، دوسری طرف دین میں نئے نئے محاورات نئے مسائل اور نئی
بدعات کو جاری کرنا خدمت اسلام سمجھی گئی ہے۔ ایک طرف اہل حق ہیں جو بدعات
کے خبیث درخت کو سر زمین اسلام سے اکھاڑ رہے ہیں، دوسری طرف یہ لوگ
ہیں جو عرف اور مجاز کی آڑ میں اسلام کی فطرت کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت
امام مجتہد الف ثنائی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب نمبر ۵ میں کیا

اب علماء بدعت کی گت بناتے ہیں:-

”مذہب بدعت کے نام و نشان سے پرہیز یہاں تک کہ بدعت حسنہ
سے بھی بدعت ستینہ یعنی بری بدعت کی طرح بچے، تب اس دولت
یعنی قرب الہی کی خوشبو اس کی جان کی ناک تک پہنچے گی۔ اور یہ
بات آج کل مشکل ہے، کیونکہ سارا جہان بدعت کے دریا میں غرق
ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام کر رہا ہے، کس کی طاقت
ہے کہ بدعت کو اٹھائے کادم مارے اور سنت زندہ کرنے کے
لئے بولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے
ہیں، اور سنت کو مٹانے والے جو بدعتیں پھیل چکی ہیں ان کو عام و متداول
سمجھ کر ان کے جائز ہونے بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور
بدعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں اگر گڑھی
پھیل جائے اور باطل مشہور ہو جائے تو یہ دستور بن جانا ہے۔ کیا نہیں
جانتے کہ کسی چیز کا رواج پانا اور مشہور ہو جانا خوبی کی دلیل نہیں،
رواج وہی معتبر ہے جو پہلے مبارک زمانہ سے آ رہا ہو یا سبکدوشوں
کے اتفاق سے حاصل ہوا ہو۔“

اس کے بعد حضرت امام مجتہد الف ثنائی فتاویٰ غیاثیہ کی عبارت کا لمبا کالہ
دے کر فرماتے ہیں:-

”اگر جابلے بے دین شراب بھیجے اور سود کھانے پر اتفاق کر لیں تو
کیا یہ بھی حلال ہو جائے گا؟“

یہ رسالہ دیکھ کر ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اس علم و عقل کے ہوتے ہوئے اس
انداز فکر کی موجودگی میں حقیقت کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں جنہی کہلانے کا حق
دار تو وہ ہے جو امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے مسلک، آپ کی فقہ کی مستند
کتا بوں سے سند پکڑے۔ مگر یہاں یہ اٹھی گنگا چل رہی ہے کہ نام کو حنفی ہیں،

بلکہ حقیقت کے ٹھیکیدار ہیں بات بات میں یہ دعویٰ ہے ہم ہیں حنفی اہل سنت والجماعت مگر مسئلہ نذر عرفی ثابت کرنے کے لیے کہیں شافعیوں کا سہارا لیا، کہیں خبلیوں کا اور وہ بھی ادھر ادھر کی بے مکی باتیں ہیں دھوکا اور فریب ہے چنانچہ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تمام رسالہ میں فتاویٰ عزیزی کے سوا کسی اور کتاب کا نام نہیں لیا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ لوگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ابھی تک کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض علماء بدعت تو ان سے کٹ چکے ہیں۔ لیکن ایہ بزرگ عزت کے قابل تو ہم آپ کو مسئلہ نذر عرفی کا جواب شاہ صاحب کے فتاویٰ عزیزی سے سنائیں گے۔ اس کے علاوہ نذر عرفی کا مسئلہ فتاویٰ عالمگیری بحر الرائق، مؤرخ تارا اور فتاویٰ شامی سے عرض کریں گے۔

نذر کا بیان

نذر لغوی :- اپنے نفس پر غیر لازم چیز کو لازم کرنا۔ انذار کے معنی آگاہ کرنا عالم دنیا (قاہوس) عموماً خطرہ کے موقع میں استعمال ہوتا ہے۔ نذر شرعی :- کسی نیک کام کو خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ پر لازم کر لینا۔

پہلا نذر مطلق ہے، دوسرا متعلق بشرطیکہ جو منت مانی ہے وہ کام شریعت میں فرض واجب بھی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، خیرات، قربانی وغیرہ۔ کیونکہ نماز کی قسم میں پانچ نمازیں شریعت میں فرض موجود ہیں۔ اسی طرح روزہ بھی رمضان کا فرض ہے تو روزہ کی منت بھی صحیح ہوتی۔ خیرات و قربانی وغیرہ سب کی منت صحیح ہے کیونکہ یہ سب چیزیں منت کے علاوہ بھی شریعت میں فرض یا واجب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن بیمار پرسی کی منت صحیح نہیں کیونکہ بیمار پرسی شریعت میں فرض واجب نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی ہے وہ عبادت اللہ آپ نے شاہ ولی العزیز محدث دہلوی کو عزت کی نظر سے دیکھا ہے اور میں بھی

نذر کا فائدہ کیا ہے

عن ابی ہریرۃ وابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنذروا فان النذر لا یغنی عن القدر شیئاً و اتعابوا یتخرج بہ من مال البخیل (متفق علیہ)

نذر مطلق :- یہ ہے، یا اللہ! اگر میرے فلاں کام ہو جائے تو میں اتنی رکعت نماز کروں، یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا فلاں گلی محلہ، یا فلاں مزار پر رہنے والے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ اگر وہاں مسکین لوگ رہتے ہوں تو کھانا کھلانا ہمارے لئے ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس بزرگ کو خوش کرنا، یا اس سے فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ بزرگ کا ذکر مسکینوں کی پہچان کے لئے ہو۔ جیسے فلاں محلہ کے مسکین، فلاں مسجد کے درویش وغیرہ۔ اسی طرح فلاں مزار کے درویش کہہ دیا اگر بزرگ کو خوش کرنا اور اس سے تقرب مقصود ہو تو باطل، حرام اور مشرک ہے۔

نذر عرفی :- یہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے لفظوں میں اس طرح ہے کہ :- "اگر میرے فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا۔" یہ حرام ہے اور ناجائز تفصیل آگے دیکھئے حنفی فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے غور سے پڑھئے۔

اسے مصیبت کھول دیں، نہ چاہیں تو نہ کھولیں۔ نیز ایسے موقع پر حدیث
میں مفید چیز ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جو مصیبت کے وقت رضا
کے لئے نقد صدقہ دیتا ہے، دوسرا وہ جو خداوند تعالیٰ سے سودا بازی کرتا
ہے، یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو کام ہو جانے کے بعد تیرے نام پر
نقد صدقہ دوں گا۔ بندگی اور خدائی کے تعلق میں ناظرین غور کریں کہ کون سی صورت
زیادہ بہتر ہے؟ پھر اگر منت بھی بزرگوں کے نام کی ہوئی تو مصیبت کے وقت
مال میں پھنسا۔

اب مسئلہ نذر فقہاء حنفیہ کی کتابوں سے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-
والنذر الذي يقع للعوام

ترجمہ: اور وہ منت جو اکثر عوام الناس مانتے ہیں اس طرح کہ کسی
نیک بندے کے مزار پر جا کر یہ کہتے ہوئے مزار کا غلاف پھیلے
ہیں اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا یہ کام ہو جائے تو
تیرے نام پر مثلاً اتنا سونا دوں گا، یا کچھ اور یہ نذر باطل ہے جہاں
یعنی سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف
نہیں۔ ہاں اگر یہ لفظ کہے، یا اللہ! میں نے تیری منت مانی ہے
اگر تو میرے مریض کو شفا دیوے، یا میرا فلاں کام کر دیوے تو میں
کھانا کھلاؤں گا ان مسکینوں کو جو تیرے فیض یافتہ بزرگ کے دروازے
میں رہتے ہیں، یا فلاں بزرگ کی مسجد میں چائیاں خرید کرے جاؤں
گا مثلاً حضرت بلخا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد یا اس مسجد
میں جلانے کے لئے تیل بھجوں گا۔ یا شعائر ادا کرنے والوں کے
لئے روپیہ بھجوں گا۔ ایسی چیز جس میں مسکینوں کا فائدہ ہو، اور منت
اللہ کے لیے ہو اور مسکینوں کا ذکر حکم بیان کرنے کے لئے ہو تو بیابان
ہے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے فلاں محلہ کے مسکین! اس نذر میں بزرگ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا: منت نہ مانا کرو کیونکہ منت تقدیر سے نہیں بچا سکتی یعنی
کو بدل نہیں سکتی اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ منت کے ذریعہ سے کچھ بچا
ہے کچھ مال نکل جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ منت تقدیر کو بدل سکتی ہے، اس خیال
کی تردید میں فرمایا: اس خیال سے منت نہ مانو کہ منت سے تقدیر ٹل جاتی ہے
خدا کی تقدیر کو خدا کے نام کی منت بھی نہیں بدل سکتی۔ سخی تو ہر حال میں مال خیر
کرتا ہے اور کجوس کی یہ حالت ہے کہ جب مصیبت نے اس کی گردن کو آدھا
تو لگا منت ماننے پھر اگر خدا کی تقدیر سے اس مصیبت کا ٹلنا مقدر ہے تو
جائے گی اور کجوس کو مال بھی دنیا پڑا۔ یہ فائدہ ہے اس منت کا جو اللہ رب العالمین
کے نام کی مانی جائے۔ البتہ اولیاء اللہ کی منت سے تقدیر ٹل جانے کا خدا
ہے۔ کیونکہ چودھویں صدی میں جابلوں کے عقیدہ میں خداوند تعالیٰ اپنی خدا
بزرگوں کو دے چکا ہے، خدائی کا نظام بدل چکا ہے، انقلاب انقلاب
بھی وجہ ہے کہ بزرگوں کی منتیں ماننے والے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتے
ہیں، ان میں کوئی بے اولاد نہیں ہوتا، کوئی غریب نادار نہیں ہوتا ہر مصیبت کا
علاج، ہر مرض کی دوا ڈھونڈ نکالی ہے۔ اور ہر بیکار سے خداوند تعالیٰ سے
مانگنے والے خستہ حال ہیں بے اولاد ہیں، فاقوں مرتے ہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ کو
گرفت میں لانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نذر معلق اگرچہ خداوند تعالیٰ کے نام کی ہو ایک سودا
بازی ہے۔ دراصل مشکلات اور مصائب کے وقت اسلام کی اصلی تعلیم رجوع
الی اللہ، استغفار صبر، نماز اور دعا کے متعلق بھی بے نیازی سے فرما دیا
نیکشف ماتدعون الیہ ان شاء۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو تمہاری

کا نام صرف پہچان کے لئے ہے، لیکن اس منت کا خرچ کرنا مکینوں کے سوا جائز نہیں۔ نہ تو کسی عالم پر بوجہ علم کے خرچ ہو سکتی ہے نہ اس بزرگ کے مجاوروں پر لیکن اگر تنگ دست اور مکین ہوں تو جائز ہے۔ اور جب تو نے اس بات کو پہچان لیا تو جو چیزیں روپے پیسے وغیرہ لے کر اولیاء اللہ کی قبروں پر پہنچائی جاتی ہیں ان کو خوش کرنے اور تعلق بڑھانے کی غرض سے، پس یہ حرام ہے بالاتفاق یعنی سب علماء امت اس کو حرام فرماتے ہیں۔ کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اگر بزرگوں کی قبروں پر کچھ چیزیں جلانے کا مقصد بزرگوں سے تعلق بڑھانے ہو بلکہ وہاں کے مکین پر رحم کی وجہ سے کچھ لے جا کر تقسیم کرے تو جائز ہے بالاتفاق۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت ختم ہوئی۔ اب دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد دوم صفحہ ۲۹۸۔

وقد قد منا ان النذر لا يصح بالمعصية فقال الشيخ قاسم في شرح الدرر واما النذر الذي يقع للعوام على ما هو مشاهد كان يكون لانسان غائب او مريض او له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصالحاء فيجعل سترة على راسه فيقول يا سيدي فلان ان ردة غائب او عوفي مريض او قضيت حاجتي فلك من الذهب كذا او من الفضة كذا او من الطعام كذا او من الماء كذا او من الشمع كذا او من الزيت كذا فهذا النذر باطل بالاجماع لوجوه منها انه نذر مخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها ان المندوس له ميتة والميتة لا يملك ومنها ان ظن الميت يتصرف في الامور دون الله تعالى فاعتقاده ذلك كفر اللهم الا ان قال يا الله اني نذرت لك ان شفيت مريض او

ادوات غائبي او قضيت حاجتي ان اطعم الفقراء الذين باب السيدة نفيسة او الفقراء الذين باب الامام الشافعي او الامام الليث او اشترى حصراً لمساجدهم او زيتها لوقودها او دس اهم لمن يقوم بشعائرها الى غير ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ انما هو محل لصرف النذر لمستحققيه القاطنين برباطه او مسجده او جامعته فيجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصروف ولا يجوز ان يصرف ذلك لغني او محتاج ولا لشراف منصب لانه لا يحل له الاخذ ما لم يكن محتاجاً فقيراً ولا الذي نسب لاجل نسبه ما لم يكن فقيراً ولا الذي علم لاجل علمه ما لم يكن فقيراً ولم يثبت في الشرع جواز الصرف للاغنياء۔

ترجمہ :- اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ گناہ کی منت صحیح نہیں ہوتی، شیخ قاسم نے شرح درر میں فرمایا ہے لیکن وہ نذر جو عوام الناس ملتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے یعنی روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی آدمی گم ہو یا بیمار ہو، یا اس کو کوئی ضروری حاجت درپیش ہو۔ پس وہ کسی نیک آدمی کے سزاں پاس جلتے اور ملاف کو سر پر اٹھاتے رہا سے ہاں ہاتھ میں پکڑنے کا رواج ہے یا ویسے ہی کہہ دیتے ہیں، اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ واپس آجائے، یا میرا مریض تندرست ہو جائے، یا میری حاجت پوری ہو جائے تو آپ کو اتنا سونا یا اتنی چاندی، یا اتنا کھانا، یا اتنا پانی، سبیل یعنی پھیل لگاؤں گا، یا اتنی موم تیلیاں قبر پر روشن کروں گا، یا اتنا تیل چراغی ڈالوں گا پس یہ منت باطل ہے یعنی ناجائز ہے۔ سب علماء کے اتفاق سے۔ یعنی اس مسئلہ میں کسی عالم کا اختلاف

نہیں اور ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی خالق کی ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی یعنی دنیا کی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میت کام بناتی ہے نہ اللہ تعالیٰ تو یہ عقیدہ کفر ہے جیسا کہ اکثر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بزرگوں کو اختیار دے دیا ہے جو چاہیں کریں یہ عقیدہ کفر ہے، ہاں اگر یہ کہے کہ یا اللہ! میں تیری منت ماننا ہوں، اگر تو میرے مریض کو شفا دے، یا میرے گم شدہ کو واپس لائے، یا میری حاجت پوری کرے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان غریبوں کو جو ستیدہ نفیس کے یا جو امام شافعی کے دروازہ میں رہتے ہیں یا امام لیث کے دروازہ میں، یا ان بزرگوں کی مسجد کے لئے چٹائیاں اور روٹنی کے لئے تیل خرید کر بھیجوں گا، یا ان مسجدوں کے خدمت گزاروں کو اتنے روپے دوں گا جس میں نفع ہو مسکینوں کا اور نذر ہو اللہ تعالیٰ کی، اور بزرگ کا ذکر صرف اس لئے کیا ہو، کہ مزار کے پاس جو مسجد یا مدرسہ، یا مسافر خانہ ہو اس میں رہنے والے مسکینوں پر منت خرچ کرنے کا نشان پہچان بیان کیا ہے پس اس اعتبار سے بزرگ کا نام لینا جائز ہے یعنی منت میں بزرگ کا لفظ صرف پہچان کے لئے آیا ہے۔ بزرگ کا منت سے کچھ تعلق نہیں، اگر بزرگ کے لحاظ سے اور بزرگ کو خوش کرنے کے لئے وہاں کے مسکینوں کو دے تو حرام ہے۔ کیونکہ نذر عبادت الہی ہے اس میں کسی کو شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نذر کا مصرف مسکین ہیں اور مسکین یہاں موجود ہیں۔ اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے دولت مند پر جو محتاج نہ ہو اور نہ کسی شریف منصب یعنی معزز عہدہ دار پر افسر وغیرہ پر کیونکہ منت کا مال لینا حلال نہیں ہے جب تک محتاج اور فقیر نہ ہو، اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی قوم کے آدمی

کوئی ہونے کی وجہ سے مثلاً اپنی برادری یا کوئی خاص برادری جب تک غریب ہو اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی علم والے پر علم کے لحاظ سے یہاں تک غریب نہ ہو رہا رہے ہاں لوگ منت کی چیز برادری میں بھی تقسیم کرتے ہیں، امام مسجدوں اور علماء کو بھی دیتے ہیں، منت ادا نہیں ہوتی، اور نہ شریعت میں منت کا دولت مندوں پر خرچ کرنا ثابت نہیں۔

ناظرین! یہ مقام غور ہے۔ منت میں بزرگ کا ذکر اس طرح تو آ سکتا ہے جس طرح مسجد مدرسہ، مسافر خانہ اور گلی محلہ کا پتہ دینا ہوتا ہے لیکن منت کی چیز سے بزرگ کو خوش کرنا حرام ہے۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ بادشاہان اسلام کسی بزرگ کی قبر کے پاس ایصالِ ثواب کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنا دیتے تھے، وہاں مسافر طالب علم رہتے تھے لوگ منت ماننے کے وقت پہچان کے طور پر بزرگ کی مسجد وغیرہ کہہ دیتے تھے۔ نام رکھنے میں اگر پہچان کی غرض ہو تو ہر جہاں نہیں ہے جیسے فلاں شخص کا مکان وغیرہ۔ آج کل بھی اولیاء اللہ کی قبروں پر لوگ رہتے ہیں مگر بریلویوں کی شامت اعمال سے نذر عمرنی کھاتے ہیں جس کی برکت سے بھنگڑیں جلتے ہیں، کون سا شرعی گناہ ہے جو آج کل مزارات پر نہیں ہوتا۔ بد معاشی، شراب نوشی اور جہلم کے اڈے بن چکے ہیں رات دن گانا بجانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت میں اس کو حرام لکھا ہے، یہ ساری برکتیں مولوی محمد عبداللہ صاحب کی نذر عمرنی (بزرگوں کی منت) کی ہیں۔ درخت کو بھل سے پہچانو! اور خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اس فتویٰ نے قوم کا ایک حصہ مفلوج کر دیا ہے مشرکانہ عقیدہ کی ناپاک چیز کو بزرگوں کا تبرک کہتے ہو کیا اولیاء اللہ کو شرک سے نفرت نہیں ہے؟ کیا وہ تمہاری پیش کش کے مجھوٹے ہیں؟ جو لوگ مزارات پر ہمیشہ رہتے ہیں اور دن رات ایسی نذریں کھاتے ہیں وہ گندگی کے ذخیرے بن چکے ہیں، بد اخلاقی کے سنٹر ہیں، نشہ آور چیزوں کے ٹھیکیدار ہیں، محکمہ آبکاری کو اسی فیصد

جرائم ان کے ہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر سال قوم کے ہزاروں لاکھوں پاکیزہ فطرت بچوں کو انیم پورس، چنڈو کی لاگ لگا رہے ہیں۔ جب کسی شریف خاندان کا نوہال ان ظالم ڈاکوؤں کے ہاتھ چڑھ جاتا ہے تو والدین اپنی امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر بے ساختہ پیٹتے ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ شاید وہ پودا بے سمجھی میں ہم نے ہی لگایا ہو جس کا پھل ہمارے گھر میں آج پہنچا ہے

یہاں پہنچ کر ہم بریلوی دوستوں سے ایک بات پوری سنجیدگی سے پوچھتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو آپ کے خیال میں کارخانہ قدرت کے مالک ہیں جن کے اشارے سے حکومتیں بدلتی ہیں، اولاد برزق، مرنا جینا ان کے بس میں ہے تو کیا اپنے مزارات کو ان گندگیوں سے پاک نہیں کر سکتے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یا تو یہ کہو کہ خدا کے مقبول بندے خداوند تعالیٰ کی عنایات اور انوار و

برکات میں مستغرق ہیں، ہماری گندی دنیا سے ان کو کیا غرض۔ اور اگر نذر و نیاز وصول کرتے ہیں پھر رشوت پر بھی کام کرتے ہیں تو ذرا اپنا گھر بھی صاف رکھا کریں یہ چراغ کے نیچے اندھیرا کیوں ہے؟ بریلویوں کے بابائے اعظم کے سامنے یہ سوال پیش ہوا ہے۔ احکام شریعت میں ذکر آیا ہے۔ مگر جواب کیا دیتے تباہ یہ باتیں درمیان میں آگئیں اب ذرا پیچھے چلیے بھرا لائق کا حوالہ بھی جاری ہے فقیران علامہ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نذر مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں:-

للاجتماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا یعتقد ولا تشتغل الذمة به ولا نذر حرام بل سحت ولا یجوز لخدام الشیخ اخذہ ولا اكلہ ولا التصرف فیہ بوجه من الوجہ الا ان یكون فقیراً اولہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فخذہ ایضاً مکروہاً ما لیقصد بہ النادر التقرب الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:- کیونکہ مخلوق کی منت حرام ہونے پر سب علماء متفق ہیں کسی کو اختیار

ہے۔ اور یہ منت بھی لازم نہیں ہوتی ماننے والے کے ذمہ پر کچھ نہیں آتا، اور اللہ نے کہ یہ حرام ہے بلکہ تحت ہے۔

منت کے معنی شرمناک کام، اور جڑ سے اکھاڑی ہوئی چیز اور رشوت راز و منہ و مفادات راغب (یعنی شرمناک فعل ہے، موجب شگ و عار ہے۔ شرم! عار! اور اس بزرگ کے مزار سجد وغیرہ کے متولی کو اس منت کا لینا بھی جائز نہیں کھانا بھی جائز نہیں، اور اس میں کسی طرح کا تصرف یعنی لے کر کسی کو دنیا بھی جائز نہیں لیکن اگر محتاج ہو، اور اس کے ذمہ کچھ جن مساکین کا بوجھ ہے وہ کام کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، اور بھوک سے مضطرب یعنی بے بس اور لاچار ہوں پھر بھی اس منت کی چیز کا لینا ناپسند ہے جب تک منت ماننے والے نے قرب الہی کی نیت کی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی منت میں جو شرک کی وجہ سے پلیدی اور صرمت پیدا ہوتی ہے وہ مردار وغیرہ سے زیادہ ہے۔ اضطراری حالت میں جب انسان بھوک سے جاں بلب ہو تو مردار وغیرہ کو بقدر ضرورت کھانے کی اجازت ہے، لیکن یہ غیر اللہ کی منت پھر بھی ناپسند اور قابل کراہت و نفرت ہے علماء اسلام اور فقہاء کرام کا دینی جذبہ، اور اسلامی غیرت قابل غور ہے کہ بزرگوں، اہل بیوں و بیوں کی منت کو مردار سے بھی بڑھلایا خود انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ اسلام کا خدا بھی عزت والا ہے اور رسول کریم بھی غیور ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلتے:-

وصرفہ للفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ کا حصول، اور سکنین پر خرچ کا جذبہ، اور بزرگ کی نذر سے قطع نظر نہ کرے۔

یعنی منت کو حلال کرنے کی تین شرطیں ہیں: خداوند تعالیٰ سے نزدیک اور اور قریب ہونے کا جذبہ، مسکینوں اور غریبوں پر رحم و کرم کا جذبہ، قسیر شیطانی

ہے یعنی نذر ماننے والے کے دل میں بزرگ کی نذر کا خیال بالکل نہ ہو، ورنہ حرام ہو جائے گی۔ آگے دیکھئے :-

فاذا علمت هذا فمأخوذ من الدر اہم والشمع والزيت وخبرها وينقل الى ضرائح الاولياء تقرباً اليهم فحراماً باجماع المسلمين مالم يقصد بصرفها للفقراء والاحياء قولاً واحداً۔
(بحر الرائق کی عبارت ختم ہوئی) ایک زبان ہیں۔

یعنی اگر یہ نیت ہو کہ وہاں کے مسکین تکلیف زدہ ہیں تو جائز ہے۔ اگر بزرگ کی منت مانی تو ماننا بھی حرام، بے جانا بھی حرام، وہاں کے لوگوں کے واسطے اسے ہاتھ لگانا یعنی تصرف بھی حرام، لے کر کسی کو دینا بھی حرام اور بھوک سے مرتے ہوں پھر بھی ان کے واسطے مردار سمجھ کر کھانا بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ہمارے حنفی بلکہ چکڑ حنفی بھائیوں کے لئے یہ مقام قابل غور ہے۔ بحر الرائق فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، درمختار، فتاویٰ شامی اور بہت سی متبرکات ہیں اس کے پیچھے چلتی ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت اور دوسرے رسائل میں اس کتاب کا قدم قدم پر حوالہ دیا ہے۔ اس حوالہ میں نذر کے متعلق کتنی باتیں معلوم ہوتیں۔

۱۔ اے بزرگ اگر میرا کام ہو جائے تو تیرے نام کی یہ چیز دوں گا۔ علمائے کے اتفاق سے باطل بنے حرام ہے، ننگ ہے۔

مگر مولوی عبد اللہ صاحب رسالہ نذر و لیا کے صراحت پر لکھتے ہیں :-
”مثلاً یہ کہا اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ یہ بالکل

ہاں ہے۔“

دیکھئے دین کے مالک بنے بیٹھے ہیں حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی، تمام علماء اسلام تو حرام کہتے ہیں مگر مولوی عبد اللہ صاحب بالکل جائز کہتے ہیں۔ حضرت لکھنوی نہیں؟ یہ باطل اور حرام وغیرہ وغیرہ کس چیز کو کہا جا رہا ہے؟ ایصال ثواب کا لہر سے کیا تعلق ہے؟ اگر میرا کام ہو جائے تو ایسا کروں گا۔ یہ الفاظ کدھر سے آئے ہیں؟ کیا شریعت میں ایصال ثواب کے لئے یہ الفاظ کہیں آئے ہیں؟ کتاب کا حوالہ دیجئے۔ ایصال ثواب کے الفاظ کیا ہیں؟ اور یہ بھی واضح فرمائیے کہ لوگوں کی منت سے تقرب الہی کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اس کے متعلق قرآن حدیث اور فقہ کی دلیل کیا ہے؟

۲۔ یا اللہ اگر تو میرا کام کر دے تو میں عام مسکینوں کو یا کسی خاص گلی مسجد مزار کے مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا۔ یہاں اس بزرگ کا نام اس لئے نہیں ہے کہ اسے خوش کرنا ہے یا نذر کے ذریعے ان سے تعلق رکھنا ہے بلکہ طریقے اور یہیں نیکیاں کرو اور نیکیوں کے واسطے دعا کرو وغیرہ۔ ابن خلدون نے شریک ہونے کے وہ خواہش مند نہیں ہیں۔ بلکہ بزرگ اور ولی کا ذکر مساکین کا ٹھکانا مقرر کرنے کے لئے ہے چونکہ اس میں شرک کی ملاوٹ نہیں اس لئے جائز ہے۔

اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا حوالہ گزر چکا ہے تقریباً یہی مضمون فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب درمختار میں موجود ہے۔ فتاویٰ شامی جلد ۲ پر بحر الرائق کی یہی عبارت تمام کی تمام موجود ہے۔ اختصار کے لئے اندراج نہیں کیا گیا۔ نیز یہی عبارت انہم الفائق میں موجود ہے (بحوالہ بحر) اب یہاں لین چیزیں ہیں :-

۱۔ کسی مقبول بارگاہ کے توصل سے دعا مانگنا۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔
۲۔ ایصال ثواب :- ثواب پہنچانا۔ اس کا طریقہ نذر سے الگ ہے۔ اس کا بیان آگے

۳۔ تیسری چیز نذر ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ سے خاص ہے۔ اس میں ایصالِ ثواب کی گنجائش نہیں۔ ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو معرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے نذر ماننا کہا ہے۔ دیکھئے ص ۷

”لوگ حضرت پیران پیر کی منت مانتے تھے، اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

یہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصالِ ثواب کا یہاں کہاں سے سیکھا؟ ذرا بتائیے تو؟

آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ چیزوں کو گڈمڈ کر دیا۔ توحید کا مسد سخت نازک ہے، سخت احتیاط چاہیے۔ اب ہم آپ کو فتاویٰ عزیزی کی سیرکرائیں گے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۹۲ زندہ ہمارے

کی منت الخ

”مٹھائی وغیرہ جو بطور منت ہوں ان کا کھانا قریب حرام ہے۔ بشرطیکہ غیر اللہ کی نذر کی نیت ہو۔ جیسا شیخ سدو کے گلگلے اور شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمنی وغیرہ“

مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ نذر اولیاء کے پرچہ میں چیزیں آپ نے بیان کی ہیں، ان کو اس حکم میں کیوں نہ شامل کیا جائے شیخ سدو کے گلگلے، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمنی، غوث الاعظم کی گیارھویں حضرت امام جعفر صادق کا کونڈا، حضرت سیدہ فاطمہ کی کھیر، میلاد شریف کی شیریں اصحاب کبف کا توشہ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیز نے جس اصول کے مطابق حضرت بوعلی قلندر کی سہمنی کو حرام کے قریب فرمایا ہے یعنی غیر اللہ کی نذر، اس اصول میں یہ سب چیزیں داخل ہیں نہیں

۴۔ اس لئے کہ گیارھویں جب منت کے طور پر ہو تو یقیناً حرام ہے۔ ایصالِ ثواب عبارت

۸۰

۳۔ تیسری چیز نذر ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ سے خاص ہے۔ اس میں ایصالِ ثواب کی گنجائش نہیں۔ ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو معرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے نذر ماننا کہا ہے۔ دیکھئے ص ۷

”لوگ حضرت پیران پیر کی منت مانتے تھے، اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

یہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصالِ ثواب کا یہاں کہاں سے سیکھا؟ ذرا بتائیے تو؟

آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ چیزوں کو گڈمڈ کر دیا۔ توحید کا مسد سخت نازک ہے، سخت احتیاط چاہیے۔ اب ہم آپ کو فتاویٰ عزیزی کی سیرکرائیں گے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۹۲ زندہ ہمارے

کی منت الخ

”مٹھائی وغیرہ جو بطور منت ہوں ان کا کھانا قریب حرام ہے۔ بشرطیکہ غیر اللہ کی نذر کی نیت ہو۔ جیسا شیخ سدو کے گلگلے اور شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمنی وغیرہ“

مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ نذر اولیاء کے پرچہ میں چیزیں آپ نے بیان کی ہیں، ان کو اس حکم میں کیوں نہ شامل کیا جائے شیخ سدو کے گلگلے، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمنی، غوث الاعظم کی گیارھویں حضرت امام جعفر صادق کا کونڈا، حضرت سیدہ فاطمہ کی کھیر، میلاد شریف کی شیریں اصحاب کبف کا توشہ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیز نے جس اصول کے مطابق حضرت بوعلی قلندر کی سہمنی کو حرام کے قریب فرمایا ہے یعنی غیر اللہ کی نذر، اس اصول میں یہ سب چیزیں داخل ہیں نہیں

۴۔ اس لئے کہ گیارھویں جب منت کے طور پر ہو تو یقیناً حرام ہے۔ ایصالِ ثواب عبارت

اضافہ مجددیہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، ولی، جن اور فرشتہ کی نذر تمام

علمائے اہل سنت باطل اور حرام فرماتے ہیں

ہر چند بھاراتی کے بعد کسی حوالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ بریلوی علماء اس

مسک میں اندھیری گلیوں کے چور کی طرح سرچھپا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مزید وضاحت کے لئے فتاویٰ درمختار اور فتاویٰ شامی کی تصدیق پڑھ لیجئے، حنفی مذہب کا مشہور فتاویٰ درمختار روزہ کے بیان کے اواخر میں لکھتا ہے:-

”اے مسلمان! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اکثر عوام الناس جو مرنے والوں کی منت مانتے ہیں، اور جو روپے پیسے، یا مومن تیاں اور تیل وغیرہ لے کر لوگ ادیار کرام کے مزارات پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ باطل اور حرام ہے۔ ہاں اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ وہاں جو مسکین رہتے ہیں ان پر صدقہ کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر بزرگوں سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ باطل اور حرام فعل ہے، اور اس زمانہ میں لوگ اس مرض میں سخت مبتلا ہیں، علامہ قاسم نے اپنی کتاب شرح درالبیجار میں اس مسئلہ کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ (رواضح رہے کہ علامہ قاسم کی عبارت وہی ہے جو آپ ابھی بھرا لائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عوام الناس اگر میرے غلام ہوں تو میں ان کو غلام بنانا بھی پسند نہ کروں بلکہ آزاد کر دوں اور اپنا حق وراثت بھی ان کو معاف کر دوں یعنی ہر قسم کا تعلق ختم کر دوں، کیونکہ وہ ہدایت قبول نہیں کرتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی بدنام کر دیتے ہیں، درمختار کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”منت ماننے کا مرض خاص طور پر سید احمد بدوی کے مزار پر بہت بڑھ گیا ہے“

نیز علامہ شامی حضرت امام محمد کے قول کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حنفی فقہ کی مشہور و معروف کتاب النہر الفائق میں اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:-

لَا يَخْفَى عَلَى ذَوِي الْأَفْهَامِ الخ
عقل مندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت امام محمدؒ کی مراد اس کلام سے کہ عوام انسان جاہلوں کی بہت سخت برائی بیان کرنا ہے اور یگانہ سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ غلام کو آزاد کرنے سے جو حق وراثت ثابت ہوتا ہے وہ بھی ختم کر دیا جائے۔ یہ اس لئے کہ بزرگوں کی منت ماننے والے سخت جاہل ہوتے ہیں بہت سے شریعت کے احکام کو بگاڑ دیتے ہیں اور بزرگوں سے تعلق اور محبت ایسے طریقے سے کرتے ہیں جو باطل اور حرام طریقہ ہے پس یہ یعنی پیر پرست اور قبر پرست (لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ اہل علم ان کی وجہ سے بدنام ہوتے ہیں اور ان کی شرمناک حرکتوں سے بیزاری کرتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ وہ حضرات بھی ایسے رشتہ داروں اور بیگانوں سے بیزاری کا اعلان فرماتے ہیں جو اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں پس اے مسلمان! تو ہماری بات کو سمجھ لے والسلام۔ فتاویٰ شامی ص ۱۵۱

ناظرین! حضرت امام محمدؒ فقہ حنفی کے بانی اول ہیں۔ بریلوی حضرات پر ان کا غضبناک لہجہ اور سخت ترین بیزاری کے الفاظ، پھر اس کی شرح میں فتاویٰ شامی کی اس قدر بوجھاڑ کے بعد بھی اگر بزرگوں کی منت ماننے والوں کو نصیحت نصیب نہ ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ جانور کو سکھانا بھی مشکل ہے۔ اور جانور کا لفظ تو فتاویٰ شامی کی عبارت میں آپ نے پڑھ لیا حنفی فقہ کی یہ عبارتیں اتنی صاف اور واضح ہیں کہ بریلوی علماء اس موقع پر سر پیٹتے رہ جاتے ہیں، مولوی محمد عمر صاحب مقیاس سفیت طبع اول ص ۲۹ پر اس بات کو تو مان گئے کہ بزرگوں کی منت مساکین کا

حق ہے۔ دوسرا شخص نا اہل کھائے گا تو مساکین کی حق تلفی ہوگی لیکن یہ نہ سوچا کہ نذر نیا ز اگر مساکین کا حق مان لیا جائے تو بریلوی مذہب کی خوراک کیا ہوگی؟ بریلوی حضرات اس معاملہ میں ان کو احتجاج سے معاف فرمائیں۔ کیوں کہ مولوی صاحب ان عوام کے نمائندہ ہیں جن کو علماء حنفیہ نے جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔ یہاں نذر کا مسئلہ بیان کرتے وقت مولوی صاحب فقہ حنفی کی عوام پر شدید بوجھاؤ دیکھ کر بدحواس نظر آتے ہیں اور بچنے کی راہ یہ نکالی کہ:-
فتاویٰ رملیہ سے معلوم ہوتا ہے علماء حنفیہ کی اس قدر سختی صرف ان مجاوروں پر ہے جو زبردستی سے منت کا مال وصول کرتے تھے۔

ناظرین! خدا کے لئے انصاف سے سوچیں بڑی معتبر کتابوں سے حوالہ آپ پڑھ چکے ہیں کہیں مجاوروں کی سختی کا ذکر آیا ہے؟ حضرات علماء حنفیہ تو ان لوگوں پر برس رہے ہیں جو تیل، سوم بتیاں، روپے پیسے مٹھائی وغیرہ لے کر ادیار کرام سے تعلق بڑھانے کے لئے ان کے مزارات پر جاتے ہیں۔ بہر حال فتاویٰ خیر الدین رملی کی پوری عبارت بھی حاضر ہے، بریلوی حضرات غور فرمائیں کہ اللہ کے دین میں ان کا مقام کیا ہے؟

سوال :- بعض لوگ انبیاء اور اولیاء کے نام کی منتیں وصول کر لیتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ یہ ہمارا حق ہے اس لئے کہ ہم درگاہ کے منتظم ہیں یا اولیاء اللہ کے رشتہ دار ہیں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادیار کرام کی نذر دین کے وصول کرنے میں ایسے لوگ جھگڑتے ہیں جو ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں، کئی دفعہ ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جاہل قاضی اس دعویٰ کو صحیح سمجھ لیتے ہیں اور فیصلہ بزرگوں کی اولاد کے حق میں دے دیتے ہیں۔ کئی دفعہ یہ منت کا مال ایسے دو شخصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟
جواب :- اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام شیخ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منت ماننا صحیح نہیں ہوتا جب تک اس کام کی جنس میں

واجب مقصود موجود نہ ہو کیونکہ بندہ کو احکام تجویز کرنے کا حق نہیں ہے ہاں اس قسم کی چیزوں کو خداوند تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے ان کو منت کے ذریعہ سے واجب ٹھہرا سکتا ہے (اس لئے کہ صحیح منت کا ادا کرنا واجب ہے) تو جان لے کہ منت کا ادا کرنا اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے جب کہ وہ کام جس کی منت مانی ہے گناہ کا کام نہ ہو اور اس کی جنس میں واجب موجود ہو اور یہ ارادہ واجب مقصود ہو پس جو کام گناہ کا ہو اس کی منت ماننے سے لازم نہیں ہوتا اور یہاں پر کسی کی منت بھی لازم نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ چیز شریعت میں واجب نہیں ہے کہ وضو کی منت بھی لازم نہیں ہوتی کیونکہ وضو مقصود عبادت نہیں بلکہ مقصود غاڑ ہے۔ اگر کسی شخص نے گناہ کے کام کی منت مانی تو اس کو کرنے سے گناہ گار ہو گا اور نہ کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، ناظرین! اس کے بعد علامہ خیر الدین رملی نے در البجاری کی وہ پوری عبارت لکھی ہے جو آپ بحر الرائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) آگے فرماتے ہیں :- یہ سارا مضمون پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ عوام الناس جو شیخ مروان علی بن علی شیعہ زویل وغیرہ بزرگان دین کی منت مانتے ہیں یہ منت درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ادا کرنا لازم ہے اور نہ ہی کسی درگاہ کا مجاور اس کو صحیح منت سمجھ کر لے سکتا ہے کیونکہ یہ منت ہی غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی مسکین اس کو صدقہ خیرات سمجھ کر لے لیوے تو درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاور کے سوا اگر دوسرا آدمی صدقہ خیرات سمجھ کر لیوے تو مجبور اس کے پھینکے کا حق نہیں رکھتا، ہاں اگر منت ماننے والے نے یہ منت مانی ہو کہ فلاں درویش کے مزار پر جو مسکین رہتے ہیں ان کو کھلاؤں گا تو مجاور بھی غریب ہونے کی صورت میں کھا سکتا ہے کیونکہ یہ منت صحیح ہے (یہاں تک علامہ خیر الدین رملی نے شیخ الاسلام کے رسالہ کا خلاصہ لکھا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں :- میں کہتا ہوں اس حرام چیز یعنی بزرگوں کی منت جس کے حرام ہونے پر تمام علماء دین کا اتفاق ہے کو ایک جماعت نے سباج

اور حلال سمجھنا شروع کر دیا ہے، وہ لوگ اپنے آپ کو صوفی سمجھتے ہیں لوگ ان کو دین کے پیشوا اور بہت بڑے پیر سمجھتے ہیں، یہ لوگ منت کا مال وصول کرنے میں بٹا زور لگاتے ہیں اور منت ماننے والوں سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں اگر نزدیکی تو مقدمہ کرتے ہیں اور مجسٹریٹ ان کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں، کئی دفعہ پولیس اور محکام کی مدد لیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کرتے ہیں کہ نذرانے وصول کرنے کے لئے بعض علاقوں کا ٹھیکہ دے دیتے ہیں۔ ٹھیکیدار ٹھیکہ کی رقم ادا کرنے کے بعد جو نفع آئے اس کو یہ سمجھتا ہے کہ بزرگ کی برکت سے نفع آیا اور سمجھتا ہے کہ جو شخص نذرانہ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ منت یا نذرانہ کی وجہ سے حاجت پوری ہوئی اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس بزرگ نے نذرانہ کی برکت سے کسی غائب کو واپس کر دیا یا بیمار کو تندرستی دی یا حاجت پوری کی اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے دادا کی نذر ہے اس واسطے دوسرے کو کھانا حرام ہے اور خود غنی ہونے کے باوجود منت کا مال کھا جاتے ہیں..... یہ ٹھیکہ پر دینا حرام ہے اور ٹھیکیدار پر رقم لازم نہیں ہوتی، اور علمائے اس پر بہت کچھ لکھا ہے ہم تھوڑا سا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیخ قاسم نے فرمایا ہے اکثر عوام جو منت مانتے ہیں کہ اگوا اللہ نے میرے مریض کو تندرست کر دیا، یا گم شدہ چیز واپس آگئی تو اے بزرگ میں آپ کو اتنی اتنی نذر دوں گا۔ یہ نذر تمام علماء کے اتفاق سے حرام ہے اور جب حرام ہے تو اس کا ٹھیکہ پر دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ناظرین! یہ سوال اور جواب کی لمبی عبارت فتاویٰ خیر یہ ص ۱۸ پر موجود ہے۔ اس میں بار بار بزرگوں کی منت کو حرام اور باطل کہا گیا ہے اور حرام ہونے کی وجہ سے اگر ٹھیکہ وغیرہ بھی ناجائز ہے تو اس میں اصل مسئلہ کو سخت مضبوطی حاصل ہو گئی۔

بات کو ختم کرنے سے پہلے مسئلہ نذر پر ایک نظر پھڑٹال لیوں کہ نذر معلق محض ایک سودا بازی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء تو مطلقاً خداوند تعالیٰ کی منت

لَکِنْ بَعْضُهُمْ حَمَلَ النَّهْيِ عَلَى النَّذْرِ الْمَعْلُوقِ عَلَى شَرْطٍ لِأَنَّهُ يَصِيرُ حُصُولُ الشَّرْطِ كَالْعَوِضِ لِلْعِبَادَةِ فَلَمْ يَكُنْ مُخْلِصًا وَالْأَحْسَنُ عِنْدَ الْعَبْدِ الضَّعِيفِ أَنَّهُ لَا يَنْدِرُهَا خَرُوجًا عَنْ عَهْدِهِ النَّهْيِ بَيِّنٍ۔ ترجمہ: لیکن بعض نے فرمایا کہ منت ممنوع وہ ہے جو کسی شرط سے معلق ہوتی ہے۔ کیونکہ شرط کا حاصل ہو جانا اس عبادت کا بدلہ اور معاوضہ بن جاتا ہے، پس وہ شخص غلصہ نذر یا سودا باز ہو کیونکہ معاوضہ پر عبادت کرتا ہے..... اور بندہ ضعیف یعنی مصنف بھرا لائق علامہ زین الدین ابن نجیم کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ منت ہر قسم کی نہ مانے تاکہ یقینی طور پر حدیث کی نافرمانی سے بچ جائے۔

اس عبارت کے حاشیہ پر علامہ ابن عابدین شامی نے یوں لکھا ہے:- "اس حدیث میں ایسی منتوں سے منع کیا گیا ہے جو کسی آنے والی بات سے معلق کی جائیں مثلاً یوں کہا اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دی، یا فلاں غائب شخص واپس آجائے تو میں اللہ کے نام اتنا اتنا دوں گا پس ایسا شخص سودا باز ہے کیونکہ اس شخص نے عبادت کو شفا وغیرہ کے عوض میں دکھ دیا۔ اور اس میں یہ وہم بھی پیدا ہوتا ہے کہ منت ماننے کی

مال پیش کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ہو۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ نذر معلق اگر کوئی شخص مان لیوے تو منعقد ہو جاتی ہے کام ہو جانے کے بعد اس منت کو پورا کرنا پڑے گا۔ لیکن ایسی منت ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ اب یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ بزرگوں کی منت کا درجہ کیا ہوگا؟

ایصال ثواب کا ایک ضروری اصول

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۹۳

سوال: بیچ الاول کے مہینہ میں خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پکانا اور اس کا ثواب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو یا محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- انسان اپنے کام میں مختار ہے کہ اپنا ثواب بزرگوں کے لئے کر سکتا ہے لیکن اس کام کے لئے وقت، دن اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے۔ ہاں اگر یہ کام ایسے وقت میں کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ملتا ہے مثلاً ماہ رمضان کو اس میں مؤمن کے عمل کا ثواب دوسرے مہینوں سے ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو ہر ج نہیں ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو اس کام پر رغبت دلائی ہے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ جو چیز پر صاحب شریعت کی ترغیب اور وقت کی تعیین نہ ہو وہ کام بے فائدہ ہے اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مخالفت ہے، سنت کی مخالفت حرام ہے پس ہرگز یہ کام جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کا دل چاہے کہ بیچ الاول یا محرم میں ثواب پہنچاؤں، تو پوچھنا خیرات کرے تاکہ مودود وراثت نہ ہو، مطلب کہ رسم نہ بنے۔

اس حوالہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں :-

وجہ سے شفا حاصل ہوئی اسی واسطے حدیث میں آیا کہ منت تقدیر کو مال نہیں ملتی صرف کنجوس کی جیب سے مال نکالتی ہے۔ لیکن جو منت سادہ اور بے غرض ہو مثلاً کوئی شخص بیکسی غرض کے یوں ہی کہے کہ میں نے منت مان لی اور اپنے آپ پر بلا وجہ لازم کر لیا کہ اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ دوں گا، یا اتنے نفل پڑھوں گا، تو یہ خاص ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا۔ دیکھو حاشیہ بحر الرائق ص ۵

بحر الرائق اور حاشیہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ مشروط منت جب مال ہاں رواج ہے بزرگوں کی تو کجا خداوند تعالیٰ کے نام کی بھی ماننا منع ہے شیخ عبدالحی محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

”چونکہ لوگوں کو نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے منت ماننے کی عادت ہو چکی ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ منت کو تقدیر بدلنے والی نہ سمجھیں، درحقیقت مانعت اس وجہ سے ہے مطلق نذر ممنوع نہیں ہے (بلکہ معلق اور مشروط) کیونکہ مشروط منت کنجوسوں کا کام ہے۔ سخی جب قرب الہی چاہتا ہے تو فوراً خیرات کرتا ہے کنجوس کا نفس بلا غرض اور بلا معاوضہ ہاتھ سے کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔“ اشعۃ اللمعات ص ۱۲

نمازت ہو اگر منت خداوند تعالیٰ کی بھی ہو لیکن اگر کسی شرط سے وابستہ ہو مثلاً فلاں کام ہو جائے تو اتنا مال اللہ کے نام دوں گا۔ خود غرضی اور سوداگری ہے شریعت میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کبار میں اس کا رواج بالکل ختم ہو گیا حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی مثالیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بریلوی علماء کی عادت ہے کہ نذر معلق کو ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ نذر مطلق کی حدیثیں پیش کر دیتے ہیں بریلوی حضرات تمام حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی کوئی مشروط

۱۔ ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانا جس کو آپ نذرِ عمری کہتے ہیں۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے اللہ کے نام پر کھانا پکانا اور اس کا ثواب مہینہ دن وقت کی خصوصیت سے الگ ہو کر حضورِ اُمّہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت وغیرہ متعلقین کو بھیجنا۔ کسی شخص نے سوال کیا ہے کہ عوام الناس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام طور پر ماہ ربیع الاول میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس خیال سے کہ اس ماہ میں ولادت اور وفات شریف ہوتی ہے اسی طرح حضرات اہل بیت رضوان علیہم اجمعین پر محرم میں مصیبت گزری ہے اس خیال سے لوگ محرم میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ بدعت ہے اس کی بجائے رمضان کی فضیلت چونکہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے رمضان میں ربیع الاول اور محرم سے ستر گنا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۔ فضیلت قیاسی چیز نہیں روایتی چیز ہے۔

۳۔ جس کام کو صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والیٰحۃ نے مقرر فرمایا ہو، اُسے مقرر کر لینا فضول ہے، بے فائدہ ہے، بلکہ خلافِ سنت ہے اور سنت کی نفی حرام ہے۔ پس ناجائز ہے ایلے کام مقرر نہ کئے جائیں، کرنے ہوں تو دل میں نیت کر کے خاموشی سے کر دئے جائیں تاکہ رسم نہ پڑے۔ مگر یہ اعتقاد رکھنا غلط ہے کہ اس مہینہ میں ضروری ہے یا بہتر ہے۔ بہتر تو رمضان میں ہے۔ دن مقرر کرنے کی بات چل پڑی تو سب مانتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ بھی قبول فرمائیے۔ ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۶۹

”میں کہتا ہوں کہ میں نے شیخ امام عبدالمطلب متقی سے مقررہ دنوں میں عرس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مناسبت کے طریقہ اور عادات ہیں، اور ان کی اس میں کچھ نیتیں ہیں۔ میں نے کہا باقی دنوں کو چھوڑ کر اس دن کو مقرر کر لینا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

اہل عام سنت ہے پس دن مقرر کرنے میں جو اعتراض ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس کے نظائر بھی موجود ہیں..... پس یہ عرس مطلقاً نہ کہ مہمان نوازی ہے اس لئے تو سنت ہے اور دن کی خصوصیت کی وجہ سے بدعت ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض پچھلے لوگوں نے مناسبتِ عرب سے کہا ہے کہ جس دن بزرگ جناب الہی میں پہنچتے ہیں اُس دن غیرِ برکت اور نورانیت کی توقع زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت دوسرے دنوں کے۔ پھر شیخ نے تھوڑی دیر نہ جھکا کر سوچا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا، پہلے زمانہ میں تو ان چیزوں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ صرف پچھلے لوگوں نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے۔“

دیکھئے عرس کے جواز کی یہی صورت بتائی کہ مہمان نوازی عام سنت ہے وہ لوگوں کی خصوصیت سے بدعت بن سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج کل جو لوگ عرس پر جاتے ہیں وہ تو دلوں میں منت مراد اور شرک کے انبار لے کر جاتے ہیں، وہ عام مہمان ہیں؟

”دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد نے غور و فکر کے بعد جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ بہت فیصلہ کن ہے کہ پہلے مبارک زمانہ ان دنوں میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی، یہ چیزیں پچھلے لوگوں نے پسند کی ہیں، اور پچھلوں نے ایجاد کر دی ہیں۔“

اب ہم بریلوی حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ تمہاری تاریخ پیدائش معلوم ہو گئی۔ جب سے یہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں اسی وقت سے بریلوی پیدا ہوئے اور اہلِ صالحین کے دور میں یہ چیزیں نہ تھیں تو بریلوی کہاں تھے؟ پھر تم اہل سنت کی کس منزل سے کہلاتے ہو؟ تمہارے پیر بزرگ تو تمہیں نئی پودبلا دے ہیں۔ وہ حق کا منہ بھی ہی ہے۔ اب یہ بات آپ ہی بتلائیں کہ یہ تاخرین کا دور کب شروع ہوا؟ تمہاری عمر کتنی ہے؟ ہمارے خیال میں تو بریلوی بچہ تین چار سال

تصانیف ابن عساکر - تصانیف جوز قانی - تصانیف ابوالشیخ
تصانیف ابن نجاس وغیرہ سب کتابیں ضعیف ہیں،
مسلک بعد رکھتے ہیں۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی تمام تصانیف کا سرمایہ رسائل اور نوادر
ہیں، خود بھی کتابیں ہیں، ان کتابوں کی حدیثوں سے مشغول ہونا اور
ان سے مسائل نکالنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔

چند چھٹی ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بریلوی مذہب کا گھر فراہمی اجاڑ
دیا ہے، بانس نیچے بانسری۔ ان بیچاروں نے کھانے پینے کے واسطے ختم درود
کا چھلک وغیرہ جو بہانے بنا رکھے ہیں وہ سب کے سب انہی کتابوں کے
سے پر قائم تھے۔ اگر یہ کتابیں دنیا میں نہ ہوتیں تو بریلوی مذہب پیدا ہی کہاں
ہوتا اور زندہ رہتا کس سہارے پر یہاں تو سب قصہ کہانی سے مسک بن رہا
ہے۔ ایک قصوری واعظ بریلوی نے وعظ میں فرمایا تھا قیامت موقی اگر گندی نالی
اگر جائے تو اس کی قیمت کم نہیں ملے گی ایک مثال ہے، اس سے مسئلہ نکلا کہ
عادات کو ہر قسم کے گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ دیکھتے مصنف نذر اولیاء نے تمام
سال میں صرف ایک حدیث لکھی ہے وہ بھی ہماری دلیل ہے، باقی خیر۔ نوری صاحب
دو حدیثیں لکھی ہیں، ایک تو یہی روایت جلال الدین سیوطیؒ کی جس کا حشر آپ دیکھ رہے
ہیں دوسری اتنی بے بنیاد اور جھوٹی ہے کہ ملا علیؒ کی تصنیف کتاب اوزجہدی دنیا بھر
میں کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ اہل بدعت کی عادت ہے کہ ان کے بزرگ کوئی
افسانہ بنا دیتے ہیں اور پچھلے بے سوچے کچھ لکھی پرکھی مارتے جاتے ہیں۔

خدا کے بند و اہل مسائل اتنے کمزور ہیں کہ ان کے واسطے رات دن جھوٹ
اور جھوٹ بولنا پڑتا ہے ان کو دین میں کیوں داخل کرتے ہو؟
دنوں کی خصوصیت کا مسئلہ چھوڑ کر نذر اولیاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
شاہی عنری ص ۷۵

کی پیداوار ہے۔ طر کے آمدی و کے پرشدری

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور میں جو روایت قال محمد ابن
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبوس الشہداء علی
کل حول۔۔۔ الخ بیان کی ہے۔ اس حدیث کو مولوی محمد شریف صاحب
نوری نے بھی مسئلہ گیارھویں میں تخصیص کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے،
محدثین کے نزدیک متقل الاسناد اور مرفوع نہیں ہے اس لئے ایسا اختلافی مسئلہ
پر کار آمد نہیں ہے، طبقہ راجع یعنی چوتھے درجہ کی حدیث میں حضرت شاہ
محدث دہلویؒ عجلالہ تافہ میں فرماتے ہیں۔

وطبقہ چہارم احادیث کے نام و نشان آہندہ قرون سابقہ معلوم ہوئے الخ
ترجمہ:۔ چوتھا درجہ وہ حدیثیں کہ ان کا نام و نشان بھی پہلے زمانوں میں
نہ تھا اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا ہے پس ان حدیثوں کا
حال دھوڑوں سے باہر نہیں ہے، یا تو پہلے زمانہ کے محدثین نے
تلاش اور تفتیش کی مگر ان حدیثوں کا کچھ اصل نہ پایا تو ان کی روایت
میں مشغول نہ ہوئے، یا روایت کا کچھ اصل پایا اور اس میں خرابی اور
خلل دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا بہر صورت یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں
کہ کسی عقیدہ یا عمل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے دلیل پکڑی جائے
اس قسم کی ناقابل اعتماد حدیثوں میں بہت سی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں
جہم کچھ تھوڑی سی شمار کرتے ہیں کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔
تصانیف ابن مردودہ۔ تصانیف خطیب۔

کتاب الضعفاء للعقيلي۔ کتاب الکامل لابن عدی
یہ خطیب وہی ہے جس کا حوالہ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ نذر
اولیاء کے صفحہ پر دیا ہے اور انہیں مصنف مشکوٰۃ کہا ہے)
تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ تصانیف سلجی

» ماکولات و مشروبات را نیز از راه تقرب ... الخ
ترجمہ: کھانے پینے کی چیزوں کو، اور دوسرے مال کو غیر اللہ کی نزدیکی کے خیال سے دنیا شرک ہے اور حرام ہے۔

تقرب کے معنی کیا ہیں؟ کسی کو خوش کرنا، کسی سے تعلق بردھانا، نزدیکی حاصل بھی خوش کرنا اگر ایصالِ ثواب کے طور پر ہو تو جائز ہے۔ اگر نذر کی شکل میں ہو تو حرام انما العبرة بالمعنی لا للفظ۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

» اگر کسی جانور کا خون خدا کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے گرایا تو یہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ تقرب غیر اللہ ہے۔ مگر خون خدا کے نام پر گرایا خدا کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے نہیں گرایا بلکہ گوشت دوگوں کو کھلا کر، یا ایصالِ ثواب سے اویلا کرام کو خوش کیا تو حرام نہیں۔ ... الخ

مولوی صاحب: یہ تو فرماتے کہ اویلا، اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا جانور کا خون ضرور گرانے ہے؟ کیا گوشت بازار سے نہیں ملتا؟ بات یہ ہے کہ اویلا کو پہنچانے والے عموماً دیہات میں، اور شہروں میں بھی ایک جانور بزرگ کے نام پر منت کر دیتے ہیں۔ پھر جب منت پوری کرنا چاہتے تو اسی جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھلا دیتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں یہ چیز بزرگوں کی ہے۔ بزرگوں کی طرف سے دعوت ہے تبرک ہے۔ مصنف اویلا نے بھی بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے سلسلے میں ذبح جانور کا نام لے ہی لیا۔ اندر کی بات باہر آہی جاتی ہے۔

ظہر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس کا جواب اگرچہ مسئلہ مشہور ہے۔ مگر چونکہ آپ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بہت عقیدت ہے، اس لئے فتاویٰ عزیزی سے لیجئے۔

فتاویٰ عزیزی ص ۲

سوال:- اس صورت میں کہ کوئی شخص نیت کرے، اگر میرا کام حسب حاجت

بن جائے تو سید احمد کبیر رحمۃ اللہ کی گائے یا شیخ سید کی بھڑ بکری دودھا اور حاجت پوری ہونے پر گائے بکری کو خدا کے نام پر ذبح کرے اور حال یہ ہے کہ نیت میں گائے بکری کو ان بزرگوں کی طرف نسبت کرتا ہے۔ اس جانور کا کھانا کیسا ہے؟

جواب:- ذبیحہ جانور کے حلال حرام ہونے کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر ہے۔ اگر تقرب الہی کی نیت پر یا گوشت بیچنے کی نیت، یا دوسرے مباح امور کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ تفسیر منشا پوری میں ما اھل بہ بغیر اللہ کی بحث میں لکھا ہے اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے، اور ذبح سے اس کی نیت اللہ کے سوا کسی سے تعلق بڑھانے کی ہو تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص نے جانور کو زندگی میں ہی کسی بزرگ کی منت مانا ہوا ہو، اور پھر تقدیر سے وہ کام بھی اُس کا ہو گیا تو وہ شخص اس جانور کو کس نیت سے ذبح کرتا ہے؟ کیا خدا کی رضا کے واسطے؟ نہیں حضرات اگر توحید کا عقیدہ رکھنے والا ہو تو بزرگ کی منت ہی کیوں مانتا۔ اب جب مافی ہئے، اور کام بھی اس کا خدا کی تقدیر سے ہو گیا تو اب وہ جاہل توحید کا جذبہ کہاں سے لائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر سے ذبح کرتے ہیں مگر دل کی حالت مکہ کے کافروں سے بدتر ہوتی ہے۔ ذرا آگے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

» مشرکین عرب کفر میں فلس تھے جب کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرتے تو نام بھی اسی غیر کا لیتے لیکن مسلمان مشرک اس کے برعکس دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کفر و اسلام کو خلط ملط اور گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ذبح کے وقت نیت تو ہوتی ہے غیر اللہ سے تعلق بڑھانے کی لیکن زبان پر اللہ کا نام لیتے ہیں پس پہلی چیز یعنی

مکہ کے کافروں کا فعل تو صاف کفر ہے۔ اور دوسری چیز یعنی مشرک مسلمان کا فعل یہ ایسا کفر ہے جس کی ظاہری صورت اسلام کی ہے اور

اندر کفر لپٹا ہوا ہے۔

سمجھ آپ؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کو کیا کہہ رہے ہیں۔ اندر کفر ہے باہر سے اسلام کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اب تک تو آپ لوگوں کا طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ بزرگان دین کے پاک ناموں پر جتنا بھی گندہ اور کفریہ فعل کو لیتے کسی کو بولنے کی جرأت نہ تھی۔ کیونکہ بریلوی۔ بزرگوں کا اگر بت بھی بنا کر کھڑا کر دیں تو اس کی تعظیم بھی ضروری ہوتی ہے آخر بزرگوں کا بت ہے جو اس کے سامنے سر نہ جھکانے والا ہی ہے گستاخ ہے بے ادب ہے مگر یہ شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ دہلوی کوں بزرگ ہیں جو آپ کو ایسی کھری کھری سنار ہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا یہ آپ کے پروپیگنڈا سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب رہا آپ کا حوالہ ملا جیون صاحب والا۔ یہ سب بھی لگے ہاتھوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہی پوچھ لیوں۔

فتاویٰ سنہریزی ص ۲۳ پر فرماتے ہیں:-

”انہیں دلائل سے معلوم ہو گیا کہ ملا جیون صاحب نے تفسیرات احمدیہ میں جو کہائے کہ ادویاء کی منت کی ہوئی گائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے۔ رسم کا لفظ خود ہی قباحت کے لئے کافی ہے، مگر مصنف نذر ادویاء ترجمہ کرتے وقت رواج کا لفظ لکھتے ہیں (حلال طیب ہے۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ منت بزرگوں کی کرتے ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ملا جیون کا یہ قول صاحب ہدایہ کے قول سے غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہے یعنی صاحب ہدایہ کی بات کو ملا جیون نہ سمجھے، ورنہ یہ تفریح نہ قائم کرتے۔“

صاحب ہدایہ کا ہمارے حنفی علماء میں جو فقہی رتبہ اور مقام ہے اس کو اہل علم ہی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ اصحاب التزیج میں سے ہیں اور ملا جیون تو ان کے سامنے

مکمل مکتب ہیں۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ملا جیون صاحب نے جب یہ کتاب لکھی تو اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی گویا نارسیدہ اور نابالغ تھے۔ اساتذہ کرام میں جمع کر دی ہیں۔ شاہ صاحب دوسری جگہ اسی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:-

”ملا جیون کا حلال طیب کہنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مسئلہ

میں دلائل متعارض ہیں اس لئے گائے شبہ والی تو ضرور ہے۔“

اس مسئلہ کی وضاحت بہت ہو چکی ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد لکھ دیتے ہیں۔

حضرت امام مجدد کا فیصلہ

کتابات مشریف نمبر ۴ جلد سوم صفحہ ۷۰

ترجمہ ۱۔ حیوانات کو جو مشائخ کے نام کی منت مانتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔ فقہی روایات میں یہ چیز بھی شرک میں داخل ہے اور فقہاء نے اس بات میں سختی سے منع کیا ہے فقہاء کرام نے اس کو جنات کے نام کی ذبح کی قسم سے قرار دیا ہے رواج سے کہ مشرکین عرب جنات کے نام کی ذبح کرتے ہیں (جو ممنوع شرعی ہے اور شرک میں داخل ہے)۔

یہاں مصنف نذر ادویاء منع اور ممنوع کا لفظ نوٹ کر لیں کیونکہ مولوی صاحب کے معنی مکروہ فقہی کرتے ہیں، کیا شرک بھی مکروہ فقہی ہے؟ حضرت امام مجدد فرماتے ہیں:-

”اور اسی مشرک کی قسم سے میں عورتوں کے روزے جو پیروں اور بیبیوں کے نام پر رکھتی ہیں۔ اکثر پیروں کے نام بھی بنا لئی ہوئے ہیں۔ یہ عورتیں ان بزرگوں کے نام پر روزے کی نیت کرتی ہیں اور افطاری کے وقت ہر روزہ میں ایک خاص صورت اختیار کرتی ہیں (مثلاً فلاں

ملوت اور طریقت کا یہ مجمع البحرین، ناپیدائیں رہنمائی جسے حق تعالیٰ نے
 اہل حق کی بے دینی کا جواب بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ مقدس شہباز اسلام، جن کی
 ولایت، طہارت، اتبار، سنت اور رفیع بدعت سے عالم اسلام کا بچہ بچہ زیر بار
 ہے۔ ایک ہزار سال گزر چکا تھا۔ جدت پسند بادشاہوں، مصلحت پسند مولویوں
 اور اہل بدعت پسند پیروں نے دین کا حلیہ لگا کر ایک ایک سنت پسند
 اور اہل خلاف چڑھا دئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی
 طہارت بناوٹی تصوف کی غلام بن چکی تھی۔ تصوف چند ظاہری قیود، تسبیح، سجادہ، گودڑی
 اور حق کے نعروں میں جکڑا ہوا نیم جان تھا۔ طالبان حق کو نذر دنیا، بچھاڑے
 گھاس، قبروں پر سجدہ کرنے، خلاف چڑھانے، وجہ اور ناپے محتر کرنے کی تعلیم
 دی جاتی تھی۔ مرفض اسلام کا مقدس چہرہ، نور تو بر تو بدعات نے مسخ کر دیا تھا جب
 خداوند تعالیٰ نے سرزمین ہندوستان میں یہ نور ہدایت پیدا فرمایا جس کی عالم افروز
 ہدایت بعدہ تجدید الف ثانی تمام اسلامی ممالک پر سایہ افکن ہوئی۔ کیا پاکیزہ
 الہام ہے! کیا فیصلہ کن کلام ہے! فَلَئِنْ دَرْتُمْ قُلُوبَ قَوْمٍ لَیْسَ بِہُمْ حِجَابٌ
 اف ثانی کے کلام مبارک سے چند مسائل معلوم ہوتے :-

۱۔ جو حیوانات بزرگوں کی منت ملتے ہیں، اور بزرگوں کی قبروں کے پاس جا کر
 رات کرتے ہیں یہ شرک میں داخل ہے کیونکہ یہاں گوشت کھانا مقصود نہیں۔ اگر
 گوشت کھانا ہی مقصود ہوتا تو بدوں اس صورت کے بھی یہ کام ہو سکتا تھا تو اب تو
 ہرگز سے پہنچتا ہے۔ جو لوگ جانور کو ملتے ہیں وہ جانور دن کو قبروں پر لے جانا
 ضروری سمجھتے ہیں، اگر ان کو کہا جائے کہ یہیں ذبح کر کے تقسیم کر دو تو اب پہنچا دو
 اور اگر نہیں مانتے بلکہ شاید مصنف نذر اولیاء کا فتویٰ بھی یہی ہو کہ وہاں لے جانا
 ضروری ہے۔

۲۔ حائز ناجائز، حرام حلال، ہر مسئلہ کا فیصلہ فقہ کی کتابوں سے ہوتا ہے نہ کہ
 لوگوں اور خیالوں سے، اگر قیل و قال اور خواب و خیال پر مسائل کی بنیاد رکھی جائے

بزرگ یا فلاں بی بی کا روزہ اس چیز سے رکھنا ہے اور اس چیز سے
 چھوڑنا ہے اور دن بھی مقرر کرتی ہیں مثلاً فلاں بزرگ کا روزہ فلاں
 ہینڈ کی فلاں تاریخ کو رکھنا ہے اور اپنے مطلب اور غرضیں اس
 روزہ سے وابستہ کرتی ہیں یعنی فلاں کام کے لئے فلاں بزرگ کا روزہ
 رکھتی ہوں۔ اور اس روزہ کے وسیلہ سے ان بزرگوں سے حاجت مانگتی
 ہیں اور جب کام بن جائے تو حاجت روائی ان بزرگوں کی طرف سے
 سمجھتی ہیں یہ عبادت میں شرک ہے مطلب یہ کہ روزہ رکھنا عبادت
 ہے اور عبادت خداوند تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کریں شرک ہے نہ تو
 یاد رکھیں کہ شرک صرف روزہ ہی میں نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی
 عبادت کے جتنے طریقے بیان کئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ،
 خیرات وغیرہ سب میں شرک ہوتا ہے، حضرت امام مجتہد فرماتے ہیں
 یہ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کے وسیلہ سے غیر سے حاجت مانگنا
 ہے (یہاں سے بڑھ کر ہوا)

فرماتے ہیں :-

”بعض عورتوں کو جب اس کام کی برائی بتائی جائے تو وہ جواب میں کہتی ہیں
 کہ ہم یہ روزہ خداوند تعالیٰ کے لئے رکھتی ہیں، اور ثواب ان بزرگوں
 کو بخشی ہیں، یہ بہانہ ہے۔ اگر وہ اس بات میں سچی ہوں یعنی روزہ اللہ کے
 نام کے رکھتی ہوں، اور ثواب بزرگوں کو بھیجتی ہوں تو خاص خاص دنوں کو مقرر
 کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کے دین میں یہ باتیں ہیں؟
 کیا خداوند تعالیٰ حضرت امام جعفر صادق کے نام پر عطا پوری ہی قبول کرتا
 ہے۔ اس شخصیت کی کیا وجہ ہے؟

ناظرین! یہ کس بزرگ شخصیت کا کلام ہے؟ حضرت امام مجتہد الف ثانی فرماتے ہیں
 رہاں پر بار خدایا یہ کس کا نام آیا!

فرماتے ہیں فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں۔

۳۳۵ دفتر اول ص ۳۳۵

صوفیوں کا عمل حلال حرام میں سند نہیں ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو برا نہ کہیں اور ان کا کام خدا کے سپرد کریں اس جگہ یعنی حلال حرام جائز ناجائز کے موقع پر امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری کا مل۔ اس وقت کے کچھ صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر گانا اور ناچنا مذہب میں داخل کر لیا ہے اور خدا کی بندگی سمجھ لی ہے یہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کو کھیل تماشہ بنایا۔ پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص حرام کام کو اچھا سمجھے، اہل اسلام کی جماعت سے باہر اور ترد ہو جاتا ہے۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ سماع اور رقص کی مجلس کی تعظیم بلکہ اس کو بندگی اور عبادت سمجھنا کس قدر بڑا ہے۔“

امام کو اہل بدعت غور سے پڑھیں کہ صوفیوں کا عمل شریعت میں کیا درجہ رکھتا ہے۔

۳۵۲ دفتر اول ص ۳۵۲ مرزا احسام الدین کو لکھتے ہیں کہ:-

”میں نے مولود کی محفل اور نعت خوانی سے سخت منع کیا ہوا ہے اور تم لکھتے ہو کہ بعض یہاں کے دوستوں نے اپنے گھر میں مولود کی محفل کرائی ہے، اس کی وجہ سے ان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی ہے۔ امام مجدد فرماتے ہیں خوابوں پر کچھ اعتبار نہیں۔ اگر خواب پر اعتماد ہو سکتا تو شیخ کا کیا فائدہ؟“

دیکھئے خواب اور ایسا مبارک خواب بھڑبھڑا اس کو بھی بے اعتبار قرار دیتے ہیں جب شریعت کی پابندی میں ملل آئے۔

واضح رہے کہ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نعت خوانی کی محفلوں کے سخت مخالف ہیں تجربہ سے ثابت ہے کہ ہوس پرست لوگ ایسی پاکیزہ مجلسوں کو بدعت

تو دنیا میں ہزاروں عالم اور لاکھوں بزرگ گزرے ہیں۔ آج ہمارے ہاں کوئی فرقہ بن چکے ہوتے۔ ہمارے بریلوی بھائی نام کو تو حنفی ہیں مگر فقہ حنفی سے بہت دور ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے جابجا مکتوبات شریف میں واضح کیا ہے کہ علماء اور علماء سے پوچھنا چاہیے صوفیہ کرام سے سلوک تو سیکھو لیکن مسئلہ کی تحقیق علماء کے ہاتھ سے دیکھئے مکتوبات شریف مطبوعہ مطبع احمدی دہلی دفتر اول ص ۳۲۵

”جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جہاں علماء اور صوفیہ کا اختلاف ہے، جو اچھی طرح غور کیا جائے تو حق پر علماء ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر انبیاء علیہم السلام کی اتباع سنت کی وجہ سے کمالات نبوت اور علوم نبوت میں نفوذ کر جاتی ہے اور صوفیوں کی نظر ولایت کے کمالات اور معارف تک محدود رہے پس وہ علم جو بارگاہ نبوت سے حاصل کیا جائے وہ زیادہ درست اور زیادہ صحیح ہوگا اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے حاصل کیا جائے۔“

نیز دفتر اول ص ۳۳۱ میں فرماتے ہیں:-

”شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے شطحیات قابل اعتماد نہیں ان کے اکثر کشفی علوم اہل سنت کے علوم سے الگ واقع ہوئے ہیں پس ان کشفی علوم کی تابعداری وہی کرے گا جس کا دل بیمار ہو۔“

دیکھئے شیخ ابن عربی کا صوفیہ میں بڑا مقام ہے، مگر امام مجدد الف ثانیؒ ان کی کو اہل سنت سے الگ قرار دے رہے ہیں۔ بریلوی مذہب کی بنیاد جن چیزوں

ہے حضرت امام مجددؒ ان کو کھوٹی اور بے کار قرار دیتے ہیں۔ دفتر اول ص ۳۳۲

”عقائد درست کرنے کے بعد فقہ کے احکام کا سیکھنا بہت ضروری ہے

فرض واجب حلال حرام سنت مستحب مشتبہ مکروہ کے جاننے کے سوا

چارہ نہیں“

یہی سب چیزیں فقہ سے معلوم ہوں گی۔ معلوم بریلوی حضرات فقہ حنفیہ سے کبیل

سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ اگرچہ کتنی ہی احتیاط کی جائے۔

۳۔ تیسری بات حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے یہ معلوم ہوئی کہ کسی مقلد کے نام کا روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا شرک ہے جیسے دو رکعت نماز اولیں قرنیؒ کی شریعت میں بھی ہوگا۔

۴۔ جو لوگ مشرکانہ طریقہ پر بزرگوں کو خداوند تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں ان کی ایک پہچان حضرت امام مجددؒ نے یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اس عبادت کے توکل سے بزرگوں سے حاجتیں ملگتے ہیں۔ دیکھئے رسالہ نذر اویاد ص ۳

”شکلیہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

۵۔ یہ سمجھنا کہ بزرگ کام نکال دیتے ہیں حاجت پوری کرتے ہیں مشکل کشا ہیں قادر ہیں، مختار ہیں، شرک ہے۔

۶۔ غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ سے غیر سے حاجت مانگنا شرک ہے۔

۷۔ ان جاہلوں کو جب ان برائیوں سے روکا جاتا ہے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم یہ روزہ اور دیگ خدا کے نام کی دیتے ہیں صرف اس کا ثواب بزرگوں کو پہنچاتے ہیں دیکھئے مصنف نذر اویاد نے وہی عورتوں والی بات کہہ دی مگر حضرت امام مجددؒ فرماست مومن سے تارٹ گئے کہ یہ ثواب کے بہانہ میں شرک ہو رہا ہے فرمایا اگر یہ چیزیں خدا کے نام پر ہوں تو یہ پابندیاں کسی؟ فلاں بزرگ کا روزہ فلاں چیز سے کھولنا۔ اصحاب کہف کا تو شر اس طرح پکانا۔ اتنی سوجی ہو۔ آنا گئی ہو۔ اتنی کھانڈ اور کھانے والے ایسے ہوں دیسے ہوں۔ یہ ہندومت کہاں سے آگیا یہ شر اللہ خدا کا حکم ہے؟ حضرت امام جعفر صادقؑ کا گونڈا تو اچھا خاصہ صاہب تھا ہے اور شیعوں کی نقل سے جاہل بریلوی ایسا کرتے ہیں آگے چل کر ہم انشاء اللہ بتائیں گے کہ بریلوی شیعوں کی ایک شاخ ہیں مصنف نذر اویاد فرماتے ہیں کہ امام جعفرؑ کے گونڈے میں بعض چیزیں نہ ہونی چاہئیں۔ مولوی صاحب کیوں نہ ہو یہی چیزیں بدعت کی مہر ہیں، بدعت کی علامت ہیں، جن سے شرک کی پہچان ہوتی ہے

بدعات پیدا ہوئیں یہ چیزیں اس فاحشہ کا لباس ہیں۔ جب یہ چیزیں نہ ہوں تو بدعت بھی نہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور تمام بدعتوں کے لئے بدعت کے ساتھ فضولیات کو ہر جگہ لگا دیا ہے تاکہ عقل مند لوگ ان لوگوں کو ان نشانات سے پہچان سکیں۔ بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کو اندر ہی پکانے کا حکم ہے اندر ہی بیٹھ کر کھا فی جاتی ہیں۔ دسترخوان کا فضلہ اندر ہی دفن کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہؑ کی نیاز کا تو سخت پرہیز ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ کیا دین ہے؟ ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ اسلام نے ان لوگوں کو توڑا تھا وہ پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی تو بہات عرب کے مشرکین میں سے تھا کہ وہ قاتل و قاتلین ہوں۔ ہذا الانعام خالصہ لہذا کو نہ تو صحت علیٰ اذواجنا (الابتر) ترجمہ: کانہ کہتے ہیں کہ جو بچہ اس جانور کے پیٹ میں ہے وہ چونکہ دینا کی حالت ہے اس لئے صرف مرد ہی کھا جس کے عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مردار کھا ہو تو عورت مرد سب کھا سکتے ہیں۔ غنقریب خداوند تعالیٰ ان کو اس بیان کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والہ ہے علم والہ ہے۔ (بارہ ۸، دکن ص ۳)

۸۔ شرک کی پہچان میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے خصوصاً کھانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس نے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ جو کھانا ہم ایصالِ ثواب کے طور پر کسی کو بھیجتے ہیں خاص ہی کھانا اس کو ملتا ہے چنانچہ تیسرے دن کا حلوا تو مردے کے زخموں پر ٹھکڑا کرنے کے لئے پکاتے ہیں۔ یعنی ابھی ابھی قبر میں گیا ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ وہاں ضرور اس کو مار پڑی ہوگی احمق! اللہ ہم اس لئے ٹھکڑا کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس قسم کے عقیدے ہندوؤں کے تو ضرور ہیں مگر اسلام ان دھنوں سے پاک ہے۔ شریعت میں ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جو نیک کام از قسم عبادات بدنی یا مالی کرتا ہے تلاوت، دعا، استغفار یا خیرات کپڑا روٹی وغیرہ اس کا ثواب اس کو ملتا ہے، چاہے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھے، یا کسی دوسرے کو ثواب پہنچائے انفرادی و ملیں ثواب پہنچا ہے

اور جنت کی نعمتیں ملتی ہیں، مگر بریلوی حضرات ہندوؤں کی طرح اس دہم میں گرفتار ہیں کہ وہی چیز ملتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نذر و نیاز اور بزرگوں کی منتوں میں انہیں زبان کی چاٹ لگا دی ہے۔ دیکھئے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی انتقال سے دو گھنٹہ قبل کیا وصیت فرماتے ہیں !

وصایا شریف ص ۹

”اعزہ سے یعنی عزیزوں سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں سہترہ میں دو بار ان چیزوں سے کچھ (مجھ کو) بھیج دیا کرو۔

۱۔ دودھ کا برف گھر میں بنا ہوا کھلی رکھنی، اگرچہ بھینس کا دودھ ہو۔
 (یعنی بہتر تو یہ ہے کہ گائے کا دودھ ہو۔ خیر بھینس کے دودھ کی کھنی ہو تو بھی ہرج نہیں ہے) ۲۔ مرغ کی بریانی یعنی بھونا ہوا مرغ ۳۔ مرغ پلاؤ ۴۔ بکری کا شامی کباب ۵۔ پراٹھے اور ۶۔ بالائی ۷۔ فیرنی پھرنی ۸۔ اردکی پھریری دال مع ادک دوازم (یعنی اردکی دال میں ادک بھی ضرور ہو اور مسالے بھی سب کے ہوں تاکہ مولوی صاحب کو قبر میں بادی نہ ہو جائے) ۹۔ گوشت کچوریاں (یعنی کچوریوں میں گوشت تھوڑا نہ ہو۔ گوشت سے بھری ہوئی ہوں چسکا بھی کیا بلا ہے) ۱۰۔ سیب کا پانی ۱۱۔ انار کا پانی ۱۲۔ موڈے کی بوتل۔ (تاکہ اتنی الابلہ جلدی سفیم ہو جائے) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ زبان کی چاٹ مرتے مرتے بھی دم نہیں لیتے دیتی۔ بریلوی مذہب کے بانی مہمانی ایک وقت

دستر خوان پر یہ بارہ چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں، کھانے پینے کا ککر، یہ ذہنیت کس چیز کی غماز ہے۔ اسی عرض سے تو اپنا الگ مذہب بنایا۔ دیکھئے مرنے سے دو گھنٹہ پہلے یہ وصیت بھی فرماتے ہیں :-

”رضا حسین اور حسین تم سب محبت اور اتفاق سے رہو یہ خطہ میں لیتے پیدا ہوا کہ بریلوی مولوی بات بات میں ایک دوسرے کو کافر

کہتے ہیں، یہاں قصور کے بریلویوں میں حق کے مسئلہ پر وہ کشتی ہوئی کہ خدا کی پناہ، حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

دیکھئے الگ مذہب بنایا اور بیٹوں کو وصیت کی ہے کہ شریعت کی بھی یہاں ٹک ہو سکے پیر دی کرو۔ لیکن میرا دین اور میرا مذہب جو ہے اس پر مضبوطی قائم رہنا ہر فرض سے ضروری فرض ہے۔ یعنی شریعت کی پیر دی سے بڑھ کر مذہب ضروری ہے۔

بریلویوں کا مذہب شریعت سے الگ ہے۔ اگر یہی دین اسلام ہوتا تو شریعت کے اتباع میں سب کچھ بات آجاتی ہے۔ امتیہ ہے کہ مصنف نذر و نیاز خود ہی بتائیں گے کہ وہ کیا مذہب ہے جو شریعت کے علاوہ ہے اور اس کی تابعداری شریعت سے زیادہ ضروری ہے۔ بڑی محنت سے مذہب بنایا مگر ہماری سمجھ میں وہ مذہب ہی بارہ چیزیں ہیں جو نمبر وار بیان ہوئی ہیں۔

حضرت امام محمد عارف ثانی: ”تو تخصیص طعام کو بدعت فرماتے ہیں مگر یہ بریلوی حضرات بارہ چیزوں کے سوا کہیں منہ نہیں لگاتے۔ دیکھئے کتنا فرق ہے تہجد نیت اور مجتہد بدعت میں۔“

مسئلہ ایصال ثواب

ایک مسلمان اپنی نیکی دوسروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ معتزلہ بدنی اور مالکی..... ہر دو عبادتوں کا ثواب پہنچانے اور پہنچنے کے منکر ہیں۔ یہ مذہب مردود ہے۔

۲۔ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب دوسرے مسلمانوں کو دیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبل اور جمہور کا مذہب یہی ہے۔ دلائل اگے آتے ہیں۔

۳۔ تیسرا فریق مالی عبادتوں کا ثواب پہنچنے کا قائل ہے۔ بدنی عبادتوں کے ایصال ثواب کا منکر ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ حنفی مذہب کے دلائل احادیث اور آیات میں بکثرت ہیں نیز شاہی جلد دوم ص ۳۲۴ میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ترجمہ :- قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جو شخص جس قسم کی عبادت کرے وہ اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے۔ علاوہ اس کی تشریح لکھتے ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرآن کریم کی تلاوت یا عام ذکر الہی، یا طواف یا حج، یا عمرہ یا اس کے سوا کوئی بھی نیک عمل ہو مثلاً بنیوں، شہیدوں، ولیوں کی قبروں کی زیارت مطلب یہ ہے کہ یہ بھی نیک کام ہیں۔ اس کا بھی ثواب ہے۔ کیونکہ زیارت قبول شروع ہے۔ اس کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔ نیز مردوں کو کفن دینا اور تمام قسم کی نیکیاں دوسرے کو بخشی جاسکتی ہیں۔“

مسئلہ ۱۔ نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ صدقہ کرتے وقت سب اہل ایمان مردوں عورتوں کو ثواب میں شامل کرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ ۲۔ فرض کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے اور جس فرض کا ثواب دوسرے کو بخش دیا اس کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسئلہ ۳۔ ثواب پہنچانے کے لئے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ جب

عمل کر رہا ہو اس وقت نیت کر لینا کافی ہے یعنی نیکی کرتے وقت یہ خیال اور نیت دل میں رکھے کہ یہ عمل فلاں شخص کے واسطے کر رہا ہوں تو ثواب اس کو مل جائے گا مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کے وقت یہ نیت ہو کہ ماں یا باپ، یا کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھتا ہوں تو جو لفظ زبان سے نکلے گا اس کا ثواب اس کو پہنچ جائے گا زبان سے بخشنے اور پہنچانے کی ضرورت نہیں پس پہنچ گیا۔

مسئلہ ۴۔ اگر کسی شخص نے نیکی کرتے وقت اپنے لئے کی ہو پھر بھی جب چاہے ثواب پہنچا سکتا ہے۔

بحر الرائق ص ۵۹ میں تقریباً یہی مضمون ہے اس میں ذرا اتنی تفصیل اور بھی ہے کہ عمل کا ثواب زندوں کو بھی دیا جاسکتا ہے، مردوں کو بھی۔ ہدایہ فتح القدیر بحر الفائق، زیلعی، عینی وغیرہ میں مسئلہ مفصل ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف نہیں، اس لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بریلوی حضرات نے ہر مسئلہ پر بدعت کے خلاف چڑھا دئے ہیں۔ دیگر تیار ہوئے اب بلاؤ کسی صاحب کو ختم پڑھیں، اور اس کو اپنی قوت سے عالم آخرت میں پہنچادیں، ختم پڑھنے والوں نے کئی قسم کے ختم بنا رکھے ہیں جیسا مال و یا مول۔ بریلوی ذہنیت دیکھنے چاول دیگ میں پڑے ہیں۔ دیگ کو کھلنے کے واسطے دولت مند برادری کو اکٹھا کر لیا ہے۔ ادھر بھی دیگ کسی بزرگ کی منت بھی کی ہوتی ہے کہ ایک ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کی خدمت میں بھی پیش ہوگی۔ غیر اللہ کی نذر میں ہے، دولت مند برادری کا تحفہ بھی ہے۔ امام مسجدوں اور مولوی صاحبان کو بھی اسی سے راضی کرنا ہے ختم پڑھنے والا اپنے لفظوں میں ساری دیگ بیاں دے گا مثلاً عالم آخرت کو لے جاتا ہے۔ دیگ بانٹنے سے پہلے اس کا ثواب دلوں میں ہے۔ کیسی چالاکی ہے ثواب تو سارا ادھر پہنچ گیا اور دیگ اپنی کی اپنی اور

سماع موتی

ہر لوگ دنیا سے جا چکے ہیں وہ قبر پر بلانا سنتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں شروع سے اختلاف ہے۔ حنفی فقہاء میں بھی کچھ اختلاف ہے چنانچہ کافی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مردار سے بدتر ہے اس کا ثواب کیا ہے؟ بزرگان دین سے عجیب مزاج بنا رکھا ہے۔ حضرات علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم بھو ایک صدی سے دنیا میں فقہ حنفیہ کے علمبردار ہیں حنفی فقہ کے ہر اصول کو قرآن اور حدیث شریف سے ثابت کر رہے ہیں۔ ایصال ثواب کے متفقہ طور پر قائل ہیں بدعت کی پہچان اور علاج محالہ قدرت نے انہیں خاص ملکہ بخشا ہے کی فراست ایمانی سات پردوں میں چھپی ہوئی بدعت کو نبض پر ہاتھ رکھتے ہی تاڑ لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت ان کا نام سنتے ہی لہزتی ہے، کانپتی ہے، چیختی چلاتی ہے، جلے جلوس کرتی ہے۔ اپنی خاص خاص تقریبوں پر اپنے نام لیواؤں کو مدد کے لئے بلاتی ہے اور دل ہی دل میں خیر سناقتی ہے۔

تفس میں مجھ سے رُوداد چمن کہتے نہ ڈرہدم
گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں بو

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۰ میں فرماتے ہیں :-

”ایصال ثواب بلا قید طعام وایام کے مندوب یعنی مستحب ہے“
اور تخصیص دین کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے۔“

ناظرین! یہ تخصیصات ابھی ابھی حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ کے حوالہ سے مردود ہو چکی ہیں اب ہم مضاف نذر اولیاء کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مسئلہ ایصال ثواب ہے اس میں بزرگ کے نام کی دیگ پکانے کا ذکر کہاں ہے؟ اور

”سماع موتی صحابہ کرامؓ کے عہد سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء پر قبر پر بننا بالاتفاق ثابت ہے، دوسرے لوگوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جو عقیدہ بھی رکھے درست ہے، یاد رہے کہ یہ تفصیل قبر پر کی ہے، باقی ہر جگہ سے سنا اس بات کے علماء قائل نہیں ہیں، نہ نبیوں کے متعلق، نہ دوسرے لوگوں کے متعلق، حنفی علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔“

استمداد و توسل

استمداد کے معنی ہیں کسی سے مدد مانگنا۔ توسل۔ دعائیں کسی کو وسیلہ پکڑنا

کام ہو جانے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ کیا فقہاء کرام میں سے کسی نے یہ طریقہ لکھا ہے؟ حوالہ دیجئے آپ نے جو گڑبڑ کی ہے کہ ایصال ثواب اور نذر شرعی کو ملا کر نذر عرفی نام رکھ دیا اس کی سند فقہ سے پیش کریں۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّاسَ
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَابُ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ ۝

جس چیز کو علماء خفیہ صاف صاف حرام کہہ رہے ہیں۔ کیا وہ آپ کے کہنے سے جائز ہو سکتی ہے؟ ایصال ثواب کے لئے فقہاء نے اِھْدَاءُ الثَّوَابِ یعنی ثواب کا تحفہ بھیجنا تو کہا ہے۔ یہ نذر یعنی تحفہ تو ٹھیک آجاتا ہے لیکن اس کا طریقہ بھی ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ آپ نے جو انوکھا طریقہ نکالا ہے کہ اگر میرا کام ہو جائے تو دیگر دُوس یہ نذر یعنی تحفہ کہاں رہی؟ یہ تو ایصال ثواب بھی نہیں یہ نذر یعنی منت ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں الْوَعْدُ عَلَّ شَرْطُ یعنی کسی شرط پر وعدہ کرنا اگر میرا یہ کام ہو گیا تو یہ چیز دُوس کا۔ اب یہ تحفہ نہیں وعدہ ہے۔ منت ہے اسی منت کو فقہاء مردار سے بدتر قرار دے رہے ہیں آنکھیں کھولئے!



اولیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کا ہو سکتا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔
استغاثہ استعانتہ اور استمداد کا مطلب ایک ہی ہے۔ مدد مانگنے کی کہیں ہیں :-

۱۔ انسان مدنی الطبع ہے۔ اجتماعی زندگی میں ہر شخص دوسرے کی مدد کرتا ہے، بلکہ نظام عالم میں ایسی وحدت اور اتحاد ہے کہ یہاں کی ہر چیز ہر چیز کی مددگار ہے۔

کاندیں ملک پوٹا دوس بکار راست مگس

روزمرہ ضروریات زندگی میں جیسا کہ ہمیں کسی بڑے آدمی سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایک نوکر بھی ہماری مدد کرتا ہے، یہ مدد لینا اور دینا ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم نے تعاون کے چند اصول مقرر فرمادیئے ہیں۔ نیکی اور پرہیزگاری پر امداد کرو، گناہ اور زیادتی پر امداد نہ کرو۔ نیز توحید کا عام اصول یہاں بھی نافذ ہے مدد لینے والا یہ عقیدہ رکھے کہ ہر مدد درحقیقت جناب الہی سے آرہی ہے ڈاکٹر نے ایک کوشش کی ہے اور شفا اللہ کی جانب سے آرہی ہے۔

ایں سبب مادر نظر پاپروہ یا است

کہ نہ ہر دیدار صنعتش را سزا است

عالم اسلام میں ہر چیز کو خدا کی مدد کا مظہر سمجھنا توحید ہے۔ قرآن کریم اسے تعاون کہتا ہے اور فلاسفہ کی اصطلاح میں یہ معاونت ہے۔ اہل بدعت جب مسئلہ استعانت میں لاجواب ہوتے ہیں تو اس ظاہری استعانت سے فضول معاوضہ کرتے ہیں۔ ہمارے ایک پنجابی محدث مرحوم و مغفور جو مشنوی مولانا رومؒ سے کٹو والی روایت بڑی تشریح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سجدہ تعظیمی کے جواز میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر سجدہ ناجائز ہے تو مردود و بیوی کو کیوں سجدہ کرتے ہو؟ اگر اولیاء اللہ سے استعانت ناجائز ہے تو لوکر سے پانی کیوں مانگتے ہو؟ نصرت و تکبیر

کیا عجیب دلائل ہیں۔ افسوس!
۲۔ مدد مانگنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے کاموں میں جو انسانی تدبیر اور کوشش سے باہر ہیں مثلاً اولاد، بارش، زندگی، موت وغیرہ کسی بزرگ زندہ یا مردہ سے دعا کی درخواست کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ زندہ کو دعا کی درخواست کرنا تو اچھا کام ہے اور اہل قبور سے دعا کی درخواست کرنا اس میں اختلاف ہے۔ جو علماء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر والے سنتے ہیں اس کو جائز کہتے ہیں اور جن علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قبروں والے نہیں سنتے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدد مانگنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا کی خدائی اس کو مل چکی ہے اب یہ اپنی مرضی سے دیتے لیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دے دیا ہے۔ اب یہ قادر ہیں، مختار ہیں، جس کو چاہیں، جو چاہیں، جب چاہیں دے سکتے ہیں، یہ شرک اور کفر ہے۔ بریلوی حضرات کے ہمارا جھگڑا یہی ہے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۲۳ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے:

”مدد مانگنا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ مخلوق سے مدد مانگنا جیسا کہ امیر اور بادشاہ، لوکر اور گداگر سے بوقت ضرورت مدد لیتے ہیں اور عوام الناس اولیاء اللہ سے دعا چاہتے ہیں کہ اللہ کی جناب میں ہمارے واسطے دعا کرے۔ اس قسم کی مدد چاہنا شریعت میں مکرہ اور زندہ سے جائز ہے (تفصیل آگے آرہی ہے) ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مستقل طور پر جو چیز جناب الہی سے خصوصیت رکھتی ہے۔ یعنی جن کاموں میں انسانی کوشش کا کچھ دخل نہیں مثلاً اولاد دینا، بارش برسانا، بیماری دور کرنا، عمر کی درازی وغیرہ جب کہ مانگنے والے کی نیت خداوند تعالیٰ سے مانگنے کی نہ ہو یعنی یہ سمجھتا

ہو کہ بزرگوں کو اختیار ہے۔ جیسا کہ بریلوی علماء ہر وقت یہی کہتے ہیں بزرگوں سے مانگو، مانگو، مانگو دیتے ہیں) شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ قسم حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد مانگے تو وہ شخص اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے، بت پرست کافر اپنے بتوں سے ایسی مدد جائز سمجھتے ہیں۔
 واضح رہے کہ بریلوی حضرات علمی دنیا میں یتیم، میں، سلف صالحین میں ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ چنانچہ ابھی ابھی ماضیت بالستہ کا ذکر چکا ہے۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ عرس، گیارہویں، چارہلم، ششماہی، سالیانہ جتنی تعینات ہیں، ان چیزوں میں سے کوئی شخص سلف صالحین کے دور میں نہ بھتی۔ ملحوظ رہے رشتہ (ذیل) یعنی جب مسلمان قوم رُویہ ترقی تھی، تاسیس شریعت جہاد، تبلیغ اسلام، تدوین حدیث، علماء اور ضبط قوا عد کا دور دورہ، تو حضرات صحابہؓ تابعینؓ، تبع تابعین، محدثین اور علماء کے سامنے احیائے اسلام اور اتباع سنت کے مشاغل تھے جب اسلام کی بہار پر خزاں آنے لگی۔ جب بے کاری، سستی، مفت خوری، اور انسانی کا دور شروع ہوا تو جابر بادشاہوں کی خود رانی، علماء کی مہانت یعنی عوام الناس اور خوشامد اور متصرفین کے شیطیات سے بریلوی پیدا ہو گئے۔ اہل سنت کے سلف صالحین میں طعام اور دن کی خصوصیت تو کیا ہوتی۔ استمداد اہل قبور اور ان قلعہ نہ تھا، اور جب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ جیسے لوگ گرائیں کہ نہ تھا تو اب کسی کی مجال ہے کہ ثابت کر دکھائے۔ شرم کا مقام ہے کہ آج جن مسائل پر وقت ضائع کر رہے ہو اور زمانہ کی رفتار میں یہ کچھ ہی ہے یہ مسائل معلوم ہے کہ مبارک دور اسلام میں نہ تھے۔ رواج تو کہاں

قوم کے اخلاقی تنزل اور دین سے بے اعتنائی کا اصلی سبب یہی وہم پرستی ہے۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین کا وہی سادہ اور فطری حکیمانہ نظام معلوم کرو جس پر چل کر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی فرعونیت توڑی تھی، کیا اسلام کی شان و شوکت، گیارھویں، عرس اور نذر و نیاز و تبرکات سے پیدا ہوتی تھا کیا پہلے مسلمان ہماری طرح بیٹھے بیٹھے نعرۂ تکبیر کہتے تھے۔ نعرۂ تکبیر کا موقع میدان کا رزار ہے، میدان جنگ ہے، محرکہ کفر و اسلام ہے۔ ایک طرف کفار کی نظم اور مسلح فوجیں، موتی تھیں، دوسری طرف کچھ اللہ والے لڑائی ہوئی تلواریں اور شکستہ نیزے لے کر اللہ کے بھروسے پر میدان میں آتے تھے۔ جب لڑائی ہوئی تو کشتوں کے پٹے لگ جاتے، کسی کا سر کٹ رہا ہے، کوئی ٹپکتے ہوئے بازو کو توڑ پھینک کر آگے بڑھ رہا ہے، جہموں سے خون کے چٹھے اُبل رہے ہیں، ایک ایک غیرت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مسلمان کا ایک ہی نعرۂ تکبیر بجلی کا کڑوا بن کر کفار کے دل ہلا دیتا ہے۔ یہ ہے نعرۂ تکبیر کا موقع۔ مگر بریلوی حضرات کا مال غنیمت اندر مسجد کے حجرہ میں مقفل پڑا ہوتا ہے۔ یعنی تبرک شریف اور اس کی خوشی میں اتنے پھولتے ہیں کہ نعرہ کی شاخیں بھی نکال لی ہیں۔ یہی خوب کہا : ع

بہر چہ گیر دہلتی علت شود

بات لمبی ہو گئی۔ مطلب یہ تھا کہ پچھلے لوگوں میں سے فقط شیخ عبدالحق دہلوی ایسے بزرگ ہیں جن کی بعض عبارتوں سے ان کو تھوڑا سا سہارا مل جاتا ہے۔ مگر شیخ بھی توحید کے مسئلہ میں بہت سخت ہیں۔ حضرت شیخ نے قصہ مقبولین بدشعرا مشکوٰۃ میں مسئلہ استمداد کی وضاحت فرمائی ہے پہلے شیخ نے سماع موتی اور ترجیح دی ہے۔ پھر حضرات صوفیہ کے تجربہ اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی روحوں سے طالبان ہدایت کو فیض اور فتوح حاصل ہوتے ہیں جو لوگ زیارت قبور کو جاتے ہیں، قبر والوں کی رُوحیں دعا سے اُن کی مدد

دے گی کہ زندگی میں دعا فرماتے ہیں۔ لہذا استمداد کے وہی طریقے ہیں۔

وہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا بڑا پاپ کا مالک ہو جاتا ہے، سمجھتا ہے دعا کرتا ہے خدا تعالیٰ سے، اور مانگتا ہے (اللہ تعالیٰ) خداوند تعالیٰ کی بے نیازی اور عزت والی بارگاہ سے، اور وسیلہ پکڑتا ہے اس بندے کا جو بارگاہ عزت میں اللہ اور مکرّم ہے اور یوں کہتا ہے : خداوند! اس تیرے بندے کی برکت سے کہ تو نے رحمت کی ہے اس پر، اور اس کی عزت بڑھائی ہے اور مہربانی عطا فرمائی ہے میری حاجت پوری کر۔ کیونکہ تو سخی داتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اُس نیک قبر والے بندہ کو بلائے اللہ کے استمداد کے بندے اور اس کے ولی میری سفارش کر، اور خدا سے دعا کر کہ میرا مطلب پورا کرے۔ پس دینے والا بھی خداوند تعالیٰ ہے اور مانگا بھی خدا سے ہے اور امید کی جگہ بھی وہی ہے اور یہ ایک بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ کوئی نہیں طاقت والا، کام کرنے والا اور کاموں میں تصرف کرنے والا۔ دنیا میں اللہ کے اولیاء خداوند تعالیٰ کے ولی تو فانی اور بے نشان ہیں، قدرت الہی ان اور اس کے دبدبہ میں نہ تو یہ کچھ کام کرتے ہیں، نہ ان کو کرنے کی طاقت ہے، نہ ان کے پاس کچھ اختیار ہے۔ اب بھی جب کہ قبروں کے بندے اختیار ہیں اور جب دنیا میں زندہ تھے تو اس وقت بھی ان کو کچھ اختیار نہ تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ زیارت قبور کے وقت ثابت اور سنت طریقہ اسلام علیکم کنا، استغفار کرنا، ان کے واسطے دعا کرنا اور قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن مدد مانگنا کسی صورت میں نہیں ہے، اُسے فرماتے ہیں (قرآن والا) کہ یہ نہیں ہے۔

میں جو اختلاف ہے وہ اختلاف عام قبر والوں کے متعلق ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کے متعلق نہیں کیونکہ انبیاء زندہ ہیں حقیقتاً جیسا کہ دنیا میں زندہ تھے مگر اولیاء اللہ آخرت کی معنوی زندگی سے زندہ ہیں اس لیے ان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں۔ ہاں اگر قبروں پر جانے والے یہ اعتقاد رکھیں کہ قبروں والے اپنے پاس سے دیتے ہیں اللہ سے مانگتے نہیں ہیں چنانچہ اسی وجہ سے قبروں کو بوسہ دیتے ہیں سجدہ کرتے ہیں تو یہ اعتقاد اور یہ عمل حرام ہے۔

حضرت فیض عبدالحق محدث کے کلام سے چند مطالب برآمد ہوئے:

۱۔ جب کسی مزار پر دعا کرنے والا خداوند تعالیٰ سے مانگے اور بزرگ کا وسیلہ کرے تو جائز ہے۔

۲۔ کوئی شخص قبر والے سے کہے کہ میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کرو اور عقیدہ رکھتا ہو کہ خداوند تعالیٰ دینے والے ہیں، اگر نہ دیں تو اس بزرگ کی سفارش بھی ہو سکتی ہے۔ شیخ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اکثر فقہاء حنفیہ جو مبالغہ موتی کو نہیں مانتے وہ اس بات کے منکر ہیں۔

۳۔ زیارت قبور کا سنت طریقہ تو یہی ہے اسلام علیکم کہنا، استغفار تلاوت قرآن اس کے قلمداد استمداد کے دو طریقے جو بیان ہوئے ہیں یہ جائز تو ہیں مگر سنت کے درجہ سے گرے ہوئے ہیں۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یقیناً سنتے ہیں جو شخص قبر پر بلائے دوسروں لوگوں کے متعلق اختلاف ہے۔

۵۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اپنے اختیار سے دیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل چکا ہے اور ان خیال سے خوشامد سجدہ وغیرہ حرام ہے۔

مسئلہ کی وضاحت کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۴۰۴ پر غور کریں۔

”بزرگوں کی روح سے استمداد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو زندہ

لوگوں سے بھی کی جاتی ہے۔ یعنی ان کی دعا کو قبولیت سے قریبے کہہ کر اپنی درخواست خدا کی جناب میں پیش کرنے کا وسیلہ بناتے ہیں اور ان کو واسطہ اور بیعہ اور ہتھیار کا درجہ دیتے ہیں جس طرح سینک نظر کو تیز کر دیتی ہے یہ بے شبہ جائز ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ قوجہ بزرگوں پر ہوا اور یہ سمجھے کہ یہ لوگ مطلب پورا کرنے یا کرانے میں خود مختار ہیں۔ بزرگان دین خداوند تعالیٰ سے اتنے نزدیک ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں، خدا سے منوالیت ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے عوام الناس استمداد کرتے ہیں۔ یہ قسم خالص شرک ہے۔ زمانہ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے مشرک لوگ اپنے بتوں پر اس سے زیادہ اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

مطلب یہ کہ کافروں کا عقیدہ بتوں کے متعلق یہی تھا۔ اگے شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

”یہ لوگ (بریلوی) جو بڑی سے بڑی دلیل حدیث اس جگہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور ترجمہ کرتے ہیں کہ جب تم کو کسی کام میں خلل پیش آئے تو قبروں والوں سے مدد مانگو۔ شاہ صاحب (ماتے ہیں) یہ حدیث نہیں ہے بلکہ صحابی بزرگ کا مشہور قول ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی چیز کے حرام حلال ہونے میں متعارض دلائل سے شبہ میں پڑ جاؤ تو مرنے والوں کی تقلید اور پیروی کرو یعنی جو مسلک اگلے لوگوں کا تھا وہی اختیار کرو۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود اور سفیان ثوری سے منقول ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے دھندے تمہارے دل کو پریشان

کریں تو مرنے والوں کی یاد سے دل کو تسلی دوا اور اس طرح تمہارے
دل کو تسلی ملے گی۔ ہاں اگر کوئی شخص قبر کو سجدہ اور طواف کرے
اور دعا کرے کہ اے بزرگ! یہ کام بنا دے، تو بت پرستوں سے
مشابہت کی ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور
عبدالحق محدث دہلوی ہر دو حضرات تصوف اور شریعت کے جامع اور عالم
ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے پیر پرستوں کے تو تسل کو حرام، شرک اور
بت پرستی کہا ہے۔ البتہ تو تسل کی پہلی دو صورتیں:
۱۔ بزرگ کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا۔
۲۔ بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہیں مگر بزرگان دین کا اختلاف
ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ
میں فرماتے ہیں:-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے
سوا دوسرے لوگوں کی قبروں سے استمداد یعنی دعا کی درخواست کرنا،
اکثر فقہاء اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زیارت قبور کا مقصد فقط
دعا، استغفار اور تلاوت قرآن ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا مسلک ہے اور
بعض تھوڑے فقہاء اور مشائخ صوفیہ نے تو تسل کو ثابت کیا ہے؛

یہاں سے معلوم ہوا کہ فقہاء منع کرنے والے زیادہ ہیں اور
اجازت دینے والے تھوڑے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث نے یہی بات
النبوة جلد دوم ص ۶۱ پر بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ لکھی ہے۔ نیز فتاویٰ
جلد اول ص ۹۰:

سوال :- اس طرح سے مدد مانگنا، اے فلاں بزرگ خداوند تعالیٰ سے

۱۔ اس سلسلہ میں ”آداب الدعاء“ تالیف مولانا محمد حنیف بزدانی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ماہیت مانگ، اور میری سفارش کر، اور دعا کر، درست ہے یا نہیں؟

جواب :- مردوں سے مدد مانگنا، خواہ قبر پر ہو، یا دُور سے ہر صورت میں بدعت
ہے۔ صحابہؓ اور تابعین کے دُور میں یہ طریقہ نہ تھا۔ لیکن اس بات میں
اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی ہے یا بُری؟ نیز استمداد کے طریقوں
کے حکم بدل جاتا ہے۔ یہ سوال کی صورت بننا ہر تو جائز ہے۔ مگر بزرگ
سے دعا کی خواہش کرنا روایت سے ثابت نہیں اور خلاف سنت بھی ہے
یہ بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔ اس کے بعض فقہاء اور صوفیہ نے جائز کہا
ہے مگر اکثر فقہاء ناجائز کہتے ہیں اور بزرگ کو محتار سمجھ کر درخواست کرنا حرام
اور شرک ہے۔ پہلی صورت جائز ہے، دوسری خلاف سنت اور بدعت ہے
تیسری چیز خالص شرک ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کا یہ فرمان ”اے مروی و مسنون سلام بر موقی و استغفار لائق
را و قرأت قرآن است؟“ یعنی روایت سے ثابت اور سنت طریقہ توڑوں
پر سلام کہنا اور ان کے لیے استغفار کرنا اور تلاوت قرآن ہے اور
اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سنت نہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قبر والوں سے دعا کی خواہش کو بدعت
کہنا اور اس کے اچھا یا بُرا ہونے میں علماء کا اختلاف کرنا، اس بات کی صاف دلیل ہے
کہ بزرگ کو دعا کی درخواست کرنا سنت اور روایت کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور
بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ قبر والوں سے دعا کی درخواست کرنا شیخ کے نزدیک
سنت نہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ شاہ صاحب نے اور بھی
صاف کر دیا کہ مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو بے شبہ بدعت ہے۔ صحابہؓ اور
تابعین کے زمانہ میں یہ چیزیں نہ تھیں، البتہ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی
ہے یا بُری۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو اختلاف کا لفظ فرما کر بات کو ختم کر دیا
مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو زیادہ تفصیل مہیا کریں۔

بدعت کیا ہے؟

مَا أَحْدَثَ فِي الدِّينِ - بدعت کی دو قسمیں مشہور ہیں، اچھی بدعت اور بُری بدعت۔ بُری بدعت کی تعریف علمائے اسلام نے یہ کی ہے کہ وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ ہو اور قولاً نہ فعلاً، نہ تقریراً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ مگر اہل بدعت کے اطمینان کے لیے ہم بدعت کی وہی تعریف کرتے ہیں جو مولوی عبدالمسیح رامپوری نے النواہر ساطعہ میں لکھی ہے۔ انما المحدث بدعة تراغم سنتہ ما موراً بھا اور ترجمہ یہ کیا ہے یعنی وہی بدعت منع ہے، جو مثالی ہو، کسی سنت کو۔ آگے فرماتے ہیں یکرہ البدع اذا رغمت اللہ واما اذا لم یراغما فلا یکرہ۔

ترجمہ: وہی بدعتیں ناپسند ہیں جو سنت کو مثالیں، لیکن جو بدعتیں سنت کو نہ مثالیں وہ ناپسند نہیں ہیں۔

اب ہم بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ بدعت کا جو معیار آپ کے پیر جی نے قائم کیا ہے کیا استمداد کے مسئلے کو اس پر جانچنے کی اجازت ہے؟ بُری بدعت وہ ہے جو سنت کو مٹائے۔ ہمارے خیال میں استمداد کی بدعت نے دو سنتیں مٹائی ہیں۔ ایک استغفار، دوسری زیارت قبور کا مقصد۔ اگر کسی بدعتی کو کہا جائے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگنی چاہیے تو دیکھیے کیا جواب دیتا ہے۔ اولیاء اللہ کے واسطے استغفار؟ گناہوں کی بخشش؟ کیا کہتے ہو؟ کیا اولیاء اللہ گنہگار ہیں؟ تو بہ، تو بہ، کیا کوئی بریلوی کسی بزرگ کی قبر پر جا کر استغفار کرنے کو تیار ہوگا؟ یا اللہ میرے اور اس بزرگ کے گناہ بخش دے۔ یہ کہنا بریلوی

کلمہ کفر کے برابر ہوگا اور ضرور بے ادبی سمجھے گا۔ کوئی بریلوی مولوی سنت بیان تو کرے پھر دیکھیے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ حالانکہ یہ سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد کے شہیدوں کے لیے اہل صحابہؓ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے۔ اس سے یہ سنت قائم ہوئی، مگر بریلوی حضرات اس سنت کو بزرگوں کی سخت بے ادبی سمجھتے ہیں۔ یہ مرضِ استمداد سے پیدا ہوا ہے۔ استمداد کا عقیدہ آپ بزرگ سنت کا باعث ہوا تو اب یہ کیسی بدعت ہے؟ آپ ہی فرمائیں۔ استمداد کے عقیدہ نے دوسری سنت جو مثالی ہے وہ زیارت قبور کا استمداد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے موت یاد آتی ہے زیارت قبور کا فائدہ یہی بیان فرمایا کہ قبر کو دیکھنے سے دنیا کی ہوس کم ہوتی ہے، موت یاد آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور بے وفائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اہل مومن مخلص کو یہ ایمانی غذا کا ہے بگاڑے ملتی رہے تو دل دنیا میں گرفتار ہو جاتا۔ تعلیم نبوت تو یہ ہے اور یہ مقصد ہر قبر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اہل بدعت کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لیے کبھی تو سچی بات کہہ دیا کرو کیا آپ ملکِ ہندوستان دین کی قبروں پر موت کی یاد تازہ کرنے جاتے ہیں؟ کچھ نذر و نیاز لیتے ہیں، کچھ دنیا کی مرادیں مانگتے ہیں۔ بس دکان سمجھ رکھی ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر جانے والے جہلاءِ حج بیت اللہ کی طرح عظمت اور احترام کا جذبہ لے کر جاتے ہیں۔ بعض جاہل تو حج بھی کرتے، میں، چنانچہ پچھلے سالوں کے اندر سندھ میں ایسا ہونے لگا تھا، گورنمنٹ پاکستان نے سختی سے بند کیا۔ وہاں جا کر ان لوگوں کے ہاتھ پر وہ ہیبت طاری ہوتی ہے جو نمازیں تمام عمر نہیں ہوتی، حالانکہ بارگاہِ الہی ہے۔ جب سے یہ عقیدہ چلا ہے کہ بزرگوں کو خدا نے سب کچھ دے دیا ہے۔ اب بزرگوں کی عطا کی مثال آنکھ کی سی ہے آنکھ دینے والے نے دے دی، اب دیکھنے والے کو اختیار ہے،

جب چاہے آنکھ کھولے اور دیکھے۔ اسی طرح بزرگ جب چاہیں جو چاہیں لوگوں کو اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ خدا نے ان کو سب ایک ہی دفعہ دے دیا ہے۔ اس عقیدہ نے ہماری قوم میں یہ نتائج کیے ہیں کہ تمام مراسم عبادت روزہ، نماز، خیرات، حج تک بزرگوں کو ہونے لگے ہیں۔ نذر و نیاز، قبروں پر غلات چڑھانا، چراغی جلا نا، طواف، منتیں ماننا اور کام ہو جائے تو بزرگ کی مہربانی سمجھنا، کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ اور اگر کچھ فرق باقی ہے تو چند دنوں میں نکل جائے گا۔ رہے کہ یہاں لفظ استمداد سے مراد بزرگوں سے دعا کی درخواست کی استمداد کا طریقہ ہمیں کتنی سنتوں سے محروم کر رہا ہے، کتنی بدعتوں پر آمادہ کر رہا ہے، کتنے حرام کام ہم کرنے لگ گئے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی شخص بند کر کے کہے گا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ تو سل اور استمداد کا طریقہ برا نہیں اور بعض صورتیں اس کی جائز بھی ہیں مگر ہماری قوم کے جہلاء کا دماغ گھٹا ہو چکا ہے اور پلید برتن میں جو چیز پڑتی ہے وہی پلید ہو جاتی ہے۔ حالات کی تبدیلی سے مسائل بدل جاتے ہیں۔ بیان ہو چکا ہے کہ استمداد کا طریقہ سنت نہیں بدعت ہے، اب بدعت کی تعریف حضرت مجدد الف ثانیؑ کے مکتوب سے سنیں۔ مکتوب دفتر اول ص ۴۵۵۔

”عقل مند کا قاعدہ ہے کہ نقصان کے خطرہ میں بڑے بڑے فائدے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب ہے وہ بات جو علماء نے فرمائی ہے۔ جو چیز کہ سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (اُسے چھوڑ دینا چاہیئے) وہاں بدعت کو چھوڑنا سنت کے ادا کرنے سے زیادہ ثواب ہے یعنی ایک ہی چیز ہے۔ اس کو کچھ علماء سنت کہتے ہیں، کچھ بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے اور بریلویوں کے اکثر اختلافات اسی قسم کے ہیں (تو ان

کاموں کو سنت سمجھ کر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بدعت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔ آگے فرماتے ہیں یعنی بدعت میں نقصان کا خطرہ ہے اور سنت میں نفع کی توقع ہے۔ پس نقصان کے خطرہ کو نفع کی امید پر ترجیح دیتے ہوئے اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیئے تعجب نہیں کہ اس کام کو سنت سمجھ کر کرنے سے کوئی اور نقصان پیدا ہو جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے کاموں کو جن کے بدعت یا سنت ہونے میں جھگڑا ہو بدعت ہی قرار دیا جائے جیسا کہ مرکب بدعت باید نمود کے لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اگر اسے سنت سمجھ کر کیا گیا تو ممکن ہے دوسری صورت میں اس کا نقصان ظاہر ہو، جیسا کہ کوئی دوا ایک مرض کے لیے تو مفید ہو، مگر بدن میں بڑی بڑی بیماریاں پیدا کر دے۔

حضرت امام مجدد الف ثانیؑ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ہمارے اور بریلویوں کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ جتنی بدعتوں کو یہ لوگ جائز قرار دینے کے لیے کہہ رہے ہیں ہمارے دھونڈ رہے ہیں یہ سب بدعتیں بڑے پھیل دیتی ہیں، مثلاً احوال ثواب پر سب کا اتفاق ہے، لیکن ایک دن مقرر کرنا، اور اس کی پابندی خالی قرار دینا یہ بدعت ہے۔ یہ تعین اگر انتظام کے لیے ہے تو انتظامی کام ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں یہ کیوں نہیں بدلتی۔ اس میں یہ لوگ غور نہ کیے ہیں، مصنف رسالہ مسئلہ گیارھویں نے جھوٹے حوالے دے کر ایک کمزور ثابت کھڑی کی اور آخری صفحہ پر سید صاحب نے اس ساری غارت کو ایک دھوکے سے گرا دیا۔ رد کفی اللہ المومنین القتال (الآیت) اب یہ لوگ عرس کو خدا جانے سنت اور کیا کیا بنا رہے ہیں۔ مگر امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی صرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

عرسوں کے میلے بنتے جاتے ہیں اور میلوں میں بد معاشی، ناچ گانا،

چوری دنگا فساد بن گیا ہے۔ یہ میلے تمام کے تمام عرسوں کی بگڑی ہوئی صورت ہیں۔ کسی کو شک ہو تو پیرانِ کلیر کا میلہ جا کر دیکھے جہاں ہزاروں کی تعداد میں طوائف ہر سال جاتی ہیں اور زنا کی منڈیاں ہفتوں تک بنی رہتی ہیں۔ امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اس بدعت کو اگر نہ چھوڑا گیا اس کے نقصانات دوسری صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بکلی علامت ہے کہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اللہ ہدایت دے قوم کا تباہ کر دیا، کس طرف ڈال دیا قوم کو صرف اپنے پیٹ کے لیے۔

یہ بات بھی اس صورت میں جب کہ کوئی چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو۔ لیکن جو بدعت اعلیٰ سنت کو مٹا رہی ہے جیسا کہ عرض کیا جا رہا ہے تو کیا اب بھی وہ بدعت حسنہ ہوگی؟

فیض مکتوبات شریف دفتر اول صفحہ ۱۸۶ کا حوالہ ملاحظہ ہو:-

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی و زاری سے سوال کرتا ہوں کہ جو چیزیں دین میں نئی پیدا ہوئیں اور ایجاد کی گئیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھیں۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کے سپیدہ کی طرح ہو۔ اس فقیر اس جماعت کے ساتھ جو میرے مرید ہیں اس بدعت کے کرنے میں گرفتار نہ کرے۔ بہ طفیلِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک اچھی، ایک بُری۔ اچھی اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوئی اور کسی سنت کو نہ مٹائے۔ اب حضرت مجدد بدعت کی عام علماء نے جو تقسیم کی ہے اس کے بعد اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں (یہ فقیر یعنی امام مجددؒ ان ساری بدعتوں میں سے کسی بدعت میں اچھائی

اور ہدایت نہیں سمجھتا، اور اندھیری اور گدلا پن کے سوا کچھ نہیں محسوس کرتا۔ اگر بالفرض کوئی شخص بدعتی کام کو آج دنیا کی نظر کی کمزوری کی وجہ سے تردد تازہ دیکھے تو کل بروز قیامت جب کہ آنکھوں کی بینائی تیز ہو جائے گی، یعنی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہر شخص ہر چیز کو اصلی صورت میں دیکھے گا تو یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ خارہ اور طر مندگی کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔ بیست۔ صبح کے وقت تجھے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں تو کس بد صورت معشوق سے عشق کرتا رہا ہے۔

سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو دین میں نہیں ہیں تو وہ چیز مردود ہے۔ اب جو چیز مردود ہو اس میں حسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ حضرت امام مجددؒ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ بدعت اچھی کوئی بھی نہیں ہوتی، بدعت اور اچھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے، سب بدعتیں مردود ہیں، آگے فرماتے ہیں:

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا بعدہ سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کیے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا:-

حدیث: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرنے کی، حکم ماننے کی، اور تابعداری کی، اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو، اور جو شخص میرے بعد دنیا میں دن گزارے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا جیسا کہ بدعتیوں کا اختلاف، پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑنا۔ اس کو مضبوط پکڑو اور دانتوں

سے پکڑو، اور بچو بدعت کے کاموں سے۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت میں حُسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ آگے فرماتے ہیں:- کہ حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر بدعت کسی سنت کو مٹاتی ہے بعض کی خصوصیت نہیں، سب بدعتیں ایسی ہیں۔ پس ہر بدعت بُری ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب کوئی قوم بدعت نکالتی ہے تو اتنی سنت ان کے ہاں سے مٹ جاتی ہے۔ پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعتیں ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم دین میں نئی بات نکالتی ہے تو خداوند تعالیٰ (اس کی سزائیں) اتنی سنت ان سے چھین لیتا ہے، پھر قیامت تک وہ سنت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ بدعتی لوگ بدعت کو ہی سنت سمجھنے لگتے ہیں، اس مرکب جہالت کا کیا علاج ہو، اور جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء اور صوفی اچھی بدعت کہتے ہیں، جب غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی سنت کو مٹانے والی ہیں۔ مثلاً نیت کے کفن میں عالموں نے پکڑی باندھنا اچھی بدعت کہا ہے، بادیوں کو یہی بدعت سنت کو مٹانے والی ہے۔ کیونکہ سنت تعداد کفن میں تین ہیں اور زیادتی سنت پر سنت کو منسوخ کرنا ہے، اور منسوخ کرنا مٹانا ہے۔ اسی طرح نماز کی زبان سے نیت کرنا علماء نے اچھا سمجھا ہے کہ دل کے ارادہ کے ساتھ نیت کے الفاظ زبان پر بھی جاری ہوں تو بہتر ہے۔ یہ بدعت حسنہ سمجھی گئی ہے، مگر یہ ایک ضروری فرض کو مٹاتی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ زبان سے کہنا کافی سمجھتے ہیں اور دل سے غافل رہتے ہیں۔ اسی طرح تمام بدعتیں اور من گھڑت چیزیں سنت پر زیادہ کرنا ہے۔ اگرچہ کسی طرح بھی ہو، اور زیادتی نسخ ہے۔ نسخ مٹانا ہے۔ پس لازم ہے تم پر سنت کی پابندی کرنا اور صحابہؓ کی پیروی کرنا، کیونکہ وہ سب ستارے ہیں جس

کی پیروی کرو گے ہدایت مل جائے گی۔ لیکن قیاس اور مجتہدوں کا اہتمام تو یہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن حدیث کے مطالب واضح کرتا ہے کوئی زائد چیز نہیں ہے پس غور کرو! کہوں والو! (مکتوب ۱۸۶ دفتر اول)

اس مکتوب میں ایک بہت بڑا اصول یہ معلوم ہوا کہ زیادہ بھی نسخ کی چیزیں سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو خلاف سنت ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ سنت پر کچھ بڑھانا سنت کو مٹانا ہے۔ یہ مضمون دفتر دوم میں خوب واضح ملے گا۔ بریلوی حضرات اس مکتوب پر غور فرمائیں۔ ارشاد شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیارت قبور کے وقت سنت انتظار، دعا اور قرأت قرآن ہے۔ باقی جو کچھ بڑھاؤ گے، استداد کی بدعت کو مٹانا ہے۔ اس لیے یہ بدعت سیئہ ہوگی۔ یعنی بدعت۔

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کی ذات گرامی کسی تعارت کی محتاج نہیں۔ ہر آدمی (اردو الخوار ہیں، برکت حاصل کرنے کے لیے، اور بارگاہِ تعالیٰ میں شرف قبول کی اُمید پر کچھ حوالے اور لکھتے ہیں۔ مکتوبات صفحہ ۲۴ دفتر دوم مکتوب ۱۲۳:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ
لِّعَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰ۔ وہ نصیحت جو فرزندِ عزیز،
اور تمام احباب کو کی جاتی ہے سنت کی پیروی ہے اور بدعت
نہی ہے۔ اب سے پرہیز کرنا ہے۔ چونکہ اسلام اس زمانہ میں غریب
ہو چکا ہے اور مسلمان بھی نادر و نایاب ہو رہے ہیں، بریلوی
(مکتوبات میں) اور مسلمان دن بدن نایاب ہوتے جائیں گے اس
سبب کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں ہر کوئی نہ رہے گا اور قیامت

بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رواج پانے والی بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔ وہ وقت ہے کہ غیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکا ہے۔ قیامت کی علامات اور نشانیاں اپنا پر تول رہی ہیں اور سنت زمانہ نبوت کی دوری کی وجہ سے پردہ میں چھپ گئی ہے۔ جھوٹ پھیل جانے کی وجہ سے بدعت سامنے آرہی ہے (مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بہت پھیل چکا ہے۔ دین میں جھوٹے اور بے بنیاد مسئلے بہت شامل ہو چکے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو دین باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہے وہی اصلی دین ہے) اب کوئی غمناک ہونا چاہیئے جو سنت کی امداد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانا دین کی بربادی کا باعث ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کی عمارت کو گرانا ہے۔ جس شخص نے صاحب بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد کی۔ یہ روایت تم نے سنی ہوگی، ساری ہمت اور ارادہ سے اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ کسی سنت کی ترویج اور اشاعت کی جاسکے، ہر زمانہ میں اور خصوصاً اسلام کے اس ضعف کے زمانہ میں اسلامی اصولوں کو قائم کرنا سنت کی ترویج سے وابستہ ہے اور بدعت کو دیران کرنے سے گزشتہ لوگوں نے بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہوگی۔ جو انہوں نے بعض بدعتوں کو اچھا کہا ہے۔ لیکن یہ فقیر حضرت امام مجدد الف ثانی (ؒ) اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اندھیری اور کدورت

کے سوا بدعت میں کچھ نہیں دیکھتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یہ بدعت گمراہی ہے اور جاننا چاہیئے کہ اسلام کے ضعف اور غربت کے زمانہ میں سلامتی سنت ادا کرنے میں ہے اور بربادی بدعت میں۔ خواہ کوئی بدعت ہو۔ بدعت کو پہلے یا کسی کی طرح سمجھنا چاہیئے جو اسلام کی عمارت کو کھود ڈالتی ہے اور سنت کو چمکتا ہوا ستارہ سمجھنا چاہیئے جو گمراہی کی اندھیری رات میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس وقت کے علماء کو خداوند تعالیٰ توفیق دیں کہ کسی بدعت کی اچھائی میں زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے علاوہ ہر چیز میں شیطان کی فریب کاریوں کا بہت غلبہ ہے۔ پہلے زمانہ میں چونکہ اسلام مضبوط اور طاقت ور تھا اس لیے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدعت کے بعض اندھیرے نور اسلام کی سخت چمک دمک میں نورانی نظر آتے ہوں (قاعدہ ہے کہ جہاں روشنی بہت زیادہ ہو وہاں سیاہ چیزیں بھی چمکتی ہیں) اسی لیے ان کو بدعت حسنہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ درحقیقت بدعت میں کچھ نور نہیں تھا لیکن اس وقت جو اسلام کے ضعف اور کمزوری کا وقت ہے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس موقع پر متقدمین اور متفرقین علماء کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہر وقت کے احکام الگ ہیں (یہ اصول یاد رکھنا چاہیئے) اس وقت سارا جہان بدعت کے زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے اندھیروں کا سمندر نظر آتا ہے اور سنت کا نور نادر اور کمیاب ہونے کی وجہ سے

جنگوں کی طرح کمزور نظر آتا ہے۔ حضرت امام مجدد کو تو دنیا میں بدعت کے پھیلتے ہوئے سمندر نظر آ رہے ہیں مگر مولوی محمد عبداللہ صاحب سے پوچھیے تو وہ فرمائیں گے بدعت کہاں ہے سنت ہی سنت ہے۔ سچ ہے۔

آنکھیں جو بند کی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے

آگے فرماتے ہیں:- بدعت اندھیروں کو بڑھاتی ہے اور سنت کے نور کو کم کرتی ہے اور سنت کام بدعت کے اندھیروں کو کم کرتے ہیں، اور نور کو بڑھاتے ہیں۔ اب جو شخص چاہے تو بدعت کا اندھیرا بڑھالے اور جو شخص چاہے سنت کا نور بڑھائے جو چاہے شیطان کی جماعت کو بڑھائے، جو چاہے اللہ کی فوج میں شامل ہو، اس وقت کے صوفی اگر انصاف پر آئیں اور اسلام کی کمزوری اور جھوٹ کی پھیلاؤ دیکھ لیں تو چاہیے کہ سنت کے علاوہ کسی چیز میں اپنے پیروں کی پیروی نہ کریں۔ بناوٹی چیزوں کو پیروں کے عمل کے یہاں سے نہ کریں۔ سنت کی اتباع یقیناً نجات دینے والی ہے اور خیرات و برکات کا پھل دینے والی ہے اور سنت کے سوا کسی چیز کی پیروی میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ناظرین! یہ مکتوب گرانی اسلوب کئی اصول بیان کرتا ہے:

۱۔ احکام حالات کی تبدیلی سے بدلتے ہیں۔ شروع میں اگر بزرگوں میں سے کسی نے عرس وغیرہ کی اجازت دی ہے، یا اس میں چشم پوشی کی ہے تو ان کا ماحول اپنا تھا۔ ہمارا ماحول اگر دیکھتے تو چلا اٹھتے۔ دیکھیے حضرت امام مجددؒ کو ہر طرف بدعت کے سمندر سنت کے جنگوں پر حملہ آور نظر آتے ہیں جب چار صدیاں اور گزر چکی ہیں تو اب ہماری کیا حالت ہوگی؟ مگر افسوس بریلوی حضرات ان باتوں پر غور نہیں کرتے۔

حضرت امام مجددؒ صوفیوں کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ تمہارے پیر اگر سنت کی حالت کریں تو تم ان کی پیروی نہ کرو۔ مگر یہاں اُلٹی گنگا جلتی ہے، انہوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول سے لے کر اپنا جازم ہے۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام مجددؒ جن لوگوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ محفل میلاد وغیرہ آج یہ بدعتیں سب سے زیادہ

کے مریدوں میں ہی پھیل ہوئی ہیں۔

کلماتِ شریفیت دفتر دوم صفحہ ۱۰۲ مکتوب ۵۴:

دعوت کے نام و نشان سے بہرہیز، یہاں تک کہ اچھی بدعت سے ہم تک اتنا پرہیز نہ کرے جتنا بُری بدعت سے، تب تک اس دولت یعنی قبولِ الہی کی دولت سے کچھ خوشبو اس کی جان کو نصیب نہ ہوگی، اور یہ چیز آج کل مشکل ہے کیونکہ سارا جہان بدعت کے غمروں میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام پایا رہا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کو اٹھانے یا مٹانے کا دم دے اور سنت زندہ کرنے پر لب کھولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے ہیں اور سنت کو مٹانے والے ہیں، جو بدعتیں چیل جاتی ہیں اور سب دنیا میں رواج پکڑ جاتی ہیں ان کو علما۔ دستور اور رواج سمجھ کر جائز ہونے، بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دینے لگ جاتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی رہنمائی کرتے ہیں، کیا کہتے ہیں، یہ تو بتائیں کہ اگر گمراہی عام ہو جائے اور جھوٹ چل جائے تو کیا یہ عام دستور اور رواج بن جاتا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ دستور اور رواج جو معتبر ہے وہ ہے جو صدرِ اول یعنی خیر القرون میں تھا۔ مراد صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ کا دور ہے یا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے جو بات حاصل ہو جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ الاسلام

شمیڈ نے فرمایا ہم علماءِ مبلغ کی پسند کا اعتبار نہیں کرتے ہم تو زمانہ کے فقہاء کی بات مانتے ہیں کیونکہ کسی شہر میں کسی بات کا پانا بواز کی دلیل نہیں ہے جب تک پہلے زمانہ سے لے کر اب تک کسی بات کا دستور نہ ہو۔ کیونکہ اگر شروع سے کسی بات کا رواج نہ ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس بات پر قائم کیا ہے، پس یہ شریعت ہونی چاہیے۔ کوئی چیز شروع سے نہ آ رہی ہو تو لوگوں کا کسی کام کو کرنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم شریعت ہے۔ ہاں اگر کوئی رواج تمام شہروں اور ملکوں میں ہو اور کسی کا اختلاف نہ ہو تو یہ اجماع اور یہ اجماع حجت اور دلیل ہے۔ آگے فرماتے ہیں: کچھ لوگوں کا کسی کام کو کرنا، یا کسی زمانہ میں کسی بات کا رواج پکڑنا، اگر شریعت کی دلیل بن جائے تو شراب پیچنا اور سود کھانا بھی جائز ہو سکتا ہے۔ ناظرین! حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ کا کلام آپ نے پڑھا ہے غور کریں بریلویوں کا اور ہمارا جھگڑا صرف یہی ہے کہ جو باتیں بہت قوی پیداوار ہیں جن کی قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ کلام میں کچھ اصل نہیں کو یہ لوگ بدعت تو مانتے ہیں مگر ابھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت امام مجتہد نے جس ناک پر کھتی بیٹھتی ہے وہ ناک ہی اڑا دی کہ بدعت اور بدعت کیسے ہو سکتا ہے۔ سب بدعتیں بُری ہیں جو لوگ حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ سے علاوہ نقشبندیہ کے وابستگان ہیں امید ہے کہ انہی چیزوں کو سوچیں گے، ورنہ یاد رکھیں کہ صفائے وطن اور بدعت کا سخت تیرہ وجہ ہے کہ تصوف جیسی مقدس چیز آج چند منافطوں اور وہمات کا مجموعہ بن کر تقلیدِ دوسرے مقتدا ان بے معنی بدنام کند رہ جو ان مردان را

تقلیدِ دوسرے مقتدا ان بے معنی
بدنام کند رہ جو ان مردان را

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حضرت امام مجتہدؒ نے ایک بہت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے کہ جو چیز بدعت کے درمیان جھگڑے میں ہو اس کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیئے انصاف یہ کہ سارا بریلوی مذہب بدعت پر کھڑا ہے مگر ہم علی السبیل التزیل کہتے ہیں، اور سنت کے درمیان تردد کی صورت ہے۔ پھر بھی بقول امام مجتہدؒ نے کے قابل ہوا۔ یعنی بریلوی مذہب چھوڑنے کے قابل ہے۔ بدعت کی اصول شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے: لَا تَدْعُ إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ مَذْهَبَيْنِ وَلَا تَتَّبِعْ سُنَّةَ مَنْ تَرَدَّدَ عَلَيْهِ فَعَلِ الْبِدْعَةَ۔ جب کسی کام کے سنت اور بدعت کہنے میں تردد ہو تو اس سنت کو اپنا بہتر ہے اس بدعت پر عمل کرنے سے۔

حضرت مجتہدؒ فرمادیا کہ انصاف تو یہی ہے کہ مریدین سنت کے علاوہ کسی اور کی تابعداری نہ کریں۔ مگر یہ مجتہدؒ کی آواز مجتہدوں تک کون پہنچائے گی؟ مریدی ایسی بلیک مارکیٹ بن چکی ہے کہ مرید بناتے ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کے پاس مت جاؤ، یہ علماءِ ظاہر ہیں ان کو کیا خبر؟ یہ لوگ بے ادب ہوتے ہیں ان سے بچو۔ اس پردہ میں اندھیرا پھیلاتے ہیں، قرآن و حدیث سے غفلت رکھتے ہیں۔ اسی اندھیرے میں ان کی دکان چلتی ہے اگر حضرت مجتہدؒ بھی کیا کیا کمال ہیں کہ بدعت کی جڑ بتا دی فرمایا کہ یہ بدعت کی بیماری مریدوں کو پیروں میں گھس رہی ہے، اگر مرید عقل والے ہوں تو پیروں کی خلاف سنت پیروی چھوڑ دیں بیچارے ان کو کیا خبر سنت کیا ہوتی ہے؟ کچھ تعویذات، کچھ عملیات کا کاروبار چلتا ہے اس کے بار بارنا اور کبھی کبھی بے نیکی باتیں کرنا پیر بننے کے لیے کافی ہے۔ بریلوی حضرات خدا کے لئے حضرت مجتہدؒ کے کلام پر غور فرمائیں۔

بحث ندائے استمدادی

خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارتا۔

رسالہ لہذا کی تمہید میں آیات اور احادیث سے استعانت اور استمداد کے حوالے چکے ہیں۔ ناظرین وہ حوالے پھر غور سے پڑھیں۔ یہاں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد دیکھئے:-

”حاضر کے لفظ سے بلانا چند صورتوں میں جائز ہے:-

۱۔ جن اشعار میں ”یا“ اور دوسرے حرفِ ندا ہوں ان کو شوق اور محبت کے غلبہ سے پڑھنا جب کہ بلانے اور پکارنے کی نیت نہ ہو۔ جیسا کہ اہل باد صبا کو مخاطب کرتے ہیں۔ اے ہوا! میرا پیغام مدنیہ متورہ لے جا۔ تو ہو اکو بلانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس قسم کے غلبہ محبت میں یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔ جب کہ حاضر ناظر کا عقیدہ نہ ہو، شعرا کا کلام اسی پر ہوتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۶۶، ۸۸)۔

۲۔ حاضر ناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اس خیال سے کہ حضور ہر جگہ حاضر ہیں، ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہر چیز کا علم مستقل آپ کو حاصل ہے، اب خداوند تعالیٰ کے بتانے کی ضرورت نہیں رہی تو یہ شرک ہے مگر شوق و محبت میں کہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس خیال سے پکارے کہ شاید خداوند تعالیٰ میری آواز آپ تک پہنچا دیں تو ہر جگہ نہیں اور الصلوٰۃ والسلام عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ کہنا جائز ہے کیونکہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۵)۔

۳۔ اس خیال پر یا رسول اللہ کہ یہ لفظ میرے اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور جب فرشتے میرے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے

کریں گے تو یہ لفظ بھی اسی طرح بارگاہِ نبوت میں پہنچ جائے گا۔ یہ بھی جائز ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص روضہ النور پر حاضر ہو (زیرِ قہر) تو چونکہ آپ کو وہاں یقیناً سنتے ہیں، اس لیے یا رسول اللہ بھی کہہ سکتا ہے، تو تسل اور استمداد بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ شریک نہ ہو۔

۵۔ یا رب قلب تام ہو۔ مطلب یہ کہ کسی سعادت مند کو تعلق باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل ہو اور نسبت باطنی بھی نصیب ہو تو وہ شخص ہی یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ (امداد الشوک ص ۱۸)۔

۶۔ یا ندا کے لفظ کو بغیر عقیدہ علم حبیب کے کسی دم یا عمل یا تلاوت میں نہ لے جیسے۔ ”يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ قُلُوبُ“۔

۷۔ چونکہ اہل سنت کرامت اولیاء کے قائل ہیں اس لیے بطور کرامت بھی اگر کوئی شخص اپنی آواز آپ تک پہنچا سکے تو ممکن ہے۔ ان تمام صورتوں کے علاوہ صرف ایک ہی صورت یا رسول اللہ وغیرہ کہنے کی ناجائز ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر وقت ہر جگہ سے ہر شخص کی بات کو سن رہے ہیں غلط ہے۔ فقط خداوند تعالیٰ کی شان ہے، یہ ایک بدعتی عقیدہ ہے۔

۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”تفسیر سورت منزل میں فرماتے ہیں، مضمون

”مختلف جگہوں، مختلف وقتوں، مختلفوں اور زبانوں کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے قلبی ذکروں اور زبانی ذکروں پر احاطہ علمی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں۔ ہاں بعض کافر اپنے انہوں کے حق میں ثابت کرتے ہیں اور اہل اسلام کے فرقوں سے بھی بعض پر پرست اپنے پیروں کے حق میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں

اور اسی اعتقاد کی وجہ سے حاجت کے وقت ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ دھوکے میں پھنسنے ہیں، اور بڑے شے میں گرفتار ہیں۔

اسی جگہ فرماتے ہیں:-

”مخلوقات اگرچہ روحانیات ہوں ایک تو علم محیط نہیں رکھتے کہ ہر ذکر کرنے والے کے ذکر پر اطلاع پائیں، دوسرا ذکر کرنے والے کی روح پر قائل نہیں رکھتے، فتاویٰ ہزارہ میں ہے جو شخص کہے کہ فرشتوں کی روحوں حاضر ہیں اور جانتے ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے بطلت کفر کی دیا جاتا ہے۔“

ناظرین

ایہ مسئلہ علم غیب ہے، اور ہمارے موضوع سے باہر ہے ہم تو مولانا محمد عبداللہ کی نذر عرفی کے متعلق عرض کر رہے ہیں، مولوی صاحب نے نذر میں ثواب کا مسئلہ گھسیٹ دیا تھا ”اگر میرا کام ہو جائے تو غوث کی دیگ لپکائیں“ ایصالِ ثواب کہا۔ اس لیے ضرورت پڑی کہ ہم ایصالِ ثواب کا بیان کریں، اور غوث کی دیگ سے کام نکال رہے ہیں اس لیے استعانت اور امتداد کا مطلب بھی درپیش آتا لوگ استدعا میں بزرگوں کو پکارتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ اگر بزرگ ان کی بات سنتے بھی ہوں تو یہی کہیں گے کہ حاضر و دوتو نے ہمیں ایسا لالچی سچ رکھا ہے کہ مشرکانہ نذر و نیاز ہمارے سے بدتر ہے، بطور رشوت ہیں پیش کرتا ہے۔

حضراتِ اصوفیہ تو کجا کسی باغیرت انسان کو ایسا کہہ کر دیکھو، جی کام کر دیجیے پچاس روپے نذرانہ دوں گا تو وہ جواب میں کیا کہے گا؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر شریف پر جانے والے کی آواز سنتے ہیں اور اس میں اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں، انبیاء کے علاوہ دوسروں میں علماء اور فضلاء کا اختلاف ہے مگر بریلوی حضرات تمام بزرگوں کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں، اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ بزرگوں کو کام بنانے کی طاقت ہے جو چاہیں کر سکتے ہیں تقدیر بدل سکتے ہیں چاہیں

اللہ میں الٹ پلٹ کر دیں کسی کی تقدیر میں کوئی چیز نہ ہو تو اپنے پاس سے دے دیں، بلکہ بعضے کام تو بزرگوں کے اتنے پکے ہیں کہ خدا کو بھی تھپے چھوڑ جاتے ہیں مولوی شریف صاحب نورانی نے مسجد عظیم خاں اور قصور کی دیگر کئی مساجد میں دعا کیا کہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ پیران پیر کا علم غیب معلوم کرنے کے لیے کمالہ شخص کو چار پائی پر ڈال دیا کہ حضرت یہ مردہ ہے جنازہ پڑھا دیئے جب جنازہ منازہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ کیسے اٹھتا تھا حضرت پیران پیر نے فرمایا خدا کے مارے ہوئے تو قیامت کو اٹھیں گے مگر میرا مارا ہوا قیامت کو بھی زندہ نہ ہوگا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ! نعرۂ غوثیہ یہ دھڑپ ہے یا بندوؤں کی کتھا ہے نادان دوست یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ایک کتبۃ اللہ کا کرم ہے۔ مَنْ تَكَلَّى مُؤْمِنًا مُتَعَبِّدًا فَجَزَاءُ لَهُ جَهَنَّمُ (الآیۃ) لکھتے ہیں صاحب کو کہ صرے جا رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو کیا مارنے کا طریقہ نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے کہ مردے قیامت کو زندہ ہو جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ کو یہ حضرت علیؑ دیا کریں کہ مارنے کا یہ طریقہ بریلویوں کے پیر صاحب سے سیکھ لیوے یہ درد لکھانی بیت لمبی ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی صحیح تعلیم کا کچھ نمونہ پیش کر دیا جائے تاکہ اس عالی قدر شخصیت، اسلام کے مایہ ناز فرزند تو حید پر جو ظلم بریلوی کر رہے ہیں اس کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:-

”کل مخلوق کو خداوند تعالیٰ کے سامنے اس طرح عاجز کھجھو جس طرح ایک بادشاہ ہے۔ جس کا ملک بہت بڑا وسیع ہے حکم اور خطاب دل ہلا دینے والا ہے، اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک دریا کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا تھا بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے لٹکا دیا ہے اور خود وہ بادشاہ

ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے تشریف فرما ہے یعنی بیٹھا ہے، اور اس بادشاہ کے پاس تیر تلوار اور نیزہ و کمان وغیرہ ہتھیار اتنے ہیں کہ ان کا اندازہ اس بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب ان چیزوں میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس تکے ہوئے قیدی پر مارتا ہے، اور وہ قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ لٹکا ہوا ہے اس لیے نہ بل سکتا ہے نہ کوئی اس کو چھڑا سکتا ہے مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق اس بے بس قیدی کی مثال ہے زندگي، موت، خوشی غم سب کچھ نبیوں و ولیوں کو اسی کی طرف سے آتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔

آگے فرماتے ہیں:-
”جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں، وہ اگر اس قیدی سے ڈریں اور نفع نقصان کی امیدیں رکھیں اور بادشاہ سے نہ بھیں تو ان کے لیے حیف ہے کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ چوپایہ، اور انسانیت سے خارج نہیں ہے؟ خدا کی پناہ! ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے، یعنی جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع نقصان کی امید رکھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور تکے ہوئے قیدی سے ڈرے۔“

(رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مقالہ ۱)

۲۔ ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی کچھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان بس اللہ تعالیٰ بندوں کے ہاتھوں سے کرا دیتا ہے۔ اس کا فعل تیرے اندر اور ساری مخلوق کے اندر تصرف کرتا ہے جو کچھ تیرے لیے مفید یا مضر ہے۔ (فتح الربانی مجلس ۱۳)

۱۔ ملاحظہ ہو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:-
۳۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، اگر نکل نہیں سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے۔ بادشاہوں سے، حاکموں سے، دنیا داروں سے، امیروں سے، اور ڈکھوروں میں طبیعوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے، یعنی جب تک خلق خدا سے مدد ملتی ہے خدا کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ پھر جب خلق خدا کی طرف سے بھی مدد نہیں ملتی تو مجبور ہو کر خدا کے ہاتھوں میں آ رہتا ہے، اور بیشہ سوال دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پھر خداوند تعالیٰ اس کو دعا سے بھی تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری طرح تقدیر جاری ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحّد بن جاتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا ہے، نہ اس کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی، نفع نقصان بخشش محرومی، اکثاکش بندش، موت زندگی، عزت ذلت، دولت مندی اور غریبی ہے۔ اس وقت تقدیر کے سامنے بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے، جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں، یا مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں اٹھا پکٹا جاتا ہے۔

(فتوح الغیب مقالہ ۲ مصنفہ شیخ عبدالقادر جیلانی)

ناظرین! یہ تین حوالے بطور تبرک حضرت پیران پیر کے کلام سے لیے گئے ہیں۔ اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ نفع نقصان اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ گیارھویں والے ان تینوں ارشادات پر غور کریں۔
سینئر پیران پیر رحمہ اللہ الربانی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:-

ان الخلق مجزؤ عدم لا هلك بايد بهم ولا ملك ولا
غنى بايد هم ولا فقر ولا ضرر بايد بهم ولا نفع ...
ترجمہ: سب خلقت عاجز اور معدوم محض ہے، نہ تو مخلوق کے ہاتھ میں کسی کی ہلاکت
ہے نہ کسی چیز کے مالک ہیں، نہ اس کے پاس دولت ہے نہ غریبی ہے۔ نہ کسی کو نقصان پہنچا
سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ حکومت ہے ان کے پاس بجز خداوند تعالیٰ کے وہ
اس کے سوا کوئی قادر ہے، نہ دینے والا ہے، نہ روکنے والا ہے، نہ ضرر دینے والا، نہ
نفع دینے والا، نہ مارنے والا نہ جلانے والا۔

ناظرین! غور فرمائیں حضرت کا کلام کس قدر توحید سے لبریز ہے۔ ساری مخلوق
کو خالی بتا رہے ہیں مگر اہل بدعت ان کو قادر کہنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں
کے سب سے بڑے پیر تے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے،
اللہ سے مانگو۔

اور ایک حوالہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کا بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت مولانا مکی الدین
قصوریؒ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کے پیر طریقت شاہ غلام علی مجددیؒ تھے جو حضرت
مرزا مظہر جانجاناںؒ اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ میں عالی قدر بزرگ ہیں،
آپ نے حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے مقامات مظہری
شہور و معروف کتاب ہے۔ اسی کتاب کے ساتھ حضرت شاہ غلام علی مجددی کے ملامت
کا ایک ضمیمہ ہے جو شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے لکھا ہے ضمیمہ کے صفحہ ۱۱ پر حضرت شاہ
غلام علی کے الہامات اور مکاشفات میں مندرج ہے:-

”روزے گفت، یا شیخ عبدالقادر شینا لکند۔ ندا آمد، بگو یا ارحم الراحمین
شینا لکند۔“

ترجمہ: ایک دن میں نے کہا، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا لکند تو غیب سے
آواز آئی یا ارحم الراحمین شینا لکند کہو۔

در اصل ایسے اشارے صوفیہ کو ہوتے رہے ہیں، اور صوفیہ میں سے کسی بزرگ نے

اگر یا شیخ کا وظیفہ پڑھتا تو یہ حجت نہیں ہے۔ علماء اور فقہاء کی سند چاہیے، اور یہ
اس واضح کیا جائے کہ فلاں بزرگ نے حاضر ناظر سمجھ کر پڑھا ہے تعجب ہے کہ بریلوی
حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اولیاء اللہ کو بھی عالم الغیب کہتے ہیں، مگر بار بار
ان سے مطالبہ ہو چکا ہے کہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا فقہ حنفیہ میں کہیں یہ لفظ
اللہ کے لیے دکھا دیں۔ آج تک تو یہ معہ ان سے حل نہیں ہو سکا۔ اب مصنف
لہذا اولیاء سے کیا توقع کی جائے۔ عاجز مخلوق میں خدائی صفات ثابت کرنے کی کیا
صورت پر گئی؟ بزرگ خدا نہ بنیں تو کیا نقصان ہو چلا ہے؟ انبیاء علیہم السلام نے
ان باتوں کو مٹایا تھا وہی سر اٹھانا چاہتی ہیں۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ہے:-

”جو شخص مجھ پر درود پڑھے میری قبر کے پاس میں اُسے سن لوں گا اور جو دُور سے
کہے وہ مجھے پہنچا یا جائے گا۔“

اگر حضورؐ ہر جگہ حاضر ناظر ہوں تو یہ فرق کیوں ہے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ
مارس فقہ قتلی بدر میں سلام زائرین بر قبر شریف۔۔۔۔۔ الخ
ترجمہ: زیارت کرنے والوں کا سلام حضورؐ پر نور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
خود بانفس نفیس سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ اور زائرین کے سوا دُور
کے لوگوں کا سلام تیار فرشتے پہنچاتے ہیں،

میرانی کی بات ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُور سے سلام سُنانی نہیں دیتا
تو اولیاء اللہ کو دُور سے پکارنا کیا معنی؟ صلوٰۃ و سلام تو مشروع چیز ہے اس کا یہ حال
ہے تو دوسری باتوں کو خود موعیہ لیں۔ انقیامت میں جو حاضر کا لفظ ہے اَللّٰہُ
مَلٰئِکَہُ النَّبِیُّ اس کی وجہ البقاء علی اصلہ ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا
ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو سلام شب معراج میں حاضر کے لفظوں میں آیا تھا۔
وہی صورت باقی رکھی تاکہ نمازی کو وہی یاد تازہ ہو۔ اور عباد اللہ الصالحین کو جو بعداً سلام

کہا جاتا ہے اُس کا مقصد سلام پہنچانا نہیں ہے بلکہ سلام کا اثر اور برکت پہنچتی ہے چنانچہ شیخ نے یہی لکھا ہے۔

دوسرے رسد اثر اُس برہر بندہ صالح - - - - - الخ

ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

اَصَابَ ذَوَابُّ هَذَا الدُّعَاءِ وَبَرَكَتُهُ -

اس موقع پر اہل بدعت ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن عثمان ابن حنیف ان رجلاً ضریماً ۱۰۰۰۰

ترجمہ: ایک نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے یعنی آنکھوں میں بینائی پھر آجائے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر مہر کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا دُعا فرمائیے۔ فرمایا وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس طرح دُعا مانگ۔ اُسے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری جناب میں اپنا شفیع لایا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی! میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی ضرورت کے لئے تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کرے پھر خداوند تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو کر اس نے دعا کی، یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے وہ شخص بینا ہو گیا۔

یہ آپ کا منجھڑہ ہے چنانچہ بعض اہل بیڑ نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے، اس حدیث میں غیب کو بلانے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ تو اس کے سامنے تھے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا مانگی جائیے۔ یہ متفقہ بات ہے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کی ہے کہ راوی حدیث عثمان بن

حذیفہ نے یہ دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو مشکلات کے لئے بتائی۔ وہ حذیفہ کے نزدیک کچھ معتبر نہیں، اور اگر صحیح بھی ہو تو مسجد نبویؐ میں مزار اللہ روضہ اطہر کے قریب دعا مانگنے والے نے مانگی۔ وہاں تو آپ یقیناً سنتے ہیں اس میں تو شک ہی نہیں۔ اور اگر اس دعا کے مانگنے کا حکم عام بھی ہو کہ ہر شخص اس سے یہ دُعا مانگ سکتا ہے تو اس کی یہ ہوگی کہ اس دعا کو اصلی حالت پر قائم رکھا جائے، تاکہ وہی مبارک الفاظ باقی رہیں اور قبول کا شرف حاصل ہو، اس میں ملاحظہ فرمائیے کہ اگر دُعا کی بات پر بھی غور کریں کہ اگر دینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ہوتے تو اس شخص کو وضو کر کے نماز کے بعد دعا سے مانگنے کی تعلیم کیوں فرماتے؟ اور صحابی کا اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ آنکھیں دُعا آپ کے اختیار میں ہے تو دُعا کی درخواست کیوں کرتا؟ سیدھی بات تھی، حالت خیر میں دُعا مانگیں تو آپ سے مانگنے آیا ہوں، آپ کا سوالی ہوں، دعا سے کیا غرض؟ انبیاء و لوگوں کو توحید اور دعا کی تعلیم دیتے تھے۔ بریلوی مولوی جہالت کی تعلیم دیتے ہیں، مانگو، مانگو، بزرگوں سے مانگو، یہ طریقہ کہاں سے پیدا ہوا اس حدیث پر غور کریں تو ساری بات سمجھ میں آجائے۔

(النبیۃ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک ہائے بھاگ جائے، یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ، اعیینوا فی ما ہذا اللہ کہہ کر لپکا رہے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے، وہ روک دیں گے جانور کو۔

یا میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو!

ترجمہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد قبروں والے نہیں ہیں، کیونکہ جنگلوں میں مسلمان جنات بھی ہوتے ہیں، یا فرشتے، یا رجا الغیب مسمون یہ ابدال جیسا کہ لاطعل قاری نے وضاحت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتے بنوں یا جن اس کام پر متعین فرمایا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اس کی خبر دی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر رجال اللہ
عنوان میں یہ تحقیق بیان فرمائی ہے، اور فیض القدر شرح جامع صغیر میں
روایت ہے جس میں وضاحت ہے کہ وہ فرشتے ہیں۔

ان الله ملوكة في الارض يستون الحفظة يكتسبون
ما يفتح في الارض من ورق الشجر فاذا اصابت
احدكم جرحه او احمته الى عون بغلة من الارض
فليقل اعينوني عباد الله رحمكم الله فانه يحصل ان
شاء الله تعالى (رواہ ابن سنی والبطرانی)

مترجم۔ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں زمین میں جن کو حفظ کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ زمین
زمین پر درختوں کے جوتے گرتے ہیں ان کو بھی لکھ لیتے ہیں پس جب کسی
کو کوئی زخم تکلیف پہنچے، یا جنگل بیاہاں کسی امداد کا محتاج ہو تو یہ فرشتے
اللہ کے بند و اخلاقم پر رحم کرے میری مدد کرو۔ اس کی مراد حاصل ہو جائے
انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ

فی العروض بھی بنتے ہیں؟

کیا اولیاء اللہ کی روحیں عالم برزخ میں یعنی قبر کی دنیا میں کرامت کے طور پر کم
دنیا میں کرتی ہیں؟ اگرچہ وہ مختار اور قادر نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی مرضی سے
نہیں کر سکتے لیکن جس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنی تقدیر جاری کرنے کے لئے فرشتوں
کی فوجیں انتظام عالم پر لگا رکھی ہیں، اس طرح اولیاء اللہ کی روحیں بھی کسی خدمت
لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث اس بابت کے جواب میں خاموش ہے۔

۱۔ کہ صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس قسم کے سوال جواب
اللہ و اہل بیت کے تمام کے تمام خاموش ہیں مگر صوفیاء کرام کے کشف اور
اس سلسلہ میں شہرت بلکہ تواتر تک پہنچ چکے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ منصوص شرعی
نہیں ہے کسی فرض سنت کو مٹاتا ہے اور اس میں بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہیں
حضرات صوفیہ کرام کو ایسے مسائل میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شیخ
محمد دہلوی نے شرح مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھا ہے کہ یہ بات
ہاں کے ہاں ثابت ہے اس کے بعد کچھ دلائل اسی قسم کے دئے ہیں ان تمام
دلائل میں باطنی اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ نکلتا ہے۔

۲۔ کبیر کبیر میں مَدَبَاتِ اُمَرَاء کے ماتحت امام فخر الدین رازی نے کچھ
لکھ لکھے ہیں اور بالآخر کہا ہے کہ اگرچہ مفسرین سے کوئی چیز منقول نہیں
ہو سکتی لیکن احتمال ہو سکتا ہے۔

۳۔ سورۃ الشقاق اور فتاویٰ عزیزی میں بھی ایسی عبارتیں ہیں جن سے
روحوں کا انتظامی معاملات میں فرشتوں میں شمار ہونا ثابت ہے، لیکن چونکہ فرشتے
نہیں بلکہ یَفْعَلُونَ مَا یُؤْمَرُونَ سے سے ثابت ہے، کہ فرشتے حکم کی
پاسد کرتے ہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرتے، اسی طرح اولیاء اللہ کی روحوں
کا اگرچہ کوئی امور ہوں تو اس سے ان کی ڈیوٹی تو ظاہر ہوتی ہے مگر ان کی مدد و نیا
اور طلب اور ظہر حاضر ناظر ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ مفسرین نے تو ستاروں کو
مَدَبَاتِ اُمَرَاء کہا ہے۔ کیا ستارہ پرستی بھی جائز ہو گئی؟ اس طرح تو اچھا
کام اس طرح کا دووازہ کھل جائے گا۔

حاصل کلام

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی؟ اور حضرت امام مجدد الف ثانی کے کلام سے گزر چکا ہے۔ جہاں بزرگوں کے نام کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عوام جہلاء و اولیاء اللہ کو متعرف کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے مختار کل اور قادر سمجھتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت لایمکن کہ خدائی کاموں میں مدد مانگتے ہیں، یہ شرک جلی ہے، اور جو کام انسانی کوشش میں ہیں، اولاد، رزق، زندگی، موت، فسخ و نفرت وغیرہ، ان کاموں میں اولیاء اللہ سے مدد مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اس اعتقاد سے مشکل کے وقت بزرگوں کو پکارنا، حاضر ہونا وغیرہ شرک ہے ہاں تو تسل جائز ہے

محدث دہلوی؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی؟ اور حضرت امام مجدد الف ثانی کے کلام سے گزر چکا ہے۔ جہاں بزرگوں کے نام کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عوام جہلاء و اولیاء اللہ کو متعرف کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے مختار کل اور قادر سمجھتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت لایمکن کہ خدائی کاموں میں مدد مانگتے ہیں، یہ شرک جلی ہے، اور جو کام انسانی کوشش میں ہیں، اولاد، رزق، زندگی، موت، فسخ و نفرت وغیرہ، ان کاموں میں اولیاء اللہ سے مدد مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اس اعتقاد سے مشکل کے وقت بزرگوں کو پکارنا، حاضر ہونا وغیرہ شرک ہے ہاں تو تسل جائز ہے

مصنف نذر اولیاء کے حوالوں کا جواب

اب ہم رسالہ نذر اولیاء کے حوالوں پر غور کرتے ہیں۔ تہبید کے لئے عرض ہے کہ ثواب نذر کرنا یعنی پہنچانا، یہ تو مسلم ہے لیکن اس سے یہ مطلب نکالنا کہ غیر اللہ کی منت جانتے ہو، کیسی فضول بات ہے مولوی عبد اللہ صاحب ایک جگہ نہ صرف اور دل کی بات بتا ہی دی کہ نذر سے مراد منت ماننا ہی ہے۔ چنانچہ مصنف کے حوالے فرماتے ہیں:-

”سراکار بغداد کی نذر میں مافی جاتی تھیں“

ایک بددیانتی تو یہ ہے کہ یہ لفظ اپنے پاس سے بڑھایا ہے۔ وہاں تو صرف اتنی بات ہے کہ تحائف قبول فرماتے اور کھا بھی لیتے تھے۔ اس میں منت ماننا نہیں ہے؛ دوسرا یہ بات بھی صاف کر دی کہ نذر سے ہماری مراد منت ماننا ہے۔ ایصال ثواب کا بہانہ ہے۔ یہ لومڑی کے چکر دین میں۔ آہ یہی منت ماننا خاص ہے اگر منت ہے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کسی تصنیف سے غیر اللہ کی منت کو جائز ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو بدنام کرنا کونسی نیکی ہے بزرگوں کو ثواب کا جو بہانہ تم لوگوں نے شرک جائز کرنے کے لیے بنایا ہے اس کا جواب

۱۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے احکام شریعت میں اس مسئلہ کو بہت بیان کیا ہے۔ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کو

جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دنیا کہتے ہیں،“

بات کچھ ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کیوں کیا؟ یا تو یہاں عام اور خاص کا لفظ ہوتا یعنی عام مسلمانوں کو، بالخصوص اولیاء کو، دعائے درست ہوتی۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ بھی مسلمان ہوتے ہیں اگر اس میں تو کیا ہیں؟ پھر اس بات کی دلیل کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی فاتحہ کی چیز جب کہ قادر مختار سمجھ کر نذر دنیا کے طور پر دی جا رہی ہو، اور خداوند کا تعالیٰ کا نام بھی یہاں میں نہ ہو حرام اور شرک کی بجائے تبرک بن جاتی ہے یہاں ہمارا شبہ زیادہ بڑھتا ہے کہ آپ کو گ اولیاء اللہ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ہاں جب آپ لوگ ان کو قادر اور مختار سمجھتے ہیں تو مسلمان کیسے ہوئے؟ خدا ٹھہرے فاضل بریلوی صاحب پیران پیر کی مدح میں لکھتے ہیں:-

”حکم تم ہی قادر ہو کہ خدا ہے باقیاتھیں“

۱۲۔ شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں، مگر مختار کے معنی ہیں پسندیدہ، برگزیدہ۔ اختیار دیا ہوا کے معنی لغت سے ثابت کیجئے۔

احکام شریعت ص ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

”میت کی طرف سے جو مدد ہو غنی کو نہ دے، نہ غنی سے“

میت کی تعریف کیا ہے؟ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّكُمْ مَّيِّتُونَ وغیرہ آیات و احادیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ص ۱۹ پر بریلوی فاضل مولوی احمد رضا خان فرماتے ہیں:-

”مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے۔ غنی نہ کھائے۔“

طعام میت کی تعریف کیا ہے؟ نیز یہ بھی خود فرمائیں کہ منع کے معنی مکروہ فقہی کس دلیل سے کیے ہیں؟ حضرت امام محمدؒ کے مکتوبات میں منع کا لفظ شرک کے لیے بھی گزر چکا ہے کیا شرک بھی مکروہ ہے؟

حوالہ نمبر ۱۳: آنچہ پیش بزرگوں سے برادر۔ یہ تو تحفہ ہے جو زندہ بزرگوں کو دیا جاتا ہے یہاں چڑھاوے کا فیصلہ کسی طرح ہو گیا؟ کیا زندہ بزرگ قبریں ہوتی ہیں خوب فیصلہ کیا۔ چڑھاوے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

حوالہ نمبر ۴: اس کا جواب اوپر دیکھئے۔

حوالہ نمبر ۵:

شیخ عبدالغنی نابلسی کوئی فقیہ نہیں ہیں تفسیر روح المعانی میں ان پر کسی جگہ گرفت کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۶: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں کھجوروں کا تحفہ پیش کیا۔ یہ تو صحابہ رضہا معنوں تھا

اور حضور بھی تحائف دیتے تھے۔ کیا حضور بھی صحابہؓ کی منتیں ملتے تھے مولوی عبداللہ صاحب کی کاریگری دیکھئے ہدیہ کو نذر بنا دیا اور یہاں سے چڑھاوے قبروں کا ثابت کر رہے ہیں۔ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو قبر سمجھتے ہو؟

کیا کہہ رہے ہو؟ کیسی مضبوط دلیل ہے۔ ایک صحابیؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں تحفہ پیش کرتا ہے مولوی عبداللہ صاحب اس کو قبر کا چڑھاوا سمجھتے ہیں۔ بھوکے سے پوچھو دو اور ایک کیا بنتا ہے۔ جواب تمہیں روٹیاں۔

صحابیہ نے گوشت ہدیہ کیا تو چودھویں صدی میں بڑھتے بڑھتے حوالہ نمبر ۷: دیگ بن گئی۔ مولوی صاحب! تحفہ اور ہدیہ کو گھسیٹ کر کھینچ

ان کو زندہ بنا دیے۔ مگر یہ بزرگوں کی قبروں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پاکیزہ ماحول کی خالص اسلامی چیزوں کو کفر و شرک کی طرف کیوں گھسیٹتے ہو؟ خدا کا خوف کرو۔

ترجمہ یہ ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ قبول فرماتے حوالہ نمبر ۸: ادکھا لیتے۔ اس میں کیا ہرج ہے؟ مگر مولوی صاحب! کیا یہ

مال ہوئی میت ہوتی تھی؟ آپ نے یہاں انگلیں بند کر کے جھوٹ بولا ہے یہ جو کہا کہ

سار بغداد کی ندریں مانی جاتی تھیں اس کو ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو شرک بنانا

کتنی بے ادبی ہے۔ حضرت شیخ گائف قبول فرماتے تھے۔ مگر کیا آج کل کے پیروں کا دل مال حرام کی کمی کھاتے تھے؟ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

مسلکی تھے۔ جنسلی مذہب اہل حدیث سے عملاً متحد ہے۔ کبھی کبھی رفع یدین بھی کیا کریں آپ لوگ۔

یہ ایک خواب کا قصہ ہے حضرت محمدؐ کے حوالوں میں حوالہ نمبر ۹: گزر چکا ہے کہ خواب سے حکم شریعت نہیں بنتا۔

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف تاریخ بغداد ص ۱۲۲

حوالہ نمبر ۱۰: جلد اول میں لکھتے ہیں۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب نے یہ حوالے مولوی محمد عمر چھوڑی صاحب کی کتاب سے لیے ہیں۔ چونکہ وہاں خطیب بغدادی کو مصنف مشکوٰۃ قرار دیا ہے۔ اس لیے مولوی عبداللہ صاحب نے مکھی پر مکھی ماردی کاشش کہ مظاہر حق ہی دیکھ لیتے۔

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایک لطیفہ ہے جس نے مولوی عبداللہ صاحب اور ان کے استادوں کی علمی قابلیت کو سمجھنے سمجھنے کی گہرائی بتا دی۔ رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:-

اس کتاب ہے اور مصنف مشکوٰۃ کا نام ہے محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی یہ اٹھویں صدی کے بزرگ ہیں۔

اس کی مصنفیت کا یہ حال ہے کہ پانچویں صدی اور اٹھویں صدی کے دو مشہور بزرگوں کا ایک بنا دیا۔ ایسے مشہور و معروف لوگوں کا نام تک نہیں آتا تو آپ کے استاد کے متعلق کیا رائے قائم کریں۔

مولوی صاحب! کیا آپ لوگ علمی دنیا میں بھی کچھ حصہ سمجھتے ہیں؟ علماء نے تو تفسیر، حدیث، فقہ کی مشہور و معروف کتابوں کی شرحیں عربی میں لکھی ہیں مگر المہم شرح صحیح مسلم از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام پاکستان بڈل الجہود بیچ شرح ابو داؤد شریف علامہ محدث خلیل احمد انبیسوی تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ العلماء حافظ حدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی فیض الباری شرح صحیح بخاری مولانا

علامہ بدر عالم میرٹھی وغیرہ۔ یہ ایک نمونہ ہے، اس کے علاوہ علماء دیوبند کی عربی، فارسی، اردو کی تصنیفات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ کیا آپ کے بریلوی علم کرنے بھی کوئی تفسیر، یا حدیث کی شرح عربی میں لکھی ہے؟ اردو زبان میں غلط پروپیگنڈے کے لیے کچھ رسالے بریلویوں نے لکھے ہیں جن کا تانا مکرو اس کے لیے اگر خدا کی مہربانی سے علماء دیوبند کا ظہور نہ ہوتا تو آپ لوگ بزرگوں کے بُت بنا کر مسجدوں میں لپوچ رہے ہوتے وَمَا رَاكَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا اَمْ وَهَذَا اللَّهُ حَسَنًا اَمْ فَتَوَىٰ يَحْيٰى دے چکے ہوتے۔ پاکستان، ہندوستان، عراق، شام، مغرب اسلامی دنیا کا وہ کون سا خطہ ہے جہاں حضرات علماء دیوبند کی تصنیفات مقبول عام نہیں ہیں۔ سارے لاہور میں ایک دو دوکانیں بریلوی صاحب کے کتب خانے ہیں۔ جہاں نعتوں کا کاروبار چلتا ہے علمی دنیا کی رونق بازار تو حضرات علماء دیوبند کے دم سے ہی ہے۔ ایک ترجمہ قرآن مجید کا مولوی احمد رضا خان صاحب نے بڑی مشکل سے لکھا۔ مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ کم نامی کا شکار رہو رہا ہے علمی حلقوں میں تو اس کا

"مولوی فردوس شاہ کو کچھ سمجھ نہیں، ہمارا نیک مشورہ ہے کہ مدارس اہل سنت، مثلاً دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف پاکستان لاہور، مدرستہ رضویہ لائل پور، دارالعلوم فریدیہ بصیر پور، انوار العلوم ملتان جہاں کے فارغ التحصیل ہزاروں علماء کرام دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں کی طرف رجوع کریں۔ جہاں پر علم کے بے بہا سمندر کھلتے نظر آئیں گے۔"

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا پڑی کیا پڑی کا شور یا۔ یہ دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف وہی ہے جہاں سے مولوی عبد اللہ صاحب نے جہالت کی سند حاصل کی ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے میاں میٹھو بننے کی اتنی کوشش کیوں کی؟ یہ حوالہ اور یہ رسالہ خود بتا رہا ہے کہ آپ اور آپ کے استاد اور تمام بریلوی علماء بڑے بڑے فاضل (من الفضول) ہیں سعدیؒ نے کیا خوب کہا کہ جب تک کوئی شخص خاموش ہوتا ہے اس کے غیب و ہنر پوشیدہ ہوتے ہیں۔

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف۔ یہ عبارت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیاست سے ناواقف کہے کہ مٹریاقت علی خان مرحوم برطانیہ کے جارج پنجم کا نام ہے۔ مولوی صاحب! کیا آپ نے مشکوٰۃ شریف بھی نہیں پڑھی؟ اگر آپ کے معلومات کا یہ حال ہے اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ آپ کے مدارس میں علم کے سوا سب کچھ پڑھایا جاتا ہے تو یونہی اتنی بڑی مہربان و شہرہ مرکزی انجمن حزب الاحناف کے مفتی کیوں بن بیٹھے؟ طالب علموں کو آپ کیا پڑھاتے ہوں گے۔ حضرت بے ادبی معاف! خطیب بغدادی اور شخص ہیں اور مشکوٰۃ شریف کے مصنف اور نہیں۔

خطیب بغدادی کا نام ہے۔ احمد بن علی بن ثابت ابو بکر خطیب بغدادی ۳۶۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۲۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا تاریخ بغداد

نام نشان نہیں۔ ادھر مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ اور تفسیر پاکستان اور ہندوستان
ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں گھر گھر موجود ہے۔ سینکڑوں بار چھپ چکا ہے۔ تاہم
ہی آئے دن نئی نئی مشکلوں میں پھاپ رہی ہے۔

سہ ایں سعادت بزورِ برونیت

تائید بخشد خدائے بخشندہ

دوسرے اسلامی ملکوں میں تو بریلویوں کا نام بھی کوئی جانتا۔ یہی نہ
تہا ری زندگیوں کا سہارا ہے۔ اسی کے دم سے تہا ری ہنگامہ آرائی ہے۔ مذہب
اور بزرگوں کی خدائی کائناتوں کھود رکھا ہے کوئی نہ کوئی اندھا اس میں گرتا رہتا
اپنے پیٹ کی خیر مناد دین کی کیا فکر۔

الغرض :- یہ حوالہ تاریخ بغداد کا چونکہ تاریخی کتاب ہے اس لیے
نہیں۔ فقہ کی کتابوں کے حوالے دور۔

حوالہ ۱۷، ۱۸، ۱۹، ایصالِ ثواب کا ہتھیرہ درست ہے اس میں کوئی
نہیں ہے مگر شاہ عبدالعزیزؒ سے پوچھنے والی بات تو یہ ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی
منت مانے اور اس کو منت کہے، اور ثواب پہنچانے کا یہاں نہ کرے، کیا وہ
امیر غریب مسلمان کھا سکتا ہے؟ اور جو مولوی فتویٰ دے، کہ "مثلاً یوں کہ
اگر میرا کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا" تو وہ اسلام سے باہر
جاتا ہے یا نہیں؟ پھر دیکھیے شاہ عبدالعزیزؒ کیا جواب دیتے ہیں؟
حوالہ نمبر ۱۸: علماء حق پرستان جو آپ لوگوں نے لگائے ہیں اس کا جواب تو
قَالَوا سَلَمًا ہے البتہ تھا یہ علماء دیوبند آگے آرہے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید سے یہ
پوچھئے کہ جو مولوی بزرگوں کی منت کو جائز کہے مسلمان ہے یا مشرک؟
حوالہ نمبر ۱۵: یہاں چڑھا دے اور منت کا کوئی ذکر نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶: پوچھنے والی بات تو یہ تھی کہ اگر ذبح کرنے سے پہلے شیخ بغداد
کے نام بکری کی منت کر دے، پھر تکبیر سے ذبح کرے تو حلال

اس کا جواب حضرت امام مجددؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب
حوالہ نمبر ۱۷: کے حوالوں میں گزر چکا ہے۔

یہ ایصالِ ثواب کا مسئلہ ہے تاریخ کی تعیین کی تفصیل امام
مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھئے۔

یہ ہے اہل بدعت کا مذہب۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔
اس کے بعد ص ۱۵، ص ۱۶ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب
خاموشی ہے۔



اور ہیں۔

اس سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یعنی روضہ مطہرہ شریف کی زیارت کی نیت پر جانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت پر جانا چاہیئے یا روضہ عالیہ کی نیت پر؟

علماء دیوبند کی طرف سے جواب

پہلے واضح ہو کہ ہم اور ہمارے استاد اور ہماری جماعت فروعات میں علماء امام اعظمؒ کے مقلد ہیں، اور عقاید میں ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور غازی کے پیرو ہیں اور تصوف میں حضرات نقشبندیہ، حضرات چشتیہ، حضرات قادریہ سے وابستہ ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم قرآن، حدیث، اجماع امت اور کتب مجتہدین کے باہر کوئی بات نہیں کہتے۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اعلیٰ درجہ کی عبادت، نہایت ثواب اور حصول سعادت کا سبب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے مال قربان ہو جائیں اور سفر کرنے والا روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے بلکہ ہتیرہ ہے کہ فقط روضہ شریف کی طرف سے سفر کرے۔ محبت کا مسلک یہی ہے۔ وہابی جو کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی نیت نہ کرنا چاہیئے یہ بات مردود ہے، آگے رد کے دلائل ہیں۔

دوسرا سوال: کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی دُعا مانگنے والا آپ کا وسیلہ پکڑ سکتا ہے؟ اور کیا تمام انبیاء صدیقین اور شہیدوں، ولیوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب: ہمارے بزرگوں کے نزدیک دنیا میں تمام انبیاء، اولیاء، شہداء

باب دوم

حضرات علماء دیوبند کے عقاید

چند ذاتی اغراض و مقاصد کی بناء پر جن میں انگریز کی سیاست کا بڑا حصہ تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حضرات علماء دیوبند کی ہزاروں تصنیفات میں سے چند اردو رسالوں کی بعض عبارتیں مکتبہ مولانا اور مدینہ منورہ کے علماء کے سامنے بگاڑ کر پیش کیں۔ چونکہ وہ حضرات اردو زبان سے نواقف تھے، اس لیے کفریہ معنی نکال کر الزام لگا دیا۔ ان حضرات نے اتنا لکھ دیا کہ اگر ان عبارتوں کا مطلب یہی ہے تو ان کے والد بے شک کافر ہے۔ لیکن بطور احتیاط علمائے عرب نے ایک سوال ان حضرات علماء دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر تمام عرب بول بالا کہ یہ عقائد خالص اسلامی ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی چند سوال و جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں :

سوالات کی تمہید

اے علمائے کرام! اور سردارانِ عظام! کچھ لوگوں نے تمہیں وہابی غلام کیا ہے۔ اور کچھ رسالے ہمارے پاس ایسے لائے جو غیر زبان ہونے کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ چند باتیں جن میں وہابیوں کا اہل سنت والجماعت سے اختلاف ہے، ہم پوچھتے ہیں، جواب دیجئے تاکہ شبہات

اور صدیقین کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ ان کی زندگی میں بھی اور ملاقات بعد بھی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے۔ اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ میرا (ملاں کام) ہو جائے۔

تیسرا سوال: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا ہے؟ کیا آپ خاص طور پر زندہ ہیں؟ یا عام ایمان والوں کی زندہ ہیں؟

جواب: حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں الگ ہیں زندہ ہیں جس طرح آپ دنیا میں زندہ تھے مگر شریعت کے احکام سے واجب وغیرہ آپ کے ذمہ پر ضروری نہیں، یعنی عبادت قبول نہیں۔ تمام انبیاء اور شہید بھی زندہ ہیں۔ عام لوگوں کی برزخ میں موجود ہے وہ اور چیز ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس مضمون میں ایک عزیز کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "آب حیات"۔

چوتھا سوال: مسجد نبویؐ میں دعا کرنے والا روضہ اقدس کی طرف سے یا قبلہ کی طرف؟

جواب: اس میں علماء اور فقہاء کے دو قول ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک اس قول یہ ہے کہ دعا کرنے والا زیارت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چہرہ مبارک کی طرف متوجہ ہو، ہمارا عمل اس پر ہے۔

پانچواں سوال: کثرت سے درود شریف اور دلائل الخیرات وغیرہ متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

جواب: ہماری سمجھ میں درود شریف جتنا زیادہ پڑھا جائے مستحب ہے اور عمدہ عبادت ہے، تمام مستحبات میں سے افضل ہے خواہ دلائل الخیرات ہو یا دوسری کتابیں جو درود شریف پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں سب سے بہتر درود شریف وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ثابت ہو۔

اور درود شریف بھی ثواب سے خالی نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگ دال سے پڑھتے تھے اور لوگوں کو پڑھنے کا ارشاد فرماتے تھے۔

سوال: کیا چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس زمانہ میں ضروری ہے کہ چاروں اماموں حضرت امام اعظمؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے۔ بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے اس سے معلوم کیا ہے کہ تقلید چھوڑنے کا انجام بے دینی کے گڑھے میں ہارنا ہے۔ اسی لیے ہم اور ہمارے بزرگ اصول اور فروع میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متقلد ہیں۔ خدا ہمیں اسی اعتقاد پر نصیب کرے اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ اور ہمارے بزرگوں نے اس بات کو امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں بہت مشہور و معروف کتابیں لکھی ہیں۔

سوال: کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہیں، ان کی بیعت کا ہمارے خیال میں جائز ہے؟ اور کیا تم بزرگوں کے سینوں سے اور قلوب سے باطنی فیض پہنچنے کے قائل ہو؟ اور کیا بڑے بڑے لوگوں کی روحانیت سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقاید درست کو چکے اور ضروری مسائل دین کے معلوم کر چکا ہو تو کسی ایسے پیر سے بیعت کرے جو شریعت میں مضبوط قدم رکھتا ہو۔ دنیا قصور کی حاصل کرے، آخرت کی طرف راغب ہو، نفس کی گھائیوں کو طے کر چکا ہو، نجات دینے والی باتوں کا حامی اور مشاق ہو، ہلاک کرنے والی باتوں سے کٹ چکا ہو، کامل ہو اور دوسرے کو بھی کمال تک پہنچانے والا ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس کے اندر میں ہاتھ دے کر اپنی نظر کو اس پر لگائے رکھے۔ صوفیہ کے مشاغل ذکر و فکر میں مشغول ہو۔ ان چیزوں میں پوری طرح فنا کمل حاصل کرنے

علماء دیوبند میں سے کوئی شخص ختم نبوت کا منکر بھی ہے؟

جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سیدنا و مولانا وحیدنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ بات قرآن کریم اور متواتر المعنی حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے، ہمارے سب بزرگوں کا عقیدہ یہی ہے جو شخص اس کے خلاف الزام لگاتا ہے، جھوٹ بولتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱: کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہو؟ اور کیا یہ مضمون تمہاری کسی کتاب میں ہے؟

جواب: ہم اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اور کوئی ایمان والا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے زیادہ احسانات اور فضائل ہیں جو کسی مخلوق کے نہیں۔ کوئی شخص ہم پر یہ الزام لگاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ رالبہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں انبیاء کو قوموں کے بھائی کہا گیا ہے، اعبد واسر تکبر و اکرموا الخاکہ رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۲۸۳، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کا درجہ معاذ اللہ بھائیوں کے برابر ہے۔

سوال نمبر ۱۲: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا آپ کو فقط علم شریعت دیا گیا ہے، یا ذات و صفات الہی اور افعال الہی اور پوشیدہ اسرار اور حکمتوں کا علم بھی ساری مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے؟

جواب: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علم ذات و صفات، علم شریعت، نظری حکمتوں اور سچی حقیقتوں اور خداوند تعالیٰ کے پوشیدہ بصیرتوں کو ساری مخلوق سے بہت زیادہ جاننے والے ہیں، یہاں تک کہ کوئی مخلوق، کوئی مقرب فرشتہ، کوئی رسول یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو اولین و آخرین علم دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا۔ عام دنیاوی معاملات اور چھوٹے بڑے کام

اور سب سے بڑی نعمت یعنی نسبت حاصل کرنے، جسے شریعت کی ذمہ داری احسان کہا گیا ہے۔ لیکن جس شخص کو یہ درجات نصیب نہ ہوں تو اسے اللہ کے سلسلہ میں داخل ہو جانا بھی مفید ہے کیونکہ ان کی محبت بھی بہت بڑی ہے۔ لیکن بزرگوں کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا اور ان کے سینوں سے علم کی قبروں سے فیض پہنچنا درست ہے، جب صحیح طریقہ پر ہو۔ نہ ان طریقوں پر جو عوام جاہلوں کا دستور ہے۔

آٹھواں سوال: محمد بن عبد الوہاب نجدی مسلمانوں کے مال، ان کے ان کی آبر و حلال سمجھتا تھا، سب لوگوں کو مشرک سمجھتا تھا کیا تم بھی اس طرح بزرگان دین کو کافر سمجھ کر واجب القتل سمجھتے ہو؟

جواب: اس قسم کے وہابی لوگ ہمارے نزدیک خارجیوں کی قسم سے ہیں، شانی نے کہا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو نجد سے نکلے اور علم مذہب کا بہانہ کرتے تھے حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا وغیرہ۔ علم فقہ، علم علم تفسیر، تصوف وغیرہ کسی چیز میں بھی یہ وہابی ہمارے استاد نہیں ہیں اور ہم تک کوئی شخص دین کی ضروریات کا انکار نہ کرے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔

سوال نمبر ۱۰: کیا تم وہابیوں کی طرح خدا تعالیٰ کے لیے جہت اور جہنم مانتے ہو؟

جواب: خداوند تعالیٰ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہیں۔

سوال نمبر ۱۱: کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل سمجھتے ہو؟ کائنات میں؟

جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہیں بلکہ قرب الہی کے عالی مقام میں آپ کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

کے مبارک جوتوں کے گرد و غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا ذکر اور جتنی چیزیں آپ کے ذات مبارک سے ادنیٰ تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ آپ کے بول براز، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کا ذکر ثواب ہے۔ ہمارے بزرگ مولانا احمد علی سہارنپوری سے پوچھا گیا کہ میلاد شریف کا ذکر کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش مبارک کا ذکر شریف صحیح روایتوں سے کرنا ایسے وقتوں میں جو فرض عبادت سے خالی ہوں یعنی فرائض واجبات سے فراغت کے بعد ایسے طریقہ سے جو صحابہؓ کے طریقہ اور تابعین، تبع تابعین کے طریقوں کے مخالف نہ ہو اور ایسے اعتقاد سے جو شرک و بدعت سے پاک ہو، ایسے آداب کے ساتھ جو سیرۂ صحابہ کے مخالف نہ ہوں۔ ایسی مجلسوں میں جو برائیوں سے پاک ہوں، خیر اور برکت کا باعث ہے۔ بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص پر مبنی ہو۔ کیا کوئی مسلمان ایسی چیز کو بُرا کہہ سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۸: کیا تم نے کسی کتاب میں کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کھینچا کی جنم اشٹھی جیسا ہے؟

جواب: یہ بھی بہتان اور جھوٹ ہے۔ جب ہم اعلیٰ درجہ کا مستحب سمجھتے ہیں تو ایسا کہنا کس طرح ممکن ہے۔ جس عبارت پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”یا یہ وجہ ہے کہ رُوح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی۔ اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کھینچا کی ولادت کا کرتے ہیں، یا مثل روافض کے شہادت کی نقل کرتے ہیں۔ یہ سانگ ٹھہرا۔ اور خود یہ حرکت قبیح قابل لوم حرام و فسق ہے۔“

جو ہر وقت دنیا میں ہو رہے ہیں یہ بھی سب کے سب آپ جانتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ایک ایسی بات جانتے تھے جس کو ہڈ ہڈ پر مدہ جانتا تھا یہ قصہ سورہ نمل میں موجود ہے۔ **سوال نمبر ۱۵:** کیا تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ابلیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً بڑا عالم ہے۔

جواب: ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو علوم شان نبوت کے لائق ہیں ان میں آپ سب مخلوق سے زیادہ عالم ہیں، لیکن کوئی جھوٹی بڑی معمولی بات جو ان کی حقیر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے قابل ہی نہیں اس کا نہ جاننا آپ کے علم کی کمی کا باعث نہیں ہے اور جو شخص اس معمولی چیز کو جانتا ہے وہ بڑا عالم نہیں بن جاتا جیسا کہ ہڈ ہڈ اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور ہمارے ملک کے بدعتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر کمینہ اور گندہ چیز کا علم بھی مانتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اس لیے یہ بات خلاف شان نبوت ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا عالم سمجھے وہ کافر ہے۔

سوال نمبر ۱۶: کیا مولانا اشرف علی تھانوی نے کسی کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید، عمر و بکر اور چار پاؤں کے برابر کہا ہے؟

جواب: یہ بھی ایک جھوٹا بہتان ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات کہہ سکتا ہے؟ خود مولانا اشرف علی کو جب بتایا گیا کہ بریلوی لوگ آپ کی عبادت سے یہ مطلب نکال رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خبیث مضمون تو کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا۔ تشریح آگے آئے گی۔

سوال نمبر ۱۷: کیا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک کا ذکر کرنا بُرا ہے؟

جواب: کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی ولادت باسعادت، بلکہ آپ

مطلب یہ ہے کہ بریلوی حضرات جو قیام کرتے ہیں اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نعت خوان لوگ اس وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جب روبرج پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی دنیا سے اس جہان میں تشریف لانی تھی یعنی پیدائش مبارک کا بیان کرتے ہوئے لوگوں کو قیام کرنے کے لیے کہتے ہیں یعنی گویا کہ حضور پاک اس وقت دنیا میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے اٹھو۔ یہ بات غلط اور فضول ہے۔ کیونکہ پیدائش مبارک ایک دفعہ ہو چکی۔ روز بروز ہر میلاد کی محفل میں یہ اعتقاد رکھنا ہندوؤں کے سوانگ کی طرح بُرا عقیدہ ہے۔ ہندو ہر سال کنتھیا کے جنم کا سوانگ مہرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے ہندوؤں والی رسمیں کرنا قبیح ہے مطلب یہ ہے کہ بریلوی ہندوؤں والی رسم کرتے ہیں اور منع کرنے کا حضور کا بے ادب قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ یہ نقالی ہندوؤں اور شیعوں کا سوانگ ہے اس لیے بے ادبی ہے۔ دوسری وجہ قیام کی یہ بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تشریف لائے ہیں۔ ڈاڑھی منڈوں، جوار یوں، بسے نماز نعت خوانوں اور مشرکانہ نذر و نیاز کے موقع پر حضور کا تشریف لانا ویسے بھی شایان شان نہیں اور عالم الغیب کا عقیدہ رکھے تو یوں بھی گمراہی ہے، شرک ہے۔ اب بتائیے آپ کے ذکر ولادت کو بُرا کہا، یا تمہاری ہندوانہ ذہنیت کو! سوال نمبر ۱۹: کیا شیخ اجل فاضل علامہ رفیع احمد گنگوہی نے کہیں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے؟

جواب: یہ سفید جھوٹ ہے اور مولوی احمد رضا خاں جو کہتے ہیں کہ ان کے فتویٰ کا نوٹو میرے پاس ہے یہ اس سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیں، یا اس بہتان سے تو بہ کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لفظ قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے۔ مولانا کا عقیدہ یہ ہے ذات پاک تعالیٰ

کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متعص بہ صفت کذب کیا جائے معلوم اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے یعنی ذرہ بھر جھوٹ نہیں ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابولہب کو جہنمی فرمایا ہے۔ ہرگز ہرگز اس وعدہ کے خلاف نہ کرے گا لیکن اگر جنت دینا چاہے تو عاجز نہیں قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے ایسا نہ کرے گا۔

سوال نمبر ۲۰: قادیانی جو نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب دو تاکہ لوگوں نے جوشہات پیدا کیے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

جواب: جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے ہمارے تمام علماء دیوبند اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ (راز مکتدا)

ناظرین! یہ بیس سوالات وہ ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے حضرات علماء دیوبند کو ان کا عقیدہ معلوم کرنے کو بھیجے تھے۔ یہ اس واقعہ کی بات ہے جب کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بڑی چالاکی سے علماء دیوبند کے متعلق وہاں سے کفر کا فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جھوٹا بہتان، پھر عرب کی پاک سرزمین میں جا کر پھر فریب اور دھوکا ان بزرگوں سے جو حرمین شریفین میں دین کے خادم ہیں یہ سب ایسی نازیبا حرکتیں ہیں جو عالم دین تو کہاں، ایک ادنیٰ مسلمان بھی ایسی جرات کرنے سے ڈرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ معمولی سے طمع دنیا میں آکر اتنا بڑا فراڈ بنایا کہ مسلمان قوم

کو ایک لمبی پریشانی میں ڈال دیا۔ حضرات علماء حرم نور فرست سے تازگی
 خاں صاحب بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ یَحْزَنُ فُتُوْنَ اَمْكَلِهَ عَنْ تَوَالِدِہ
 ان کی آبائی میراث ہے۔ اس لیے انہوں نے اتنا تو لکھ دیا کہ اگر یہ باتیں
 دیوبند نے لکھی ہوں تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
 یہاں پہنچتے ہی فتویٰ شائع کر دیا، اور ہر میں کے علماء بعض وجوہات کی
 پر سمجھ گئے کہ یہ شخص جھوٹا تھا ہم سے فریب کر گیا۔ چنانچہ ایک سوالنامہ ان
 حضرات نے مرتب کر کے علمائے دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر
 ان بزرگوں نے تصدیق فرمائی کہ یہ عقیدہ خالص اسلامی ہے اس لیے حضرت علماء
 دیوبند یکے مسلمان ہیں۔ یہ بیس سوال و جواب تقریباً وہی ہیں۔
 یہاں پہنچ کر اس بات پر بھی ناظرین غور فرمائیں کہ عقیدہ کسی شخص کا وہی
 ہوتا ہے جس کو وہ بطور عقیدہ بیان کرے۔ کسی شخص کی عبارت سے وہ معلوم
 لینا جو مضمون کے ربط اور سیاق کے بھی مخالف ہوں، الفاظ بھی انہیں برداشت
 نہ کریں، اور پھر اسے عقیدہ قرار دینا کس قدر ظلم ہے؟

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ

سب سے بڑا جال جس میں اردو خواں لوگوں کو بہت جلد پھانس لیتے ہیں
 چند جھوٹ ہیں، چند ہتھان اور ہتھیں ہیں جو خاص انگریزی سکیم کے ماتحت بنائی
 اور تیار کی گئیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سرکاری محکمہ سنبھالتے ہی سب
 سے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید کو فتویٰ کا نشانہ بنایا۔ برسوں تک یہی مشق
 جاری رہی۔ جب کفر کی مشین بے کار ثابت ہوئی اور ملک میں کوئی تحریک نہ
 پیدا ہو سکی تو اکابر دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد
 گنگوہی پر مشق ستم شروع ہوئی۔ ۱۳۶۱ھ میں ایک کتاب المحتمل المستند شائع
 کی جس میں ان حضرات کو ختم نبوت کا منکر اور خداوند تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا
 ظاہر کیا۔ مگر چونکہ ان کی فتویٰ بازی رسوائے زمانہ اور بدنام ہو چکی تھی۔ اس لیے

الغیث! الغیث! اے لشکر محمدی کے شہسوارو!
 حضرات علمائے دیوبند کی عربی کتابیں اس وقت تک عرب میں نہیں پہنچی تھیں
 اردو زبان سے وہ ناواقف تھے، اس لیے وہ فریب میں آ گئے۔ اکثر نواس
 طرح فتویٰ دیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔ حج سے واپس آکر
 جھوٹ کی عمارت، یہ جعلی فتوے حسام الحرمین کے نام سے
 شائع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس
 حال سے ہندوستان کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو حرم کے نام پر اپنے
 ساتھ ملا لیا۔ انگریز مہادر کی خوشنودی کیوں نہ ہوتی، بارگاہ برطانیہ سے
 اعظم وانکھ لمن المقربین کی دل نواز صدا آنے لگی۔ عوام
 کو معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شاید اہل علم کے ہیں۔
 حضرات علمائے دیوبند نے بھی اپنے اپنے بیانات شائع کرنے کی ضرورت
 محسوس کی۔ چنانچہ السحاب المدرار اور قطع الوتین بسط البنان اسی دور
 کی یادگار ہیں۔ مدینہ منورہ میں چرچا ہوا کہ یہ شخص غلط بیانی کر گیا ہے۔ اس
 بنا پر حضرات علمائے مدینہ منورہ نے چھبیس سوالات کا ایک سوال نامہ دیوبند

تہمت اول

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف سے
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر
”ختم نبوت کے منکر تھے، مرزائی تھے“

اس تہمت کی بنیاد کیا ہے؟

خاں صاحب بریلوی نے حسام الحرمین کے صدارت پر حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی مختلف جگہ کی لمبی عبارتوں
کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ایک جگہ لکھ دیئے ہیں، اور اس تراش
خراش میں اصلی مطلب کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔ دیکھیے بریلویوں کی کاریگری
کتنی ہے:

”اور فرقہ قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس
ہے اس نے اپنے رسالے میں کہا ہے:

بلکہ آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی، موجب بھی آپ
کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا
عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے
کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم
یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں.....“
یہاں پہنچ کر ایک فریاد ہماری بھی سن لیجئے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو

بھیجا۔ جس کے جوابات ناظرین اسی رسالہ میں عقاید علمائے دیوبند کے
میں مختصراً پڑھ چکے ہیں۔ یہ جوابات موصول ہونے پر علمائے حرمین
میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہی علماء جنہوں نے حضرات علمائے دیوبند
کو کافر کہا تھا اب انگریزی مولوی پر برسے لگے۔ اور بعض نے تو نابینا
الفاظ استعمال کیے ”خدا اُس کا منہ کالا کرے“ وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! یہ دردناک اور افسوس ناک قصہ جسے ہم نے یہاں
عرض کیا ہے آئندہ صفحات میں غور سے پڑھیں:



ہم نے ہمیشہ اس خیال پر کہ مسلمانوں کی ایک بھولی بھالی جماعت ان کا مذہب رکھتی ہے، عزت کی نظر سے دیکھا ہے مگر یہاں پہنچ کر ہم ہر انصاف پسند انسان کی مخالفت، دیانت اور اخلاق کو اپیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ عبارت جو بریلویوں کے بزرگ نے یہاں لکھی ہے یہ عبارت اس کتاب میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ البتہ یہ لفظ موجود ہیں۔ یہ تحذیر الناس کی عبارت نہیں ہے بلکہ کئی جگہوں کی مختلف مضامین والی عبارتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جن کو اپنے مقام، موقع اور محل سے کاٹ کر بلکہ چُرا کر ایسی کاریگری سے ایک جگہ لکھ دیا ہے کہ پڑھنے والا یہی سمجھے، یہ ایک ہی مسلسل اور مربوط عبارت ہے درمیان میں کوئی صفحہ یا سطر کا نشان بھی نہیں جس سے اس ٹھگٹی کا پتہ چل سکے۔ یہ کتنی اندھیر گردی ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان چیزوں کو بلیک مارکیٹ کے عنوان سے درج کیا ہے کیا کوئی عبارت ”بلکہ“ کے لفظ سے شروع ہو سکتی ہے! اس عبارت کا پہلا فقرہ تحذیر الناس کے صراحت سے کاٹا ہے اور اس بے دردی سے کاٹا ہے جس طرح زندہ جانور کے جسم سے بوٹی توڑ لی جائے درمیانی حصہ ص ۲ سے چُرایا اور اس صفائی سے چُرایا کہ لوگوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتے ہیں۔ آخری حصہ اس کے ص ۲ سے اٹھایا اور اس شان سے اٹھایا کہ اٹھائی گیروں کو مات کر دیا۔

ناظرین! حیران ہونے کی بات نہیں، یہ تینوں فقرے اس ترتیب سے کیوں جوڑے گئے، پہلے ص ۱ پھر ص ۲ پھر ص ۳ کی عبارت اگر نہ رکھی جائے تو فتویٰ کیسے تیار ہوتا؟ کیا ایسی کمینہ حرکتیں ایک مسلمان، ایک عالم دین کی شان ہے؟ یہ دھوکا منڈی، یہ فریب گر طوطا شاید مرزا قادیانی نے بھی نہ بنائی ہو۔ اسے اہل انصاف مسلمانو! تحذیر الناس کھول کر دیکھو اور ادھر حسام اثر میں دیکھو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارت تحذیر الناس میں موجود ہے، تو قرآن کریم میں یہ مضمون بھی موجود ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام

کئے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور جو کافر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد تو یہی ہے کہ ایماندار اور جنت میں جائیں گے اور کافر جہنم میں۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب علماء دیوبند کی عبارتوں کو قصاب کے چھڑے سے کاٹنا شروع کیا اور اس سے کھٹاڑا مانگ لائے تو اب ترتیب مضمون کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ اب تو حالت الخطب کی طرح ایندھن کا ڈھیر لگانا مقصود ہے۔ کسی کتاب کا ایک لفظ یہاں سے اٹھاؤ، دوسرا وہاں سے، جو مطلب برآمد ہوگا اس کو مصنف نے یہ لکھا۔ عجیب انصاف ہے۔ **يَا قَوْمِ الْاٰتِيْنَ مِنْكُمْ رَجُلٌ** ”مُشِيد“۔

تحذیر الناس کا مختصر خلاصہ :- ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو جامع اور وسیع علمی معیار پر لکھا ہے جس کو ممکن ہے کہ اہل بدعت آج تک سمجھ بھی نہ سکے ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: ”نبوت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس پر ختم ہونا، اس کی دو قسمیں ہیں: ختم نبوت زمانی اور ذاتی۔ ختم زمانی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے“ (عقیدہ نام اہل اسلام کا مستند ہے۔ اس کو حضرت مولانا نے اسی کتاب میں جا بجا واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص ۱ پر فرماتے ہیں۔

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو نبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم دوم خاتمیت بدلات التزانی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انت لا نبی بعدی او کما قال، جو بظاہر بطریق مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں دلی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوا۔ گو الفاظ مذکور بہ سند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر

معنی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تو اتر اعداد و رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظِ حدیث مشعر تو اتر نہیں جیسا اس کا منکر کا فر ہے ایسا ہی اس کا منکر ہی کا فر ہوگا۔ اس عبارت میں ختم نبوت زمانی کے پانچ دلائل ہیں:

- ۱۔ خاتم کو زمانی اور ذاتی سے مطلق مانا جائے تو خاتمیت زمانی دلالت مطابقتی سے ثابت ہوگی۔

۲۔ لفظ خاتم النبیین بطور عموم مجاز دونوں معنوں پر دلالت کرے۔

۳۔ ایک معنی پر خاتم النبیین کا لفظ مطابقتی دلالت کرے دوسرے پر التزامی

۴۔ خاتمیت زمانی متواتر المعنی حدیثوں سے ثابت ہے۔

۵۔ خاتمیت زمانی اجماع امت سے ثابت ہے۔

نتیجہ یہ نکالنا کہ خاتمیت زمانی کا منکر کا فر ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد ہر لوگ رضائی اور مرزائی، مولانا کو ختم نبوت زمانی کا منکر کہتے ہیں انہیں خرم آئی چاہیئے۔ دوسری عبارت اس سے بھی واضح ہے۔ تحذیر الناس کے ص ۲ پر فرماتے ہیں در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے لیے نقطہ ذات محمدی منتہی ہے۔ یہ نقطہ اس سابق زمانی اور سابق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسا نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ نشان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل ہے.....

یعنی سب وجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

آگے پلے ص ۳ کی جو عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھی ہے اس کے آگے کی عبارت یہ ہے اگر ذرا سی آنکھیں کھولتے تو یہ عبارت نظر آسکتی تھی:

”بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سبب باب مذکور (یعنی سبب مدعیان نبوت مرزا قادیانی وغیرہ) خود بخود لازم آتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے“

سینر مولانا محمد قاسم نے اپنی کتاب مناظرہ عجیبہ میں بھی اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے۔ شروع میں فرماتے ہیں:

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے، اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المحکومات ہیں“

اسی کتاب کے ص ۳۹ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علل نہیں“

ص ۵ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے انکار کی گنجائش نہ چھوڑی، انفضیلت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا“

ص ۶۹ پر فرماتے ہیں:

”ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے“

ص ۷۲ پر فرماتے ہیں:

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کا فر سمجھنا ہوں“

حضرت مولانا کی سب سے آخری تصنیف ”قبلہ نما“ ہے اس کے

ص ۱۱ پر فرمایا:

”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے چونکہ دین حکمنانہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا۔ کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔“

یہ حوالے ایک منصف مزاج و مدد دل رکھنے والے مسلمان کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اتنی عبارتوں کی موجودگی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علمائے عرب کو یہ دھوکا دینا کہ یہ شخص ختم نبوت کا منکر ہے کس قدر عظیم، بددیانتی اور فریب کاری ہے۔

ہاں تو خاتمیت زمانی کافی واضح ہو چکی۔ خاتمیت مکانی یا ذاتی یا مرتبی ہے کہ اصل اور ذاتی نبی فقط آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی اور غیر ذاتی ہے۔ عرضی اور ذاتی کے لیے سورج کی مثال لیجئے۔ دنیا میں ڈنڈیل کئی قسم کی ہیں، مگر سب کا اصل سورج ہے۔ یہاں تک کہ چاند اور ستارے ہی سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی خداوند تعالیٰ نے اس کے اندر پیدا کی ہے۔ وہ کسی دوسری چیز سے روشنی حاصل نہیں کرتا، بلکہ سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ اسی لیے سورج کی روشنی ذاتی ہے اور باقی تمام روشنیاں عرضی اسی طرح نبوت کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست عطا ہوئے ہیں اور باقی تمام انبیاء کو آپ کی ذات سے عطا ہوئے ہیں۔ ہر فیض و فضل کی بارش سب سے پہلے آپ پر ہوئی۔ اور آپ کے واسطے تمام انبیاء مستفید ہوئے۔ گو تمام انبیاء حقیقتاً نبی ہیں مگر کمالات نبوت میں آپ کا واسطہ ضروری ہے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست

در گھر چہ باشد ہمہ فیض تست

ہر نعمت جھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی ازل سے ابد تک ساری کائنات پر حضور کی وساطت سے باذن اللہ تعالیٰ تقسیم ہو رہی ہے۔ تمام روشنیاں سورج کے

”وہ سے پیدا ہوتی ہیں مگر سورج کے ارادہ اور اختیار کا اس میں کچھ دخل نہیں رہتا۔“

اسی طرح تمام علوی و سفلی عوالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کمالات اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ جو چیز زمان اور مکان کی اصل ہو اس کے وقت اور زمانہ کی تقدیم و تاخیر کو معیار فضیلت قرار دینے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ یہ ایک صوفیانہ اور محققانہ بحث تھی جس کو جاہل بریلویوں نے بچوں کا مشغلہ بنا دیا۔ شعر مراد مدرسہ کہ برود؟

حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی خاتمیت زمانی تو ہمائے خود مسلم ہے اور خاتمیت ذاتی وہ وراعا لوری منتہائے کمالات ہے جو کون مکان اور زمین و زمان کا اصل الاصول اور سر الاسرار ہے۔

سریت بس شگرت دریں جا پہنچ ہاں

کز آشنائے عالم جاں پرئس ایں مقام

بے شک حقیقت محمدیہ جو وقت اور زمانہ کی اصل و بنیاد ہے تقدیم تاخیر بلکہ تمام عوارض جماعتی سے بالاتر ہے۔ ایسا بلند و برتر مرتبہ اور مقام ہے کہ اگر بالفرض کوئی نبی آپ کے بعد بھی آجاتا تو یہ مرتبہ بھر بھی آپ کا تھا کیونکہ خاتمیت ذاتی اور مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ تمام درجات کمالات و مراتب آپ کی ذات پر ختم ہیں۔ اب یہی عبارتیں جن کو بگاڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک کر دکھایا ہے۔ ان کو اصلی صورت میں دیکھیے۔ پہلی عبارت یوں ہے:

”عرض اختتام اگر بایں تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

رخامتیت ذاتی تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص

نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی

اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی

رہتا ہے۔

بچپلا مضمون بتا رہا ہے کہ یہاں خاتیت مرتبی اور ذاتی کا بیان ہلکا ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علمائے عرب کو بلکہ سے اگلی مباحثہ کا سطر دکھا دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جو شخص شراب سے مضمون پڑھتا آتا ہو اس کو یہاں ذرہ بھر شبہ نہیں پڑھتا بلکہ حضور کی شان و بیان دیکھ کر جھومنے لگتا ہے اور اگر صرف جلی حروف میں لکھی ہوئی عبارت دیکھ جائے تو جی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرزائی نے لکھی ہے۔

دوسری عبارت جس کی ایک بوٹی تو ذکر علمائے عرب کو دکھا رہے ہیں۔ اصل میں یوں ہے:

”اگر خاتیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت یلجے۔ جیسا کہ اس بیچمان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں ماضی نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کاری گزی کی کہ جتنا حصہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے وہ تو لکھ دیا۔ اور پہلا حصہ جس میں اتصاف ذاتی کے لفظ ہیں وہ چھوڑ دیا۔ اب علمائے عرب کی جانیں کہ سمجھے کتنی عبارت خاں صاحب سمندر میں بھیج آئے ہیں۔ ہائے افسوس!۔

دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر
مگراہ کیا نام خدا کا لے کر

خلاصہ یہ کہ ص ۱۱ اور ص ۲۹ کی عبارت میں خاتیت زمانی کا ذکر ہی نہیں ہے یہاں آپ کی شان والا شان کا بیان ہے۔ خاں صاحب نے ان عبارتوں کا پہلا حصہ کاٹ لیا، اور دونوں کو ملا کر ایسا پیوست کیا کہ نائیکے کا نام بھی نہیں بولانا لازم العلوم تو یہ فرما رہے ہیں کہ خاتیت زمانی کا تو جھگڑا ہی ختم ہے۔ سب مسلمان قائل ہیں، اب اسی آیت خاتم النبیین والی سے اگر خاتیت ذاتی بھی مراد ہو تو مطلب یہ نکلے گا کہ آپ کے درجہ تک کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی بنتا تو وہ بھی آپ کے زیر سایہ ہوتا مگر پھر آپ کا نام زمانی بھی میں اس لیے ہرگز ہرگز آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔

یہاں بریلویوں کو اعتراض ہے کہ بالفرض کیوں کہ؟ حضرت میلانا نے دونوں جگہ اگر بالفرض کا لفظ لکھا ہے۔ قرآن کریم احد حدیث شریف میں ایسے فرض لکھے بالفرض بے شمار ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض زمین و آسمان میں خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا ہوتا تو زمین و آسمان خراب ہو جاتے۔

نیز فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض ہمارا سچا رسول کچھ بناوٹی باتیں کرنے لگے تو ہم اس کو داہنے یا تھ سے پکڑیں اور اس کی رگ گردن کاٹ دیں۔

کیا اس فرض میں کچھ واقعی نقصان ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کچھ بدظنی ہو جی سکتی تھی۔ معاذ اللہ! یہ مجھے جس لفظ پر آپ مولانا محمد قاسم کو کا فر بنا رہے ہیں، وہی لفظ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے ہی لکھا ہے۔

”اگر فرضاً در این امت بنبرے مبعوث می شد، موافق فقرہ منقول

عمل می کرد۔“ مکتوبات شریف دفتر اذیل ص ۳۷ مکتوب مش ۲۸۵

ترجمہ: اگر بالفرض اس اُمت میں کوئی بے خبر پیدا ہوتا تو فقہ حنفی پر عمل کرتا۔

اب بتائیے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو اس فرضی نبی کا مذہب بھی بتا رہے ہیں۔ اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ وہی الفاظ جن کی وجہ سے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کا فر کہا ہے وہی بلکہ اس سے بڑھ کر امام مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ ہیں جلدی کیجئے، ان پر فتویٰ لگائیے، ہم منتظر ہیں کہ مشین چلنے کی آواز کب آئے گی۔ حساب الحرمین کی عبارت کا تیسرا حصہ تحذیر الناس کے حصہ سے چڑایا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے :-

”بعد حمد و صلوة کے قبل عزمین گزاریش یہ جواب ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ لیکن اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم و تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کسے وقت اپنی عادت نہ چھوڑی، عربی میں جو ترجمہ کر کے علمائے حرم کو پیش کیا ہے اس میں بالذات کا لفظ حذف کر دیا۔ لکھتے ہیں :

”مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اهل الفہم“

یہ ترجمہ کتنا غلط ہے۔ مولانا قاسم العلوم کا مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ نبوت آگے پیچھے ہونے میں جو فضیلت ہے وہ بالذات نہیں بالفرض ہے۔ انہوں نے بالذات کا لفظ انگریز کی تخریہ میں ڈال دیا اور خود اعتراض کرنے والے بن گئے۔ اب ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم دارالعلوم دیوبند کی عبارت میں تیرہ ترمیم کیے۔ مبرور کیجئے :-

۱۔ پہلے ص ۱ کی عبارت کا روشن پہلو اڑا کر اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔

۲۔ پھر یہی ظلم ص ۲ کی عبارت پر کیا۔

۳۔ پھر یہی ظلم ص ۳ کی عبارت پر کیا۔

۴۔ پھر یہ تینوں کاٹے ہوئے فقرے اس طرح لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیے کہ اب تک کوئی نشان صفحہ اور سطر کا نہیں ہے بلکہ پہلی دونوں عبارتوں میں کیر کا نشان بھی نہیں ہے۔ ایک مسلسل عبارت ظاہر کی۔

۵۔ پہلے ص ۱ پھر ص ۲ پھر ص ۳ کی عبارت لکھی تب کھر کا فتویٰ لیا، یہ بے ڈھنگی ترتیب بتا رہی ہے کہ کتنے پا پڑ بیلنے پڑے ہوں گے۔

۶۔ عربی بناتے وقت بالذات کا لفظ انگریز کے کھاتے میں ڈال دیا۔

۷۔ اردو عبارت میں پہلے ص ۳ کی عبارت اگر بالفرض سے اگراڑا دیا۔

۸۔ ص ۲ کی عبارت سے درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۹۔ پھر کا لفظ ہضم کر گئے اس بہانہ سے مفروضیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۰۔ ص ۳ کی عبارت سے سو کا لفظ اڑا دیا۔

۱۱۔ درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۱۲۔ ”آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے زمانہ کے بعد“ اتنا فقرہ کھا گئے۔

۱۳۔ ہوگا۔ یہ لفظ بھی ہضم کر لیا۔

یہ تیرہ جھوٹ کیوں بنائے؟ علمائے حرمین شریف کو دھوکا دینے کے لیے۔

اے باکرہ! اُس پاک سرزمین میں جس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ومن یردد فیہ بالحادی بظلم نذقہ من عذاب السعیر

ترجمہ: جو شخص مسجد حرام میں ظلم سے شرارت سے ٹیڑھی راہ بنانا چاہے ہم اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔

کیوں اتنا بہتان اور جھوٹ موٹ افسانہ بنایا؟ تاکہ علمائے عرب علمائے

دیوبند پر کفر کا فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں۔

کیا ضرورت تھی؟ انگریز کی نمک خواری نے مجبور کیا تھا۔

انگریز بہادر نے کیا قدر دانی کی؟ یہ بریلویوں کی تاریخ کے باب میں ہے۔
یہ ایک قہمت کا بیان ہے۔

اضافہ جوابات "چراغِ ہدایت"

چراغِ سنت کا اصلی موضوع غیر اللہ کی نذر و نیاز تھا۔ یہ مسئلہ علماء اہل سنت اور فقہائے احناف کی معتبر اور مشہور کتابوں سے ایسا مضبوط قلعہ بن چکا ہے کہ اس کی طرف بریلوی علماء نظر اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ رہا "نذرِ اولیاء" کے مصنف کو جب علی کو تاہیوں کا علم ہوا تو جواب لکھنے کی بجائے المدد یا شہادہ بھولی کر، المدد یا رضوان پکارنے لگے اور رسالہ رضوان جو اشکِ شوقی کے لیے اٹھا تو مسئلہ نذر و نیاز کو وہ بھی ہضم کر گیا۔ کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہونے پر بحوالہ ائق نے تمام ائمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ جعفری فقہ کے تمام فتاویٰ ان پر برسرِ رہے ہیں۔ شرمندگی کا یہ عالم ہے کہ سر جھکا کر اس حرام مال کو کھائے جاتے ہیں اور جواب دینے سے عاجز ہیں۔ افسوس کہ چراغِ سنت کے جواب میں مولوی عبداللہ صاحب کی تو قیامات پر پانی پھیرتے ہوئے نذر و نیاز کے مسئلہ سے رسالہ رضوان بھی پہلو بچا کر نکل گیا اور کوئی مدونہ دے سکا۔ رضوان تو صرف وہی فرسودہ کتبے استعمال کر رہا ہے جو ان کے پیش رو بھولے ہوئے کتبے میں بنا کر جہل سازی سے چلا گئے تھے۔ لیکن مسئلہ نذر و نیاز پر تو نظر بھا کر بھاگنے کے سوا آج تک کوئی بریلوی عالم کچھ نہ لکھ سکا۔ اصل میں مشکل یہ ہے کہ ان کے بزرگ جس راہ پر ان کو ڈال گئے ہیں اس راہ میں علمی تحقیق اور بصیرت کا سخت قحط ہے۔ لیکن کھاؤ پیو کی بڑی بھرمار ہے۔ اور علمائے حق کو بدنام کر کے کچھ ایسے اوچھے، نکمے، سسطی اور بودے ہتھیار بریلی سے تیار ان کو ملے ہیں۔ یہ سوا عوام تو جہاں میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن اونچی سطح کے بریلوی علماء خود حیران

ہیں۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں تو بعض قابل ذکر بریلوی علماء نے ان کو کافر کہنے سے صاف صاف انکار کر دیا جیسا کہ اخبارات شاہد ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر فتوے بازی تو ہو چکی۔ اب بریلویوں کی ایک جماعت جماعت جس کا مرکز حزب الاحناف ہے صرف اس لیے لکیر پیٹے جا رہی ہے کہ حضرت نانوتوی سے اگر کفر کا فتوے ہٹ گیا تو حضرت بریلوی کا کفر بھی مٹ جائے گا۔ چراغِ سنت میں آپ مولانا نانوتوی کی دس عبارتیں پڑھ چکے ہیں جن میں ختمِ زمانی کا صاف صاف انکار اقرار کیا اور منکر کو صاف لفظوں میں انکار کیا۔ لیکن بے چارہ رضوان ان صریح عبارتوں سے آنکھیں بند کر کے لپکتا رہا ہے اور جن عبارتوں میں خاتمیت مرتبی کا ذکر ہے ان کو گول مول لے کر بار بار یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ ختمِ زمانی کے منکر ہیں۔ اس بے انصافی کا اور کیا ٹھکانہ؟ اور ایسے جھگڑالو سے فیصلہ کی کیا توقع۔ لیکن ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیے رضوان کے چند دھوکے اور فریب یا جہالت اور تکفیری کارنامے ان کے لیے جاتے ہیں۔ رضوان لکھتا ہے:

سارے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ ہمیشہ سے اب تک کے تمام اگے پچھے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آریہ کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھے نہیں ہیں اور جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعتِ اسلامیہ کے حکم سے کافر مرتد، بے دین ہے۔ (چراغِ ہدایت ص ۷۸)

رضوان کی خدمت میں عرض ہے کہ "صرف یہی معنی ہیں" کی کوئی دلیل صریح لکھ کر پیش کریں۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ایک دلیل بھی اس پر نہیں لکھ سکتے۔ اگر حصر کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں اور ایک تفسیری قاعدہ یاد رکھیں

سراسر میں یہ ہے کہ انافضہ وجود و کمالات وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ
لذاتہ خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر یہ شہادت آیت النَّبِیِّ
اُولٰٓئِیْ اور آیت خاتم النبیین چنانچہ تقریرات بالا کے واضح ہو چکا اور
یہ شہادت دیگر آیات و تائید تحقیقات ارباب مکاشفات وہ سب امانت
(فیضان) بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا
ہے جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نور آفتاب ہوا کرتا ہے۔
(اجوبہ اربعین حصہ دوم ص ۱۲)

یعنی ہر قسم کے کمالات، انعامات وغیرہ اللہ کی جناب سے مخلوق پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ نبوت یعنی پیغمبری بھی انعامات
میں سے ہے اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت بھی آپ کے واسطے ملتی۔
اسی وجہ سے کہ آپ نبی الانبیاء یعنی تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ بالذات نبوت
میں موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض۔ آپ کی نبوت دوانی اور قدیمی ہے اور
دوسروں کی حادث عرضی۔

اس مسئلہ حقیقت اور پاکیزہ ترین مضمون میں ایڈیٹر "رضوان" کو ایک بڑا کفر نظر
آ رہا ہے، فرماتے ہیں:

"مولوی قاسم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے کے
بجائے یہ ہونے چاہئیں کہ حضور اکرم ذاتی طور پر مستقل نبی ہیں اور
دیگر انبیاء عرضی طور پر نبی ہیں۔ پھر یہ بات بھی خیال میں رہے کہ مولوی
قاسم یہاں عرضی اور ذاتی کے معنی یہ نہیں کرتے کہ اور انبیاء کو حضور
کے طفیل اور صدقہ سے ملی ہے بلکہ عرضی اور ذاتی کے معنی ان کے ہاں
یہ ہیں کہ حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عرضی چنانچہ ص ۱۲
پر (تخذیر الناس) لکھتے ہیں: وعلا وہ بریں حدیث کثرت خبیثاً و
آدم بین الساء والطیین بھی اسی جانب مبثر ہے۔ کیونکہ فرق

کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے
سے صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کو برحق مان لینے کے باوجود مفسرین کے
دوسرے اقوال بھی اسی آیت کے متعلق مل جاتے ہیں۔ اس کی سینکڑوں مثالیں
پیش کر سکتے ہیں اور دوسرے تفسیری اقوال کو اس مرفوع یا ماثور تفسیر کے خلاف
بریلوی جاہلوں کے سوا کس کی مجال ہے۔ آپ کا یہ اصول اگر درست مان لیا جائے
تو بڑی بڑی معتبر تفسیر کا دینی ذخیرہ کفریات کا مجموعہ قرار پائے گا۔ نعوذ
من ذالک۔ اب بتائیے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے جب ختم زمانی کو تسلیم کر لیا
ہے اور اس کے منکر کو کافر بھی کہہ دیا ہے۔ تو اس کے بعد اگر کلام الہی
دوسرا معنی بھی سمجھا ہے جو پہلے سے مخالفت نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے
لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ چراغ ہدایت ص ۹۲ پر آپ بھی مان گئے تو آپ اس
معنی کو پہلے کے مخالفت کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیں کہ ختم زمانی اور
میں خلافت اور اختلاف کس طرح ہے؟ اگر اختلاف نہیں ہے تو یہ مرتد بے
کفن کا شوق؟ یہ بھی بتائیں کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مرتبی
سے منکر ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے تمام مسلمانوں کا اجماع عقیدہ ہے کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ سب سے بلند، سب سے آخری اور سب مراتب کا قلم
ہے۔ لیکن رضوان میاں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ختم زمانی کے تو آپ بھی قائل ہیں۔
ختم مرتبی کا انکار ضرور کرنا ورنہ مرتد بے دین بن جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ
تم زور دے رہے ہو یہی ہے کہ ختم زمانی اور مرتبی دونوں ایک دوسرے کے
میں۔ عقلی نقلی اور کشفی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کارخانہ قدرت میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام وہی ہے جو مادی دنیا کے مٹی کے نظام میں سورج کا مقام
حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے تخذیر الناس کا موضوع بحث صرف یہی بات ہے
اس مسئلہ کو آپ نے علمی تحیر اور خدا داد ذہانت سے اپنے رسالہ اجوبہ اربعین میں
لفظوں میں بیان فرما دیا۔ فرماتے ہیں:

قدیم نبوت و حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جاییہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جاعرضی اور فرق قدوم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے، یہاں مولوی قاسم نے خود واضح کر دیا کہ حضور و صغیر نبوت کے ساتھ موصوف بالذات اور دیگر انبیاء بالعرض۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی نبوت قدیم ہے اور دیگر انبیاء کی حادث، حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عارضی کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی؟

(چراغ ہدایت ص ۹۷)

ناظرین! اس عبارت میں ایڈیٹر رضوان کی دو چیزوں سے ایک ناکامی
 آ رہی ہے، یا تو ضدی دشمن ہے جس کی آنکھوں پر تعصب اور تکبر کی پٹی بندھی ہو
 ہے اور اگر ایسا نہیں تو سحت جاہل ہے۔ بریلوی جماعت میں اگر کوئی اہل علم ہو
 ہے تو اُس نے چراغ ہدایت میں بالذات اور بالعرض کی یہ تشریح دیکھ کر حیرت
 لیا ہوگا اور ۹۹۹ تو مطمئن، میں کہ ایڈیٹر رضوان نے چراغ سنت کا جواب لکھا
 ذرا بریلوی منطق دیکھیے :

”موصوف بالذات وہ مہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے بیز کسی کے واسطے کے حاصل ہوئی ہو۔ اور موصوف بالعرض وہ مہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطے سے حاصل ہوئی ہو۔“ (چراغ ہدایت ص ۸)

”انصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا“
(چراغ ہدایت ص ۸۲)

”اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں“ (۸۳ ص)

”بالعرض وہ چیز ہے جو عارضی ہو کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی۔“
ریح راغ ہدایت ص ۹۲

ناظر میں! خدا را انصاف! بلا مبالغہ یہاں پہنچ کر بار بار خیال آیا کہ ایسے عالم نفس کا جواب خاموشی کے سوا کیا ہو سکتا ہے، جو شخص منطق کی الف 'با' تا 'ہ' واقف ہے۔ وہ حضرت مولانا قاسم العلوم کی ذات پر کفر کا فتوے جہاں رہا۔

ملا مبین فرج سلم العلوم ص ۱۲ پر فرماتے ہیں: الذاتی فی اللغۃ ما کان
مستویاً إلی الذات - فی الاصطلاح هو ما لیس بعارض - ذاتی
اصطلاح منطقی میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو - اس تعریف کی بنا
پر اصناف ذاتی بوصف نبوت کے معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے نبوت کی شان سے آراستہ ہے آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ
خالد و جود میں آئے ہوں پھر نبوت ملی ہو، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج جلد
دوم میں فرماتے ہیں :

چند۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس ارواح کی دنیا میں بھی ثابت تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا، میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اگرچہ علم الہی میں تمام انبیاء کی نبوت ثابت تھی اور ہونے والی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ملائکہ اور ارواح میں ظاہر تھی اور دوسرے انبیاء کی نبوت پردہ میں تھی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کی روح اس جہان میں تمام انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی استاذ تھی اور علوم الہیہ کا ان پر فیضان فرما رہی تھی۔ پس آپ اس جہان میں بالفعل نبی تھے یعنی آپ کی نبوت ظاہر باہر تھی اور باقی انبیاء کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی ظاہر نہ تھی۔“

شفاء شریف میں یہ مضمون لیں ہے :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی۔ یہ نور جب اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے۔ (ص ۶۱)
رضوان میاں اب سمجھ چکے ہوں گے کہ انصاف ذاتی کا معنی یہ ہے کہ ذات کی ذات پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں۔ پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں۔
عارض کا لفظ لکھتے ڈراتا ہے کہ عارض کا معنی عارضی نہ سمجھ لیا جائے۔ بریلوی منطق اور بریلوی علیت میں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے تصور کے ایک پہلو میں ایک بریلوی عالم نے نفیات کا معنی نفسانیت سمجھا تھا۔

شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں صرف دو لکھے جاتے ہیں :

الخاص ان یکون دائم الثبوت للموضوع وما لا یدوم هو العرضی - السادس ان یحصل لموضوعہ بلا واسطۃ واما مقابلیہ العرضی۔

ترجمہ : ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لیے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے۔ چنانچہ یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

دیکھو رضوان میاں ! ذاتی عرضی کے معنی ابھی طرح سمجھ لو اور کسی کو کافر نہ بننے سے پہلے کچھ بڑھ لو۔ اب پوری طرح یہ بات ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اس لیے کہ نبوت آپ پر عارض نہیں ہوئی اور اس لیے کہ سب سے پہلے آپ کو نبوت ملی اور دوسرے انبیاء کو بعد میں ملی۔ دوامی اور دائمی نبوت بھی صرف آپ کی ہے کیونکہ دوام کے معنی ہیں کسی چیز کا تمام اوقات

میں موجود رہنا۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بہت پہلے نبوت مل چکی ہے اس لیے دوام بھی آپ ہی کی نبوت کو حاصل ہے اور کسی نبی کو حاصل نہیں۔

اور بقول رضوان جس کو جو نعمت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے

ملی ہے۔ (رجز ہدایت ص ۸)

چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہے، اور آپ کو کسی واسطہ سے نہیں ملی اس لیے آپ کو نبوت ذاتی حاصل ہے اور دوسروں کی عرضی۔

نوٹ : حضرت مولانا قاسم کے ارشاد میں قدم و حدوث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔ ایڈیٹر رضوان کو اللہ ہدایت دے کہ عرضی کے معنی عارضی لکھا ہے اور ذاتی کے معنی خود بخود۔ بچارہ ان اصطلاحات کو روزمرہ اردو کے محاورات سمجھا، جیسا کہ مثال مشہور ہے کسی منطقی نے اپنی زوجہ کو خط لکھتے وقت دائرہ مطلقہ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ یہ سمجھی کہ مجھے ہمیشہ کے لیے طلاق دے دی ہے۔ کسی مولوی کے پاس فتویٰ لے گئی۔ شاید وہ مولوی بچارہ حباب الاحناف کا سند یافتہ تھا اس نے فتویٰ دے دیا کہ تجھ کو دائمی طلاق ہو گئی ہے۔

بریلوی منطق میں ذاتی نبوت کے کیا عجیب معنی تیار ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے خود بخود نبوت حاصل ہے، اللہ نے نہیں بخشی اور عرضی کا معنی یہ ہے کہ عارضی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی۔

حضرت خیال فرمائیں کہ ضامک انسان کے لیے اور ماضی حیوان کے لیے عرضی ہے تو آپ کے نزدیک اس کے معنی یہی ہوں گے کہ نوع انسان کا ہونا اور حیوان کا چلنا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ افسوس !

ناظرین! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایڈیٹر رضوان ذاتی اور عرضی کا نام عام فہم لفظ نہ سمجھنے کی وجہ سے اس جگہ مولانا قاسم پر کفر کا فتوے دیتا ہے۔ لکھتا ہے: ”بس یہ ہیں وہ نئے معنی جو کسی مفسر نے نہیں کیے اور یہ معنی بجائے خود کفر ہے“ (جرائع ہدایت ص ۹۲)

نیز یہ کہنا کہ نبوت تمام انبیاء کو آپ کے واسطے سے ملی ہے کفر ہے۔ نیز لکھتا ہے:

”حضور کے لیے وصف نبوت اصلی ماننا اور سب کے لیے عارضی ماننا یقیناً گمراہی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے ہر نبی مستقل طور پر نبی نہیں رہتا“ (جرائع ہدایت ص ۸۵)

ناظرین! یہ جاہل عارضی کے لفظ پر ایسا مطمئن ہے کہ ہر جگہ عرضی کے معنی عارضی سمجھتا ہے۔ اچھا تو یہ نیا کفر جسے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایجاد کیا تھا۔ آئیے سب سے پہلے ان پر ہی چپکا دیں۔ مجدد بریلوی اپنے رسالہ جزاء اللہ عدو کا کے ص ۲۳ پر لکھتے ہیں:

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جماعی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز ازل سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، فرشتہ یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوائے اللہ میں جسے جو کچھ ملی، ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے، یا کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر ہی بٹی ہے اور بٹے گی۔ یہ ہر الوجود اور اصل الوجود ہیں۔“ الخ

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب خاقیت مرتبی کا مفہوم بیان کر رہے ہیں، یعنی تمام ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی نعمتیں جن میں نبوت بھی شامل ہے

آپ کے ہاتھ سے آپ کے واسطے سے ملی ہیں۔ اور جب اصل الوجود مان لیا تو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق کے وجود بھی آپ کے فروغ میں اور آپ اصل ہیں۔

رضوان کا دعویٰ ہے کہ مولانا قاسم نالوثی سے پہلے ذاتی اور اصلی کا لفظ کسی نے نہیں لکھا تھا اس لیے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو،

قال الشيخ ابو عثمان الفراءاني فلكم يكن داع حقيقي من الا بتداء الى الانتهاء الا هذه الحقيقة الاحمدية

التي - الخ

ترجمہ:- شیخ ابو عثمان فرغانی نے فرمایا ابتداء سے انتہاء تک حقیقی نبی کوئی نہیں

بغیر حقیقت احمدیہ کے جو تمام انبیاء کا اصل ہے اور سارے انبیاء اس

حقیقت کے اجزاء اور تفصیلات کے درجہ میں ہیں، اس لیے وہ تمام انبیاء علیہم

السلام بحیثیت جز اپنے کل کے خلیفہ ہونے کے طور پر آپ کے بعض اجزاء

کو دعوت دیتے رہے اور آپ کی دعوت کا درجہ یہ ہے کہ کل اپنے جمیع اجزاء

کو اپنی حکمت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَفَّةً

لِلنَّاسِ میں اس مضمون کا اشارہ موجود ہے۔ سارے انبیاء اور رسول اور

ان کی تمام امتیں اور سب اگلے پچھلے کافہ للناس کے لفظ میں داخل ہیں۔

آپ اصل نبی ہیں اور تمام انبیاء و رسول آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو حق

کی طرف دعوت دیتے تھے اور سب کے سب آپ کے نائب اور خلیفہ تھے

اور قصیدہ بردہ میں یوں ہے:

جنتے معجزے انبیاء علیہم السلام لے کر آئے آپ کے نور سے ہی ان کو طے

بے شک آپ بزرگی کے آفتاب ہیں اور باقی انبیاء بزرگی کے ستارے ہیں، جو اندھیروں

میں لوگوں کے سامنے آفتاب کی روشنیاں ظاہر کرتے رہے۔

(نوٹ، وضاحت کے لیے دیکھو فتومات مکتیہ باب ۱۔ (مطالع المسرات ص ۱۲) اشرف اسم دلع)

ناظرین! یہ کتاب اتنی معتبر ہے کہ فتاویٰ شامی بحث درود شریف میں اس کو سند

قرار دیتا ہے۔ اس عبارت میں بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی ہیں۔ تمام انبیاء کا اصل ہیں اور کل ہیں۔ تمام انبیاء آپ کے اجزاء اور تفصیل کا درجہ رکھتے ہیں آپ کے خلیفہ اور نائب ہیں۔

فرمائیے رضوان صاحب! کیا فتویٰ دیں گے آپ علامہ فارسی پر، یہ تو مولانا تمام سے بہت آگے بڑھ کر بول رہے ہیں۔ اس عبارت میں تمام انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر زور نہیں پڑتی تو وہاں یہ خطرہ کیسے پیدا ہو گیا؟

داعی کے لفظ سے بھی رضوان شاید یہ سمجھ کر بے ادبی ہے حضرت مولانا ابوالکلام نے اہلال میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں لفظ مصلح استعمال کیا ہے جس پر رضوان نے شور مچا دیا کہ ان کی نبوت کا انکار ہے۔ خدا کے بند سے تمام انبیاء علیہم السلام کو مصلحین کہا جاتا ہے۔ اور ہارون علیہ السلام کے حق میں خاص و اخص قرآن میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلح اعظم ہونا مسلم ہے۔ ”حجۃ اللہ بالغلۃ“ کا مطالعہ کیا کرو لفظ اصلاح کا معنی معلوم ہو۔ اور قرآن مجید تو انبیاء کے حق میں صالح کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ اگر صالح کننا نبوت کا انکار نہیں تو مصلح کننا کس طرح انکار ہے۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۰ عقل اور انصاف کی بہت ضرورت ہے۔

ذاتی نبی اور نبی الانبیاء کی مزید تحقیق کے لیے دیکھو بندہ کار سالہ ”الصلوۃ والسلام بحث در محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد رضوان نے چند اصول لکھے ہیں دیکھو چراغ ہدایت ص ۶۷۔

(۱) کا جواب گزر چکا ہے۔

(۲) رضوان یہاں پھر اسی بریلوی ذہنیت پر اتر آیا کہ خاقیت زمانی اور مرتبی کا فرق کیجئے بلکہ مطلق خاقیت کا مفاد دے رہا ہے۔ حسام الحرمین میں بابائے بریلویت نے جو طرز استدلال قائم کی ہے وہ یہی ہے۔ اب جو مطالعہ لکرات کے حوالہ سے خاقیت بر مبی ثابت ہو چکی ہے۔ دیکھیں رضوان کہ ہر جگہ گتا ہے!

۲۔ ہر نبی مستقل نبی ہے۔ سب کو نبوت بلکہ ہر نعمت خداوند تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ نبوت تمام انبیاء پر برابر صادق آتی ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تحذیر اناس کی جو عبارت آپ نے چراغ ہدایت ص ۹۲ پر لکھی ہے اس میں اتحاد نوعی کا لفظ اس کی صریح دلیل ہے۔ کیونکہ ایک نوع کے تمام افراد میں حقیقت متحدہ پائی جاتی ہے۔ نخل و عکس کے الفاظ سے اگر استقلال کی نفی ہو جاتی ہے تو کلیت اور جزئیت نبی حقیقی و غیر حقیقی نائب اور خلیفہ کے الفاظ جو علامہ فارسی نے لکھے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے!

۴۔ نبوت کی قسمیں کس نے کی ہیں؟ آپ کی ہوش قائم نہیں۔ حضرت مولانا قاسم نے انصاف کو ذاتی اور عرضی کہا ہے۔ موصوف بالذات اور بالعرض یا انصاف ذاتی وغیرہ الفاظ اگر سمجھ میں نہیں آئے تو مولانا دیدار علی صاحب کی قبر پر مراقبہ فرمائیں۔ سنا ہے وہ بڑے علامہ تھے۔ مدرسہ نعمانیہ والوں نے ایک دفعہ بھول کر انہیں صدر مدرس بنا دیا تھا کسی پٹھان طالب علم نے حدیث کا سبق پڑھتے ہوئے پوچھ لیا حَدَّثَ بَشِيْرٌ کیا صیغہ ہے؟ آپ کو صیغہ تو نہ آیا اٹھ کر گھر آ گئے اور یہ بالذات بالعرض کا لفظ تو ایسا تیرھا ہے کہ بریلی سے چل کر لاہور تک معتمہ بن گیا ہے۔ مجدد بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب تحذیر اناس کی عبارت رگراہل فہم جانتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں) کا ترجمہ عربی میں کر کے حرمین شریف کے علماء کے پاس بھیجا تو کمال بددیانتی سے بالذات کا لفظ کھا ہی گئے یا سمجھ نہ سکے اور ترجمہ عربی میں یوں کیا:

مَحَ أَنَّهُ لَا فَضْلَ فِيْهِ أَصْلًا عِنْدَ أَهْلِ الْفَضْلِ۔

دیکھو ترجمہ کرتے وقت بالذات کا لفظ گا کہ شریف میں ڈال دیا۔ حالانکہ بالذات عربی لفظ ہے اور یہاں اس کی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ بالذات کی نفی

تہمت دوم

حضرت قطب الرشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین ص ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھتے ہیں:-

”ایک فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی کے دستخط اور مہر والا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو بیبی وغیرہ میں بار بار معہ رد کے چھپا اس میں صاف لکھ گیا کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹانے تو اسے کافر کج فاسق بھی نہ کہنا چاہیے“

یہ ہے تہمت کا خلاصہ مضمون۔ پچھلی تہمت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر بنوانے کے لیے تیرہ بہتان بنائے۔ اب یہاں ایک اور بزرگی دیکھیے:

خود کوزہ و خود کوزہ گرد خود گل کوزہ

آپ ہی ایک فتوے لکھا اور اس پر مولانا رشید احمد کا نام لگا دیا۔ اور خود ہی اس پر کفر کا فتویٰ اور رد لکھ کر شائع کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

”بار بار معہ رد کے چھپا“

یہ تردید اور رد لکھنے والے جو خیر سے آپ خود ہیں تو پھر:-

جو چاہے آپ کا حُسن کر شتم ساز کرے

فرماتے ہیں:-

”یہ فتویٰ لکھا ہوا میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے“

بجا ہے! جب لکھ کر سامنے رکھا ہوگا تو دیکھا بھی ہوگا۔ حضرت علمائے

کے جواب لکھیں۔ پھر جب مضمون ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کی نام مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاقیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لیے اس سے ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔ خوب سمجھ لیں قبر میں کام آئے گا۔ بالفرض کے متعلق جتنی مثالیں ہیں وہ اب خاقیت مرتبہ ثابت ہونے کے بعد صحیح ثابت ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر مثبت مثال ہی درکار ہو تو حاضر ہے۔

لو کان بعدی نسباً لکان عمر (حدیث)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی آئے تو حضرت عمرؓ ہوتا۔



دیوبند کے عقاید دھکے چھپے نہیں ہیں۔ قلمی فتوؤں کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ فتاویٰ رشیدیہ تین جلدوں میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ: یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی جو ایسی بے بنیاد، خود ساختہ تہمتوں کو پرپس میں لانے کی جرأت بھی کرتے ہیں، اور گلی کو چہ میں خالص جھوٹ کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ان کا جواب ہمارے پاس صرف یہی ہے:

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ



تہمت سوم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری انجیٹھوی

”شیطان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

بڑا عالم مانتے تھے معاذ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا علم شیطان سے گھٹایا“

۱۔ پہلے چند اصول اچھی طرح سمجھ لیں :-
 علم کی دو قسمیں ہیں۔ اور یہ تقسیم بریلویوں کو بھی مستمم سے کتاب خالص الاعتقاد کے ص ۲۵ اور ص ۳۲ میں یہ تقسیم موجود ہے:
 پہلی قسم ذاتی اور دوسری عطائی
 علم ذاتی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔ عطائی جو عطا ہو۔
 علم ذاتی صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہے۔ علم عطائی درجہ بدرجہ سب کے لیے ہے، اگر کوئی شخص کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ کے لیے علم ذاتی ثابت کر لے تو مشرک ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب ملفوظات حصہ سوم ص ۳۱ مطبوعہ بریلی میں لکھتے ہیں :-

”علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو ایسی علم غیب، غیب کا علم، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔“

ان کے حالات، بود و باش اور زندگی کے اصول، سمندر کی مچھلیوں کی تعداد، حرکت، انوراک کی مقدار وغیرہ۔ ان چیزوں کو علم دین سے کوئی تعلق اصل گھٹیا درجے کے اور ادنیٰ درجے کے علوم ہیں، ان کو علم نہیں

پانچواں اصول

اہمیت میں جس علم کی تعریف کی گئی ہے وہ فقط علم دین ہے۔ انسانی کمال والہ ہے۔ انگریزی یا دوسری زبانیں، جادو یا شاعری حقیقتاً علم نہیں ہیں۔ امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرماتے ہیں:-
ان العلم لا یطلق الا علی علم الشریعة
اہمیت شریعت کو کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص دین سے روٹ کر دوسرے توفیق اہل تفسیر و حدیث و فقہ پر غور ہوگی۔

چھٹا اصول

علم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کو حاصل کرنے کا ضروری حکم نہیں ہے۔ ہاں ان کے حالات، سمندروں اور جنگلوں کے حالات، ہر شخص کے گھر میں ان علموں میں ایک معمولی آدمی ایک بزرگ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ علم میں کمال حاصل کرنا نبی کے لیے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت امام مجدد الدین مکتوب ہفتم دفتر دوم میں فرماتے ہیں:
ہر عالم و حاکم باعتبار صنعت خود بر عالم ذو فنون فضیلت دارد
کہ از غیر اعتبار حافظ است

ہر عالم و حاکم اپنے کاروبار کے اعتبار سے ہر بہت بڑے عالم پر فضیلت رکھتا ہے، یہ فضیلت قابل اعتبار نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جولاہے کو اپنے کام کی واقفیت

اس کی تشریح حاشیہ کثافت پر میر سید شریف نے کر دی ہے اور اس کا حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مان لے گا ہے، یہ نکتہ ناظرین یاد رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ برابری قاطعہ میں یہ علم گمراہ کرنے کا علم عطائی ثابت کیا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ ہر ذرہ کا علم ہونا اور محفل میلاد جہاں جہاں ہوا اور کاشف لے جانا کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے جو چیز علم نہیں ہے وہ ذاتی ہوگی اور علم ذاتی کسی مخلوق کے لیے ماننا کفر ہے جیسا کہ

دوسرا اصول

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق خداوند تعالیٰ کے معلومات بے انتہا ہیں اور مخلوق کی کوئی صفت بے انتہا نہیں اس لیے کہا جائے گا کہ مخلوق کا ذرہ کا بھی علم عظیم نہیں۔
مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الدولۃ المملکیۃ کے مضمون بیان کیا ہے۔

تیسرا اصول

عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور انکار کے لیے دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ فاضل بریلوی نے یہ بات بھی ابناہ المصطلح میں لکھی ہے۔

چوتھا اصول

معلومات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دین سے تعلق رکھتے ہوں یعنی دین دوسرے دنیاوی۔ جیسے زید، عمر، بکر کے عام حالات اور واقعات، زمین کے

ہیں۔ علامہ قاضی عیاضؒ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کامل محبت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مگر اہل علم بات حق کی کہتے ہیں۔ ص ۳۰۲ پر اس مضمون کو اور بھی واضح فرمایا ہے۔

آٹھواں اصول

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے والے کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا کسی اہمیتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو اس وجہ سے وہ ادنیٰ اعلیٰ سے افضل اور بڑا عالم نہیں بن جاتا۔ افضل اور عالم ہونے کا دار و مدار دینی علوم ہیں اور دینی علوم میں انبیاء سے کون بڑھ سکتا ہے؟ پھر حضور سرور کائنات سے بڑا عالم کون ہو۔

نواں اصول

قرآن کریم، حدیث شریف میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں کئی دنیاوی واقعات ایسے گزرے ہیں جن کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی کیونکہ وہ واقع ان سے متعلق تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی تو پوچھنے کی ضرورت پڑی، یا قرآن نازل ہوا مثلاً صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر میں ایک روایت ہے کہ آپؐ نے زید بن ارقمؓ کو کسی واقعہ میں تہمت قرار دیا مگر سورۃ منافقون کی آیات نے انہیں سچا ثابت کیا۔ سورۃ توبہ میں ہے بعض لوگ جو تمہارے ارد گرد بدوی رہتے ہیں منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ سرکش منافق ہیں۔ آپؐ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ دیکھیے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کا علم نہیں ہے مگر خود ان منافقوں کو تو اپنا حال معلوم ہے۔

قرآن کریم کی رو سے شعر آپؐ کے شایان شان نہیں اور آپؐ کے علاوہ کافر مسلمان شاعر موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض گھٹیا چیزیں بھی شان رسالت سے متعلق

کی وجہ سے عالم دین پر کچھ فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح شیطان اور کبھی اپنے قرعہ کاموں کی وادعت انبیاء پر فضیلت کا باعث نہیں ہوا۔ امام رازی تفسیر کبیر ص ۲۹۵ جلد ۵ میں فرماتے ہیں:
بجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علم لا تتوقع نبوتہ علیہا۔

ترجمہ: جائز ہے کہ جو شخص نبی نہیں وہ نبی سے بڑھ جائے اسے جن پر نبوت موقوف نہیں ہے۔

ساتواں اصول

جو باتیں دین سے تعلق نہیں رکھتیں ان کے نہ جاننے سے انبیاء اور اہل شان میں کچھ کمی نہیں آتی، نہ ان کے کمال میں کچھ فرق آتا ہے بلکہ ایسا کمال نادانفی ہے۔ علامہ قاضی عیاضؒ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

”وہ علوم بہی کا تعلق دنیوی باتوں سے ہو ان میں سے بعض کو نہ جاننا اور بعض کو غلط واقعہ جاننے سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے ایسی ہو سکتا ہے کہ انبیاء کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو اور بعض دنیوی معاملات غلط سمجھ میں آئیں؟

آگے فرماتے ہیں:

”اور یہ بات ان کے لیے عیب نہیں کیونکہ ان کی توجہ آخرت اور اس کی خبروں، شریعت اور اس کے قوانین سے وابستہ ہے اور دنیا کے کام اس کے برعکس ہیں۔ لیکن دنیا والے ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں۔ اہل آخرت سے غافل ہیں؟ (اس لیے دنیاوی معاملات کی پہچان دنیا والوں کو ہی زیادہ ہو سکتی ہے) دشتا شریف ص ۱۵۴

یہ کتاب اہل بدعت کے نزدیک بہت معتبر ہے۔ تقریباً ہر وعظ میں اس

نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو اور دوسرے شخص کو معلوم ہوں۔ صحیح بخاری
صحیح مسلم، ابوداؤد شریف میں ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دبا کر
تھی۔ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ پایا تو دریافت کیا
عرض کیا گیا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا تم مجھے اطلاع کیوں نہ دی
پھر فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ چنانچہ آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ
پڑھی۔ اگر ہر واقعہ جو دنیا میں گزر رہا ہے اس کی آپ کو خبر ہوتی تو اطلاع
دینے کی شکایت کیوں فرماتے؟ قبر کا پتہ کیوں فرماتے؟ نیز سنن نسائی میں
دید بن ثابت صحابی سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نبی قبر دیکھ کر فرمایا ما اهلها
یہ کیا ہے؟ یعنی کس کی قبر ہے؟ صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر سے
روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ اُحُد میں دو شہیدوں کو ایک قبر
میں رکھتے وقت پوچھتے، ان دونوں میں سے زیادہ قرآن سیکھنے والا کون ہے؟
جب بتایا جاتا تو اسے پہلے اُتارتے۔

مسند امام احمد اور بزاز میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ
ایک غزوہ میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ فرمایا یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟
عرض کیا گیا فارس کا بنا ہوا ہے۔

ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ انہوں
نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقام مارب میں جو نمکین پانی کا چشمہ ہے وہ ہم
کو عطا فرمایا جائے۔ درخواست منظور ہو گئی جب وہ چلے تو ایک شخص نے عرض کی
کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا؟ آپ نے ان کو ایسا پانی دے
دیا جو آسانی سے نمک بن سکتا ہے۔ یہ بات معلوم فرما کر آپ نے اس صحابی سے
وہ پانی کا چشمہ واپس کر لیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے
کہ ایک دفعہ حضورؐ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے پانی کا

پانی رکھ دیا۔ جب باہر تشریف لائے تو فرمایا پانی کا برتن کس نے رکھا ہے؟
میں نے عرض کیا میں نے رکھا ہے۔ خوش ہو کر دین میں سمجھ کی دعا دی۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں بخاری میں مبتلا
تھا اور مسجد میں پڑا تھا کہ آپ نے آکر پوچھا کسی نے دوسری جوان یعنی ابوہریرہؓ کو
کہا ہو؟ تین دفعہ پوچھا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضورؐ وہ یہ ہیں، بخاری میں
نہیں، مسجد کے ایک کونے میں پڑے ہیں۔ پس آپ میری طرف چلے اور قریب
آ کر اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمن ابن الاثیر سے روایت ہے کہ فتح مکہ
کے سال جب کہ میں نوجوان تھا میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے خالد بن ولید کا گھر
پر سے تھے۔

ناظرین! ایسی مثالیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہزاروں ہیں
کہ آپ بوقت ضرورت لوگوں سے دنیاوی باتیں پوچھ لیتے تھے۔ تم کون ہو؟
تمارا کیا نام ہے؟ کیا ہے؟ فلاں شخص کا گھر کدھر ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بریلوی
حضرات جو آپ کو ہرزہ کا عالم قرار دیتے ہیں تو یہ پوچھ پاچھ کیوں ہے؟
کہہ ٹلفت نہیں ہوگا!

ناظرین! یہ تو اصول مسئلہ اور نہایت مفید ہیں۔ بہت سے اختلافی مسائل
ان میں آگئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں اصل بات تک پوچھنے۔ مولوی عبدالمصیح
عالم رامپوری کی یہ گستاخی ہماری نظر میں ہرگز قابل معافی نہیں۔ مثال میں کچھ مناسبت
نہ ہونی چاہیے۔ تو یہ تو بہ حضور پاکؐ کا علم شیطان کے علم سے ثابت کر رہے ہیں۔
کہ یہ نہ سوچا کہ شرعی مسائل ایسے بھدے اور ناقص قیاسات سے پاک ہیں۔
ہاں تو قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس ائمہ کے سوا کوئی چیز ایک بو کی قیمت
میں رکھتی۔ ان گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے۔ مسئلہ دلیل سے ثابت ہوتا
ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا کہ ساری زمین کی ہر

بات کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اگر اس دلیل سے ثابت کیا جائے کہ چونکہ آپ شیطان سے افضل ہیں، اور شیطان کو سب بندوں کی جان پہچان حاصل ہے اس لیے آپ کو بھی سب زمین کا علم حاصل ہو گا تو اس صورت میں ہر مومن کی ساری زمین کا علم ہونا چاہیئے، کیونکہ ہر مومن بھی شیطان سے افضل ہے۔ اصل عبارت کیر زده مع تشریح یہ ہے:

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر یہی دلیل ان بعض دنیاوی چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ شیطان کو اغواء بنی آدم کا، اور ملک الموت کو قبض ارواح کا۔ علم محیط زمین فخر عالم کو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناظرین اس لفظ کو یاد رکھیں۔ یہاں زمینی علم کی بحث ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن علوم میں کمال حاصل ہے وہ آسمانی علوم ہیں۔ اصول ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ میں آپ امام رازی اور قاضی عیاض کی عبارتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ ادنیٰ علم میں غیر نبی، نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ انبیاء کا کمال علوم شریعت میں ہے۔ یہاں مولانا خلیل احمد فرما رہے ہیں کہ زمینی علم جو شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے دیا ہے اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے مگر حضور کا ساری دنیا کی محفل ہائے میلاد میں تشریف لانا کسی حدیث میں نہیں ہے۔ کوئی حدیث اگر اس مضمون کی ہوتی تو شیطان کے علم کی پناہ کیوں لیتے؟ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ضعیف حدیث ہی ایسی دکھا دیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جہاں محفل میلاد ہوگی ہم تشریف لائیں گے اگر نہیں ہے اور ہرگز آج تک اس کا ثبوت نہیں ہے تو یہ دین داری نہیں یہ ہوا بدستی ہے اس سے باز آؤ۔ میلاد کی محفلیں سنت طریقت سے بے شک کرو، ثواب ہے، مگر بدعات کو چھوڑ کر، اور یہ اعتقاد بے بنیاد بھی چھوڑ دو کہ اٹھو حضرت تشریف لائے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا حضور ساری مجلس ختم ہونے کے وقت ہی تشریف لاتے ہیں، اگر تم کو یقین ہے کہ حضور بر نور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مجلسوں میں تشریف لاتے ہیں تو تمہارا وہاں اتنی دیر بیٹھے رہنا گستاخی نہیں ہے؟ اور پھر یہ خوش گیتیاں، یہ جھوٹ موٹ فسانے،

یہ غلط نعت خوانی، یہ بناوٹی کہانیاں کیا حضور کو سنا تے ہو؟ ہائے افسوس! کیا صحابہ کی مجلسیں ایسی ہی ہوتی تھیں؟ یہاں تو مولانا خلیل احمد زمینی علم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ ادنیٰ اور گھٹیا علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے باعث شرف نہیں ہیں۔ آپ آسمانی علوم کے تاجدار ہیں آپ کے علوم یہ ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، آخرت اور اس کی پائنداری، عالم قبر، عالم قیامت، حساب، میزان، شفاعت، پل صراط، جنت اور اس کے عجائبات، دوزخ اور اس کی ہولناکیاں، نیکی اور بدی کی پہچان، علم شریعت، علم طریقت، معرفت، علم الاسرار، یہ علوم نبوت شیطان خبیث کے پاس کہاں ہیں؟ یہاں زمینی علم کی بات چل رہی ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جھوٹ اور بہتان میں غضب کر دیا کہ اس اردو عبارت کو علمائے عرب کے پاس ان لفظوں میں ظاہر کیا:

بان شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول الله صلى الله عليه وسلم
یعنی علمائے دیوبند اپنے پیر شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ کجا زمینی علم اور کجا مطلق علم، کوئی شخص کتنی احتیاط سے بات کرے مگر بگاڑنے والا بگاڑ سکتا ہے۔ لکھنؤ کی بھٹیاریاں لڑنے میں مشہور ہیں مگر مولوی احمد رضا خان ان سے بھی بدتر لڑائی لڑے ہیں۔ اصول تو یہ ہے کہ جب تک سو میں سے ایک فی صدی گنجائش ہو کہ فرنا کہا جائے، مگر یہاں اٹا اصول ہے، ہزار میں سے ایک وجہ بھی کفر کی نہیں مگر سو فی صدی کا فرنا دیا۔

آگے چلیے خلاف نصوص قطعہ کے جو قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں، کہ علم ذاتی کسی کو ذرہ بھر نہیں دیا گیا۔ ابھی ابھی ملفوظات کا حوالہ گزرا ہے، بلا دلیل یعنی کوئی دلیل ان کے پاس اس بات کی نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ محض قیام فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حقہ ایمان کا ہے۔ یعنی علم ذاتی غیر عطائی ثابت کرنا شرک ہے۔ چونکہ ایسی عطائی دلیل بریلویوں کے پاس آج تک نہیں ہے، اس لیے یہ علم ذاتی ہو گا۔ کیونکہ تیسری قسم تو کوئی ہے نہیں۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت۔ یعنی زمین پر رہنے والوں کو گمراہ کرنے کا علم

جواب

مولانا تھانوی نے جواب میں لکھا۔ میں نے یہ ضبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (کھٹک) بھی نہیں گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا انہیں عرض کروں گا۔ جب میں اس مضمون کو ضبیث سمجھتا ہوں تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے، جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج الاسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

ناظرین! یہ عبارت چھپ گئی تھی۔ سب بریلویوں نے اس سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اگر خدا کا خوف نہیں تو دنیا کی شرم کریں کہ جن لفظوں سے تم انہیں کانفرنہ بناتے ہو ان کو وہ بھی کفر یہ کہتے ہیں تو پھر اختلاف کس بات کا ہے؟ حضرت مولانا اثر علی تھانوی نے بسط البنان میں اپنی عبارت خود واضح کی ہے جس کا خلاصہ ہم بھی عرض کریں گے۔ یاد رہے کہ بعض مخلص افراد نے حضرت مولانا اثر علی تھانوی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت اگرچہ بے غبار ہے لیکن خدا سے نہ ڈرنے والے دکاندار مولوی جن الفاظ سے بچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر وہ الفاظ بدل دیئے جائیں تو عوام پریشانی سے بچ جائیں۔ تو آپ نے مشورہ دینے والے کو دعادی اور دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا:

”مطلق علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔“

یہاں سے لیتا لفظ بھی اڑا دیا۔ زید، عمر، بکر، دیوانہ اور جمیع حیوانات اور بہائم کا لفظ بھی اڑا دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۲۴۲ھ کا ہے۔ گویا بیس تیس سال سے یہ عبارت بدل دی گئی تھی۔ مگر ہمارے اہل بدعت کی دکان اس پہلی عبارت سے چکتی ہے۔ اس سے وہی پرانا ایڈیشن لیے پھرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک حفظ الایمان اس ترمیم کے ساتھ کئی بار چھپ چکی ہے بلکہ یہ پورا واقعہ تغیر العنوان کے نام سے

کا ہوا ہے۔ اس کے بعد حامی الاخریٰ ۱۲۵۴ھ میں حضرت مولانا محمد منظور نے اسے ترمیم دلائی کہ شروع سے لفظ علم غیب کا حکم کیا جانا بدل دیا جائے۔ ہم ان اس حکم کے عملی معنوں سے واقف نہیں ہیں، لوگ حکومت کے معنی سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ تجویز بھی منظور فرمائی۔ چنانچہ رجب ۱۲۵۴ھ کے رسالہ ”الفرقان“ میں اس کی اشاعت بھی ہو چکی ہے۔

چنانچہ ان دو ترمیموں کے بعد اب یہ عبارت اس طرح ہے:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر قبول نہ یہ صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔“

حضرت مولانا تھانوی کی انتہائی شرافت اور امن پسندی ہے کہ عبارت کو بدل دیا ورنہ بعینہ اسی مضمون کی عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پر خباب گزرا۔ شاہ صاحب کی کتاب خزینۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۵۵ پر ہے۔ اور اس سے صاف عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حقیقی دادا مولوی ریاض علی صاحب کی کتاب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتا پور کے صفحہ ۳۵ پر ہے۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔

اصل بات کیا تھی۔ بریلوی حضرات کو یہ مرض شرک کا یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لونا چاہتے ہیں چنانچہ کئی جاہل حضرات کو عالم الغیب بھی کہتے ہیں۔ اس بات میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور حضرت مولانا اثر علیؒ یہاں علم غیب کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ عالم الغیب کہنے کی تردید ہو رہی ہے۔ علم غیب کے متعلق حضرت مولانا کا عقیدہ یہ ہے: آپ کی مشہور و معروف

تصنیف ہو اور التواور کے صنف کی عبارت ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ نے علوم غیب میں سے بعض مخلوق کو بعض علوم عطا فرمائے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ کو پھر ان سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم عطا فرمائے ہیں خصوصاً علوم تشریعیہ یعنی علوم شریعت کے ایک ایک جزو کا۔ اسی طرح علوم تکوینیہ مناسبت منصب نبوت کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا ہے اور بعض نہیں عطا فرمائے بعض علم عطا ہوئے ہیں اور بعض نہیں عطا ہوئے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے؟“

رواضح رہے کہ فاضل بریلوی نے بھی دولتِ مکیہ کے صنف پر اس بات

تسلیم کیا ہے

آگے فرماتے ہیں:

”اور بعض ردیگر، جُریات کا عطا ہونا نہ ہونا مختلف فیہ ہے۔ مثلاً قیامت کا علم یعنی وقت مقررہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی علم۔ ظاہر نصوص اس کی نفی کرتی ہیں اور جمہور اہل حق کا یہی اعتقاد ہے اور بعض نے بعض روایتیں جو ثابت نہیں، یا اس مطلب کے لیے ناکافی ہیں، سے دلیل پکڑ کر حضور علیہ السلام کے لیے اس کو ثابت کر کے جمہور سے اختلاف کیا ہے مگر یہ اختلاف بدعت کی حد سے نہیں بڑھا۔ یعنی ان لوگوں کو بدعتی کہا جائے گا فرقہ کہا جائے گا۔“

..... ۱۶

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مولانا علم غیب عطا کی کے قائل ہیں حفظ الایمان میں علم غیب کی بحث نہیں عالم الغیب کہنے کی بحث ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کے آخری فقرہ کو کچھ کو جاتے ہوئے سمندر میں اسیک

اور بات پکڑنے والی نہ تھی۔ آخری لفظ یہ ہیں:

”تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟“

یہ آخری فقرہ کاٹ دیا اور بات کو اپنی جگہ سے دوڑے گئے۔ اس ساری عبارت میں مولویوں کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ایسا صرف تشبیہ کے لیے آتا ہے اور یہاں معاذ اللہ حضرت تھانوی نے حضور کے علم کو جانوروں اور دیوانوں کی طرح کہا ہے۔ یہ لفظ ایسا چونکہ اردو زبان کا لفظ ہے اس لیے یہاں اردو ادب کے ماہرین کا حوالہ کافی ہو گا۔ واضح ہو کہ امیر مینائی نے جو اردو زبان کے معلم استاد اور سند ہیں، امیر اللغات جلد ۳ ص ۳۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں۔

۱۔ اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ کہتے ہیں ایسا قلمدان ہر شخص نہیں بنا سکتا۔

۲۔ اس قدر۔ اتنا۔ کہتے ہیں ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا۔

۳۔ مانند۔ ہم نے تم ایسے بہترے دیکھے ہیں۔

۴۔ اس طرح۔ یوں۔ کہتے ہیں ایسا سنا ہے کہ آج ان دونوں میں چل گئی۔

۵۔ مدح و ذم میں مبالغہ۔ کہتے ہیں ایسا وقت قسمت سے ملتا ہے۔

یہ پانچ معنی ہیں۔ صرف عطا میں ایسا یعنی جیسا ہے باقی چار تشبیہ اور

مانند کا معنی نہیں دیتے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب کو جب کافر کہنا

ہی منظور تھا، تو ان کی نظر میں ایسا کے اور معنی ہی نہیں۔ کہتے ہیں خداوند

ایسا قادر ہے کہ جو چاہے کرے۔ کیا یہاں بھی مانند کے معنی ہو سکتے ہیں؟ خداوند

تعالیٰ ایسا تو ہے۔ جیسا کہاں سے لاؤ گے؟

داع کا شعر ہے

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں

مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کسی نے کہا ہے ۔

وصلِ بُتِ خود سر کی تمنا نہ کریں گے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

حضرت یہ ایسا یہاں مطلق بعض کو بیان کر رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ہم
کُل کے مقابل ہو تو وہاں ایک اور ننانوے دونوں پر بعض صادق آتا ہے ۔ یہ اہل
علم کی عبارتیں بہار سے اردو خواں لوگ کیا جانیں !
ناظرین ! ہم اس عبارت میں مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ یہ
مولانا حقانویؒ نے دو دفعہ تبدیل کی ہے ۔ اب تبدیل شدہ عبارت پر اعتراض
ہو تو بتائیں !



تہمتِ پنجم

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ

سب سے بڑے الزام اور بہتان حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر لگاتے
اس کے متعلق بندہ کا مستقل رسالہ حیاتِ انبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چکا ہے
تمام اعتراضات کا جواب موجود ہے جو تقویتِ الایمان پر کئے گئے صرف
باقی بے جو صراطِ مستقیم پر لگایا۔ یعنی مفتی احمد یار صاحب جلاء الحق ص ۴۷
میں ۔

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے
گھر سے اور ریل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے ۔
مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کوکبہ شہابیہ میں اس عبارت کو کفریہ
قراردیا ہے ۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ صراطِ مستقیم کی متعلقہ پوری عبارت
میں ترجمہ کر دیا جائے تاکہ عبارت کا مطلب معلوم ہو سکے ۔ فرماتے ہیں :-
اہل کشف یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے اندر اپنے پیر کی طرف برزخ
بنا کر متوجہ ہونا یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات کو نماز میں تلاش کرنا
اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ جو بزرگ نماز میں پیر کی صورت کو سامنے سمجھ کر اس کو سجدہ
کرتے ہیں یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات نماز میں ڈھونڈتے ہیں یہ اعلیٰ قسم کی
ہیں ۔

بہیں بلکہ یہ تو جہی شرک کی ایک شاخ ہے اگرچہ پوشیدہ قسم کا شرک
ہو اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عجیب و غریب مسائل کا حل ہو جانا یا تو

کا دوسرا سوہ آجانا اچھا ہے۔ اور نماز میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے ارادہ ہٹا کر اپنے پیارے دوسرے قابلِ تعظیم لوگوں کی طرف، خواہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر دنیا اپنی گائے یا گدھے کی صورت پر متوجہ ہونے سے بہت بُرا ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ دل کے مرکز سے چٹ جاتا ہے لیکن اپنے گدھے اور گائے کا خیال کہ نہ تو اتنی دلچسپی رکھتا ہے اور نہ تعظیم، بلکہ اپنی گائے اور گدھے کا خیال فرت اور حقارت کے ساتھ آتا ہے اس لئے یہ دوسرا سوہ اچھا نہیں ہے۔ اور جب نماز پڑھنے کا مقصد اور تہ عا غیر اللہ کی تعظیم اور بزرگی ہو تو شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ حاصل کلام اس عبارت کا مقصد دوسرا کافر کا فرق بیان کرنا ہے۔ انسان کو باخبر رہنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی ضروری سے پیچھے نہ بیٹے اگرچہ کوئی رکاوٹ بھی ہو۔

گائے اور گدھے کے لفظ کے متعلق آگے فرماتے ہیں :-

”گائے اور گدھا ایک مثال ہے خواہ ہاتھی ہو، یا اونٹ“

اصل عبارت فارسی میں یوں ہے :-

”از دوسوہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بکوتے

یشخ و امثالِ اں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بخدیں مرتبہ

استغراق در صورتِ گاو و خرنو داست“ ————— الخ

مولوی احمد رضا خاں کو کتبہ شہابیہ میں اس عبارت کو کفر پر ۲۵، ۲۹ قرار دیتے ہیں

اور اندھے ہو کر اس عبارت کی تشریح اردو میں یوں کرتے ہیں :-

”مسلمانو! خدا را ان ناپاک خیطانی کلموں پر غور کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی

فاجرہ زبڈی کے تعزاد و لاس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی

بُرا ہے۔“

کا نماز میں نظر آنا بُرا ہے بلکہ اپنے ارادہ کو ادھر متوجہ کرنا اور اپنی نیت میں اس مقصد کو شامل کر لینا یعنی اس نیت سے نماز پڑھنا کہ انکشاف ہو گا، با اخلاص لوگوں کے اخلاص کے مخالف ہے۔ لیکن بلا ارادہ ان چیزوں کا نظر آجانا ایک قسم کا انعام ہے۔ اللہ کے حضور میں پوری طرح متوجہ ہونے والوں کو مزید ہمالی کی وجہ سے عطا ہوتا ہے۔ پس بیان کا کمال ہے جو مثالی صورت میں مجسم بن کر سامنے آ گیا۔ اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے جس کا پھل آنکھوں سے نظر آ گیا۔ ہاں اپنی ضرورت کی دعائیں اس عقیدہ سے کہ حاجت روائی صرف اللہ کا کام ہے نماز کا کمال ہے۔ اور اپنے جی میں اپنی ضرورتوں کا مشورہ کرنا نماز کے اندر

بدترین دوسوہ ہے۔ اور جو بات حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ نماز

میں لشکر کی تیاری کی تدبیر فرماتے ہیں اس قصہ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے

سے۔ کارِ پا کاں رقیاس از خود میگیر گرچہ اندر زوشتن شیر و شیر

پاک لوگوں کا معاملہ اپنے جیسا نہ سمجھو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر کی صورت

ایک ہے حضرت خضر علیہ السلام کے لئے بے گناہ لڑکے کو قتل کرنا

بڑا ثواب تھا دوسروں کے لئے بڑا گناہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا وہ

مرتبہ تھا کہ نماز میں لشکر کی تیاری غل نہیں ڈالتی تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی

تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی تھی کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کے

دل پر ابھام ہوتا تھا۔ لیکن جو شخص نماز کو خود اپنے ارادہ سے کسی دینی

یا دنیاوی کام کی طرف توجہ کرتا ہے اس کا معاملہ دوسرا ہے جس

شخص کو یہ مقام حاصل ہو وہ سمجھتا ہے۔

ہاں اس اصول کے مطابق کہ نماز میں بعض اندھیریاں یعنی دوسوے بعض

سے بڑھ کر ہیں۔ زنا کے دوسوہ کی نسبت اپنی بیوی کے ساتھ طاعت

ناظرین غور فرمائیں اس عالم مجدد نے صرف ہمت کا ترجمہ کیا ہے یا
سے جانا، اور یہی اندھیر گردی آج تک بریلویوں میں جاری ہے کہ صرف ہم
خیال لانا یا لے جانا کرتے ہیں۔ اور فاحشہ کا لفظ لطف لینے کے لئے اس
ساتھ لگا دیا حالانکہ مراد استقیم کے لفظ یہ ہیں۔ اپنی زوجہ کی جماعت کا خیال
و سو سڑنا سے بہتر ہے۔ لیکن یہ جھوٹا مجدد الفاظ کو بگاڑنے میں قوم کو سہا
کتنا دیر ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت مولانا شبیر نے خیال لانے کا لفظ
لکھا ہے۔ بلکہ صرف ہمت کا لفظ لکھا ہے۔ صرف ہمت دو لفظ ہیں دو ترکیبیں
صرف کے معنی عربی زبان میں گردانیدن یعنی پھیرنا اور بٹانا ہے۔ ویکو فتح
۴۰ اور ہمت کے معنی ہیں قصد دل یعنی دل کا ارادہ اور مقصد و کھو غیاث
۴۱ منہی اور ب ص ۱۱۱ واضح رہے کہ ہمت صوفیہ کلام کی ایک مشہور اصطلاح
اس لیے شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند و معتبر کتاب منازل السائرین
اس کی شرح مدارج التاکیں سے ہمت کی تشریح بیان کی جاتی ہے :-
(باب الہمة) الہمة ما یملک الابنعات للمقصود ص ۱۱۱
ترجمہ :- یعنی ہمت بندہ کی وہ حالت ہے جو خالص مقصود کی طرف شوق
قبضہ جمالی ہے۔ یعنی اپنے مقصود کے سوا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا اس
اختیار میں نہیں رہتا۔ (منازل السائرین ص ۱۱۱)

اس کتاب کی مشہور شرح مدارج التاکیں میں یوں لکھا ہے :-
والہمة فحلة من الهم وهو مبدع الارادة ولكن
حصوها بنهاية الارادة فالحتم مبدعها والهمة
نهايتها۔

(مطلب) ارادہ کو ابتدائی حالت میں ہم کہا جاتا ہے اور انتہائی حالت میں ہمت
کہا جاتا ہے ص ۱۱۱

معلوم ہوا کہ ہمت بندہ کے دل کی وہ کیفیت ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی

دل کی توجہ انتہائی درجہ کو پہنچ جائے اور خالص ہو جائے کہ اس کے سوا کسی
طرف نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-
والمراد ان همة العبد اذا تعلقت بالمحی تعالی طلیاً
صادقاً خالصاً فخصاً فتلک هی الہمة العالیة۔۔۔۔۔
وصاحب هذه الہمة سریع و صولة و ظفر و بطولیم ص ۱۱۱

ترجمہ :- مراد یہ ہے کہ بندہ کی ساری توجہ جب خالص اور صرف خداوند تعالیٰ
کی طرف ہو، اور کسی مخلوق کی طرف نہ ہو تو یہی ہمت عالیہ ہے۔ اور ایسی ہمت یعنی توجہ والا
لغوس جلدی اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ہمت کا ترجمہ خیال نہیں ہے بلکہ انتہائی توجہ جو خداوند
تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے اور مخلوق سے بالکل غفلت ہو جائے اسے صوفیہ کلام
کی اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں۔ اور صرف ہمت کا معنی ہے ایسی کامل توجہ کو خدا
وند تعالیٰ سے ارادۂ ہٹا کر بندہ گوں کی طرف لگانا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
صرف ہمت کا معنی لکھتے ہیں خیال لانا۔ اب یہاں حیرانی ہے کہ مولوی صاحب کو جابل
کہا جائے یا متعصب ضدی و ذوق لفظ مناسب حال ہیں۔

اصل بات

جابل صوفیوں کی ایک اصطلاح ہے تصور برزخی یعنی نماز میں اپنے پیر یا حضور
علیہ السلام کا تصور اس طرح باندھتے ہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا آپ کی نماز پڑھ
رہا ہوں۔ آپ بطور بندہ اور ظل اللہ میرے سامنے ہیں۔ میں آپ کو رکوع اور
سجدہ کر رہا ہوں۔ یہ عبادت آپ کی کر رہا ہوں۔ ان جابلوں کی کوشش یہ ہے
کہ نماز میں خداوند تعالیٰ سے توجہ بالکل پھر جائے اور خداوند تعالیٰ کی یاد آ بھی جائے
تو کوشش کر کے اپنی توجہ ہٹا کر پیر یا حضور علیہ السلام کی طرف لگاتے ہیں۔ چنانچہ نماز
کے تمام الفاظ سبحانک اللہم وغیرہ کو جو خداوند تعالیٰ کی تعریف اور حمد و
ثنا ہے پیر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کرتے ہیں۔ یہی صرف ہمت ہے

اور یہی بڑی ذہنیت ہے جسے علامہ شہید بدترین دوسوہ اور شرک فرما رہے ہیں
کیا کوئی مسلمان اس بات پر خوش ہے کہ نماز کو اس طرح بگاڑا جائے۔ ہاں ہر ایک
کی اہم بات ہے۔ مولانا شہید نے کس قدر بات کو صاف کیا فرماتے ہیں:-
”ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصودے شود یہ شرک نہ کشد“

ترجمہ: جب نماز کا مقصد غیر اللہ کی تعظیم اور بڑائی ہو جائے تو شرک بن جاتا ہے۔
بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی نماز بھی شرک نہیں ہے تو آخر شرک کیا چیز ہے؟
ہاں ایک بات باقی ہے وہ یہ کہ تصویر شیخ کی صورت بھی ہے جسے صوفیہ کرام
کی زبان میں رابطہ کہتے ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے یعنی محبوب کے حالات اور
ادصاف سنتے سنتے بوجہ غلبہ محبت اکثر تصور ان کا بلا ارادہ اور بلا قصد سامنے
رہتا ہے اور یہ صورت بعض اوقات نماز میں بھی بلا اختیار سامنے رہتی ہے اس کو
حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے دیکھو صفحہ ۲۵۴ یہ بات
کیفیت ہے بڑے اولیاء اللہ نے اسے تسلیم کیا ہے شاذ لیہ سلسلہ میں اس کی درج
زیادہ ہے۔ دیکھو مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۹، ص ۳۰، ص ۳۱، ص ۳۲
ایسے باکمال لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار سوتے جاگتے ہر وقت حاصل
رہتا ہے۔ بندہ کے رسالہ حیات النبی میں اس کا کچھ بیان موجود ہے۔ حضرت مولانا
اسمعیل شہید بھی اس کے قابل ہیں چنانچہ اسی کتاب صراط المستقیم کے ص ۱۰ پر فرماتے ہیں:-
”از انجملہ شدت تعلق است بر تشدد خود استقلالاً“

لیکن پیر پرستوں کا عقیدہ تصور برزخی یقیناً مردود اور بڑا ہے اسی کو علامہ شہید
نے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ نماز
میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے پھیر کر پیر یا حضور علیہ السلام پر ارادہ لگاتے ہیں
اور ان کو اپنے ارادہ سے مہنود قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مودت
دہلوی نے اسی بدعتی تصور کو اپنی تفسیر میں رد فرمایا ہے۔ دیکھو اقسام شرک ص ۱۰
فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدًا اَدًا (الایہ)

معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا اور لانا دونوں بیک
مزین ہیں۔ تصور برزخی بنا کر آپ کا خیال لانا شرک ہے۔
ناظرین! ہم معافی کے خواستگار ہیں کہ بلیک مارکیٹ کی یہ دکان ذرا علمی اصطلاح
میں گھری ہوئی تھی ممکن ہے یہاں آپ کو کھوٹا کھرا پچانے میں دقت پیش آئی ہو۔
یہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کارنامے آپ نے دیکھ لئے۔ اب ہم آپ کو بلیک
مارکیٹ کی ایک اور دکان پر لے جاتے ہیں۔ یہاں سفید جھوٹ اور سیاہ بہتان دونوں
شہایت واضح نظر آئیں گے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد گرامی ہیں فقیر قادری
ابوالبرکات سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاحفاد ہند لاہور۔ انہوں نے حضرت
امام ربانیؒ کے مجد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ بنام چالیس ارشادات امام
ربانیؒ اشتہار اور پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہوا ہے۔ یہ اشتہار عموماً بریلویوں کی جگہ
میں لٹکے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس اشتہار میں حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر جو
تلمیح کیا ہے اس کا کچھ نمونہ دیکھئے تاکہ دودھ دودھ اور پانی پانی کی مثال صادق آئے۔

طوفان نمبر ۱

پمفلٹ کے ص ۱ نمبر ۱ میں مکتوبات شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے جس
میں بہت زیادہ جھوٹ تو نہیں بولا صرف مابین نہیں کا لفظ کاٹ کر بنا دیا۔ ہاں
اور نہیں میں کتنا فرق ہوتا ہے یہ تو آپ سمجھتے ہیں بس سید صاحب نے اتنا
کام کیا ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:-

”حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ
سے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجَلِكَ
ترجمہ یہ کیا ہے:-

اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور میرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں

نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

ناظرین! اس عبارت اور اس کاریگری میں وہی بریلوی ذہنیت کا رد ہوا ہے۔ اصل جھگڑا ہمارا ان سے یہی ہے کہ انبیاء کو خداوند تعالیٰ کے سامنے مقابلہ اور امام کا میں لاتے ہیں۔ مکتوبات شریف میں حدیث قدسی کی اصلی عبارت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا ۱

اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ یعنی تیرے سامنے میری ہستی کچھ نہیں ہے جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت سے واقف ہے وہ اس سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور پر نور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں یہ جرأت کب کر سکتے تھے کہ خداوند! تو بھی ہے اور میں بھی کچھ ہوں۔ میری بھی کچھ ہستی ہے۔

یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ لوگ توحید کے دشمن کیوں ہیں یہاں سید صاحب نے نہیں کا لفظ نکالتے کہ ہاں بنا دیا۔ حدیث بگاڑی وہ بھی قدوسی۔ پھر امام محمد والف ثانیؒ کو بدنام کیا۔ یہ مسئلے بنتے نہیں تو بنائے جا رہے ہیں جب تحریر اور تصنیف میں یہ علانیہ فریب ہیں تو تقریر کا کیا حشر ہوگا؟ ان کی تقریر ہمیشہ جہلام سنتے ہیں۔ وہاں ان کو دل کھول کر جھوٹ بولنے کا موقع ملتا ہے جب بات پھسکی ہونے لگتی ہے تو جھٹ قرآن کی کوئی آیت پڑھ دیتے ہیں۔ کوئی شعر پڑھ دیا۔ کسی بڑے عالم کا نام لے لیا۔ فلاں علامہ فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں۔ یہ معمولی غلطی نہیں ہے جس کا بدل چاہیے مکتوبات شریف میں ما کا لفظ دیکھ لے۔

ادھر سید صاحب کا اشتہار بھی دیکھ لے۔ انصاف اور طلبِ حق شرط ہے۔ سید صاحب کی یہ جرأت دیکھ کر ہم حیران رہ گئے اور قصورِ شہر کے ایک اہل علم نصیحت کرنے گئے۔ عرض کیا سید صاحب یہ ما آپ کس طرح ہضم کر گئے؟ فرمایا بھائی کیا نام، کیا نام وہ ارے ایک قلمی نسخہ ہے ہمارے پاس وہ صحیح ہے باقی سب دنیا کے نسخے غلط ہیں۔ ہمارے دوست نے عرض کیا سید صاحب جس کتاب کے صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس میں جب ایسا نہیں ہے تو آپ کو غلط لکھنے کا

کیا حق تھا؟ اچھا لائیے صحیح نسخہ۔ وہ کیا نام چاہیاں نہیں ملتیں۔ وہ ارے کہاں گیا کبھی لاہور میں؟ ہمارے دوست اڑ گئے کہ دیکھ کر جاؤں گا۔ آخر ہزار بہانہ کے بعد قلمی نسخہ آیا تو اس میں بھی ما لکھا تھا، آنکھیں زمین میں گر گئیں اور دبی زبان سے کہا بھائی غلطی ہو گئی ہے۔ ہمارے دوست نے کہا اگر غلطی مان لی ہے تو اسے شائع کیجئے تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں مگر اصلی بریلوی وہی ہوتا ہے جو پکا ضدی ہو۔ سید صاحب کو اپنی غلطی متاثر کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ حضرت بریلویوں کے کرتا دھرتا ہیں۔ ان کے کثرتِ یہ ہیں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کا کیا کہنا جب سمندروں کا یہ حال ہے۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب کو مرکز حزب الاخاف میں شاید یہی جھوٹ کے سمندر نظر آئے ہوں۔ ہم حیران ہیں کہ بندگی اور خلائی کے تعلق میں میں اور تو کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ یہاں سید صاحب بریلویوں کا اصول ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو حضور نبی کریم خداوند تعالیٰ کے سامنے کس طرح اکڑ کر بولتے ہیں اے خدا تو بھی ہے اور میں بھی ہوں۔ اصل حدیث یوں ہے۔ اے خدا تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ تیری شانِ جلالت کے سامنے میں سرتاپا عبدیت ہوں۔ انسانیت ہی تو ابلیس کا جرم ہے۔

اے آفتاب خضر! یہ معرفت ہے تو!

کتنے ستارے اور تیری محفل میں کچھ نہیں

طوفان نمبر ۲

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ ناظرین کے لئے اچھے خاصے لطائف جتیا کر رہی ہے مگر دراصل یہ خوش طبعی کا سامان نہیں رونے کا مقام ہے۔ سید صاحب اسی پمفلٹ کے نمبر ۱ میں مکتوبات جلد سوم نمبر ۱ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا ہے:-

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح

نہیں، بلکہ عالم ملکات کی کوئی چیز بھی حضور کی خلقت سے کچھ نہایت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔

مکتوبات شریف کی اصل عبارت یہ ہے :-

”باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگ سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ خلقتِ پیچ فرود سے از افرادِ عالمِ مناسبت نہ دارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاءِ معصری از نور حق جل و علی مخلوق گشت است۔“

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش تمام افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ کائنات کے کسی فرد سے بھی آپ کی پیدائش کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ جسمِ معصری یعنی آگ پانی مٹی ہوا کا مادی جسم رکھنے کے باوجود اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔“

واضح رہے کہ دنیا کے ہر جسم کا اصل یہی چار چیزیں ہیں۔ اب یہاں بشر کا لفظ تو ہے ہی نہیں انسان کا لفظ ہے۔ چونکہ ان کو ہر جگہ بشر سے کہہ لے انسان کی بجائے بشر کا لفظ لکھ دیا۔ مطلب یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ السلام کو بشر نہیں مانتے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حضرت مجددؑ نے مکتوبات میں کتنی جگہ بشریت کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔ دیکھئے مکتوب ۳۱، دفتر اول ص ۱۱۱، حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں :-

”اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باں علو نشان بشر بود و بدائع حدوث و امکان تقسم۔ بشر از خالق بشر چو دیباہ ترجمہ: اے بھائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر بلند شان کے باوجود بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خالق بشر کے متعلق کیا معلوم کر سکتا ہے؟

آگے چلئے جلد اول ص ۳۲۹ میں فرماتے ہیں :-

”سے بینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باعامہ در نفس انسانیت برابرند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد۔ تفاضل باعتبار صفات کاملہ

آمدہ است۔“

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ انبیاء علیہم السلام نفسِ انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں، اور حقیقت اور ذات میں سب ایک دوسرے سے متحد ہیں ایک دوسرے سے افضل ہونا صفاتِ کاملہ کی وجہ سے ہے۔

اہل بدعت اس لفظ پر غور فرمائیں۔ تم لوگ غلط و غلطوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہو۔ امام مجددؑ نے خوب فیصلہ فرمادیا کہ حقیقت اور ذات میں سب ایک ہیں۔ نفسِ انسانیت میں عام لوگ نبیوں کے ساتھ برابر ہیں۔

مکتوب ۲۹، دفتر اول ص ۲۱ میں حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں :-

”حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ حبیبِ خود صلی اللہ علیہ وسلم را با کد و جہاد امر ہے فرماید بانظراں بشریت خود کا قال سبحانہ و تعالیٰ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ آيَاتٍ لِّفَعْلِكُمْ اٰزْبَرْتَاکَیْدِ

بشریت است۔“

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تاکید کیا تھا حکم فرمایا ہے کہ اپنی بشریت لوگوں پر ظاہر کریں۔ جیسا کہ فرمایا کہ یہ تو میں تم جیسا بشر ہوؤں مثلاً کہم کا لفظ تاکید کے لئے لایا گیا ہے تاکہ شک شبہ نہ رہے۔“

دیکھئے امام مجددؑ کیا تفسیر بیان فرماتی ہے؟ کچھ دیوبندی سے معلوم ہوتے ہیں۔

مکتوب ۳۱، دفتر دوم ص ۶۲

”حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا ہو گا کہ یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے اذروے بشریت بلا ارادہ زبان پر جاری ہوا ہے۔
مکتوب ۹۶ دفتر دوم ص ۱۶۹، منہ الامام محمد الف ثانی فرماتے ہیں کہ
”شیعوں نے جو کاذب، قلم، ادوات طلب کرنے والی حدیث اور حضرت
عمرؓ کے قول اھجر استفہموۃ پر اعتراض کیا ہے اس کا
جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے چند اصول معلوم کر لو۔ ہر اصول
مستقل جواب ہے۔“

اصول نمبر ۱

اول یہ کہ تمام منطوق و معقول یعنی جو لفظ آپؐ زبان سے بولتے اور
جو کچھ عقل سے سمجھتے تھے سب کے سب وحی نہ تھے اگر آپؐ کی
سب باتیں وحی ہوتیں تو آپؐ کی بعض باتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اعتراض نہ ہوتا اور بعض باتوں کو معاف کرنے کی گنجائش نہ پیدا ہوتی۔ خدا
وند تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا نے آپؐ کو معاف کر دیا، کیوں ان کو
اجازت دی تھی؟ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَفَى اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنَتْ لَكَ
یعنی اگر ہر بات وحی سے ہوتی تو کسی بات پر اعتراض اور معافی نہ ہوتی۔

اصول نمبر ۲

اجتہادی اور عقلی معاملات میں فَاَعْتَبُوا يَا اُولِي الْاَبْصَالِ
اور شَاوِذَهُمْ فِي الْاَمْرِ کے مطابق تو صحابہؓ کو آپؐ سے گفتگو کی
اجازت تھی اور رد و بدل کی گنجائش تھی۔ کیونکہ سوچ بچار اور مشورہ
کا حکم جو قرآن نے دیا ہے رد و بدل کے سوا اس کی کوئی صورت

نہیں ہو سکتی (مطلب یہ ہے کہ اگر ہر بات آپؐ کی وحی الہی سے
ہوتی تو وحی کے مقابلہ میں مشورہ کی کیا حیثیت ہے؟)
کہ فرماتے ہیں:-

بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے اور فدیہ لینے میں جو اختلاف ہوا تھا،
حضرت عمرؓ نے قتل کا مشورہ دیا تھا اور آپؐ نے حضرت صدیق
اور دوسرے صحابہؓ کی رائے سے فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ
دیا، وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا اگر اس بات پر عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ فاروق اور
سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی نہ بچتا کیونکہ سعدؓ کی رائے حضرت عمرؓ
کے ساتھ تھی

اصول نمبر ۳

میسر اصول یہ ہے کہ بھول جانا پیغمبر کا جائز ہے بلکہ ایسا واقعہ ہوا
ہے۔ ذوالیدین صحابی کی حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام
نے چار رکعت والی نماز فرض میں بھول کر دو رکعت پر سلا پھیر دیا،
صحابی نے عرض کیا، کیا نماز کم ہو گئی یا آپؐ بھول گئے؟ آپؐ نے
دو ٹکروں سے پوچھا ذوالیدین صحابی کی سچائی ظاہر ہونے پر آپؐ
نے نماز پوری کی، اور سجدہ ہو کیا۔ ہر گاہ کہ تندرستی اور فراغت کی
حالت میں آپؐ کا بھول جانا از روئے بشریت جائز ہے تو فرض
الموت میں بلا ارادہ درد کے غلبہ کے وقت بوجہ بشریت کے بھول
جانا کیوں جائز نہ ہو گا؟

لیجئے ایہ مسئلہ بشریت ہے اس کو یاد رکھئے۔ ناظرین! یہ ارشادات سرسید خاں

طوفان نمبر ۲

اسی اشتہار کے نمبر ۳ میں سید صاحب لکھتے ہیں:

مکتوب نمبر ۲ دفتر اول ص ۱۷ میں امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-
مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے

زیادہ نقصان پہنچاتی ہے:-

اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:-

یقیناً تصور فرمائیے کہ فسادِ صحبت بتدریج زیادہ از فسادِ صحبت کا فراست

ترجمہ: یقیناً جاننے کہ بدعتی کی صحبت کا لگاؤ کافر کی صحبت سے زیادہ ہے،

یہاں پھر وہی بریلوی ذہنیت کا فرما ہے۔ امام ربانیؒ نے بدعتی کا لفظ فرمایا ہے بدعتی

کون ہوتا ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

اور امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ جہاں نام لے کر پیر پرستوں کو بدعتی اور

مشرک کہا ہے۔ سید صاحب کو اس آئینہ میں اپنی صورت جو نظر آئی تو بڑی پھرتی

سے پیچھے ہٹے اور بدعتی کی بجائے بد مذہب کا لفظ جلدی سے لگا دیا۔ سمجھ میں نہیں

آتا کہ یہ امام مجدد بھی کیسے بزرگ ہیں بروقت ان کے کانوں پر مارتے ہی رہتے ہیں

بھائی بات یہ ہے کہ بدعت کے دشمن نہ ہوتے تو مجدد کس طرح ہوتے۔ مجدد تو بدعت

کو توڑنے کے لئے ہی آئے ہیں۔ خیر سید صاحب نے ایک بات کام کی تباہی۔ بدعتی

کا معنی ہے بد مذہب ہے دین بد دین خوب جزاک اللہ اقل یصدق الکنوب۔

طوفان نمبر ۳

یہاں سید صاحب نے دل کھول کر جھوٹ بولا۔ ناظرین پہلے حضرت امام مجددؒ

سمجھیں؛ جب حقیقت محمدیہ پر نظر پڑتی ہے تو بشریت سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور طوطی قتل کھانا
لوگ جب بشریت کو دیکھتے ہیں تو حقیقت محمدیہ کو کھول جاتے ہیں اور بعض گستاخ یہاں تک کہہ لیتے
ہیں کہ ہم میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا فرق ہے؟ فرق بہت زیادہ ہے مگر انکھیں کھلیں

طوفان نمبر ۳

سید صاحب لاہوری اسی اشتہار کے نمبر ۳ میں فرماتے ہیں:-

مکتوب نمبر ۳ دفتر اول ص ۱۷ میں حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و اولیاء کی پاک

روحوں کو عرش سے فرشتے تک ہر جگہ برابری نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے فوارہ دیکھنا نہیں

مکتوبات شریف کھول کر دیکھیے تو اصل عبارت یہ نکلی:-

”روح نسبت با جمیع ممکنہ باوجود لامکانیت برابر است اور عرش نفس معنی دیگر

است، تا ایں جانہ رسی توانی دریافت“

ترجمہ: روح کے لیے لامکان ہونے کے باوجود تمام جگہوں سے ایک جیسا تعلق ہے۔ روح کو

عرش سے باہر کی چیز کی مانند دوسری بات ہے جب تک تو اس مقام پر نہ پہنچے ہیں سمجھ سکتا

نہایت واضح بات ہے کہ جو چیز زمان و مکان میں محدود نہ ہو اس کے لئے دوری اور نزدیکی کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لامکان ہونا بروح کی صفت ہے قُلِ التَّوْحِيدُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اس کی

دلیل ہے شیخ بوعلی سینا نے اشارات میں اس کو خوب واضح کیا ہے مگر سید صاحب نے جو جھوٹ کا سنا

ہیں حاضر ناظر کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے یہاں انبیاء و اولیاء کا لفظ بڑھا دیا کیا جھوٹ سے جھوٹ

کو ثابت کرنا بریلویوں کے جماعتی نظام میں داخل ہو چکا ہے؟

افسوس! اسے دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر گمراہ کیا نام خدا کا لے کر۔ سید صاحب یہاں

انبیاء و اولیاء کا لفظ حضرت مجددؒ نے نہیں لکھا اور مطلق روح کی بات ہو رہی ہے

تو آپ نے علم غیب گلی اور حاضر ناظر کے لئے یہ پاڑ کیوں بیلایا؟ اور جناب سید

صاحب یہ عرش سے فرشتے تک کا لفظ بھی تو آپ نے ہی بڑھایا ہے۔ کیا

یہ مجرم بھی معافی کے قابل ہے؟

کی اعلیٰ عبارت تھیں، پھر سید صاحب کا جھوٹ خدا کی پناہ بہت بڑا ہوا۔
مکتوب عدد ۲ دفتر ۳ یہ خط مرزا حسام الدین احمد کے خط کے جواب میں امام محمد
رکھا ہے۔ مرزا حسام الدین کا سوال یہ ہے جس کو حضرت امام مجددؒ سوال کی
میں لکھتے ہیں۔ لکھ رہے ہیں:-

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن
بصوت حسن و در قصائد لغت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است
تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات لغت و تردید
صوت باں طریق اہل ان یا تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است
اگر بر نہی خوانند کہ تحریف در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن
شرائط مذکورہ تحقق نہ گردد و آن را ہم بعرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است
ترجمہ: دوسرا جو مولود خوانی کے متعلق آپ کے خط میں درج تھا کہ صرف
اچھی آواز سے قرآن پڑھنے اور لغت و منقبت کے قصیدے پڑھنے
میں کیا ہرج ہے؟ منع چیز تو یہ ہے کہ قرآن کے حروف بدلے
اور لگاڑے جائیں۔ اور راگ کے مقامات کا خیال رکھنا اور آواز کو پھیر پھیر
کولہ راگ کے طریقہ پر یا راگ کے مناسب تالی بجانا کیونکہ ایسا کرنا عام
شعروں میں بھی مباح نہیں ہے چہ جائیکہ لغت و منقبت ہو۔ اگر مجلس مولود
میں اس طرح پڑھا جائے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں حرف نہ بگڑیں
اور لغت کے اشعار میں بھی راگ کے اصول نہ ہوں اور اس محفل مولود
کو صحیح غرض کے لئے تجویز کریں یعنی اس میں کوئی مثل کمانہ بھیدہ
نہ ہو تو کیا ہرج ہے؟

نوٹ: واضح رہے کہ یہ قیام کی رسم حضرت امام مجددؒ کے زمانہ میں نہ تھی بعد کی پیداوار
ناظرین !! اس عبارت کو غور سے پڑھیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مجددؒ
الف ثانی کے مبارک زمانہ میں یہ بھست بہت زور دے پڑ تھی۔ بدلتی لوگ میلاد کی محفل کرتے

حضرت امام ربانیؒ کسی صورت میں اجازت نہ دیتے تھے، مطلقاً منع فرماتے
تھے۔ حضرات علماء دیوبند تو خاص خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔
امام محمد علیؒ علماء دیوبند میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ مگر امام مجددؒ الف ثانیؒ بھست کی
اس ہی اثراتے ہیں دفتر اول کے ایک مکتوب میں عجیب انکشاف فرمایا انہی مرزا
حسام الدین نے ایک خط لکھا تھا کہ آپ مولود کی محفلوں کو سختی سے بند کرتے ہیں
میں ان بعض لوگوں نے میلاد کی محفل کرائی تو رات خواب میں ان کو حضور علیہ
صلوٰۃ والہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے اب یہ چھوڑنا مشکل ہے حضرت امام
مجددؒ فرماتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضور کی شکل تو شیطان نہیں بنا سکتا۔
ان آپ کی اصلی صورت تو فقط صحابہؓ نے دیکھی ہوئی سختی ہمارے دماغ شیطانی
اثرات سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے میلاد کی محفلیں بالکل چھوڑ دو۔ ورنہ
ہمارا ہمارا پیری مریدی کا تعلق ختم ہے۔ یہ مضمون مکتوبات شریفہ کے دفتر
اول مکتوب عدد ۲ میں مفصل ہے نظیر ترجمہ کے کہ زور پڑھیں، ہمارے زمانہ
کے مجددی غور فرمائیں کہ آج کل کے مجددی پیران کو اکھڑے جا رہے ہیں۔
معلوم ہوا اسی خط کے جواب میں مرزا حسام الدین نے پھر لکھا ہے کہ اگر میلاد
کی محفل میں قرآن کریم راگ میں نہ پڑھا جائے اور لغت بھی راگ میں نہ پڑھی
جائے تو پھر مولود کی محفل میں کیا ہرج ہے؟ منع تو راگ ہے۔ دیکھئے آج
جو لغت خواں بھیرویں اور ملہار نہ جانتا ہو اس غریب کو کون پوچھتا ہے اس میں
کوئی شک نہیں کہ بریلوی جاہل تھیکر کا شوق محفل میلاد اور مجلس گیارہویں میں پورا
کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی دن شہر میں اچھا راگی لغت خواں اہجائے تو تھیکر
بے رونق ہو جاتے ہیں۔ یہ نفس پرستی ہے۔ اسے دین پرستی سمجھ رکھا ہے۔

ہاں تو حضرت مرزا حسام الدین حضرت مجددؒ سے پوچھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد
تمام غیر شرع راگ راگنی سے پاک ہو تو پھر کیا ہرج ہے؟ پورے ایک ہزار سال
کی تجدید جس بزرگ کو خداوند تعالیٰ نے بخشی ہے اس کا جواب سنئے اور خوب غور سے

راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیان
بجائی جائیں، جس مجلس میلاد میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے
ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہاں جب تک راگنی اور تال نر
کے ساتھ گانے اور تالیان بجانے کا دروازہ بند نہ کیا گیا۔ بواہوس لوگ
باز نہ آئیں گے اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے
گی تو نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔

یہ ہے کہ سید صاحب کا کارنامہ۔ یہاں سید صاحب نے مرزا حسام الدین کے
وال کو مجدد صاحب کا فتویٰ قرار دیا۔ ناظرین اس بھوٹ اور غا کو کھولنے کے لئے خدا
کے واسطے مکتوبات کا اردو ترجمہ خرید کر پڑھیں تاکہ سید صاحب کا بھول کھلے۔
مرزا حسام الدین پوچھتے ہیں کہ محفل میلاد اگر ناجائز باتوں راگ وغیرہ سے پاک ہو
لو کیا ہرج ہے آپ فرماتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ بالکل بند نہ کیا
جائے نفس پرست باز نہیں آئیں گے۔ چھوٹا سا سوراخ کھول کر بڑا بنا لیں اس لئے یہ
بالکل بند کرنا چاہیئے۔ یعنی مولود کی محفل بالکل بند کرو۔ یہ مجدد صاحب کا فرمان ہے کیونکہ
اس میں جو خرابیاں اور بے ادبیاں ہوتی ہیں لوگ ان سے باز آنے والے
نہیں ہیں۔

سید صاحب نے یہاں چھ سطر عبارت ساری کی ساری لگا کر دی۔ سوال جواب
کے نشان حذف کر دیئے۔ اہل علم بریلوی غور فرمائیں کن کے پیچھے چلتے ہو؟ ہیں
ہمارے یقین پختہ ہوتا ہے کہ حضرات علماء دلیو بند حضرت امام مجدد الف ثانی کے سچے
جانشین ہیں در نہ مولود کی محفل کو مجددی نظر سے نہ دیکھتے۔
نوٹ: مولوی عبدالعزیز صاحب سے متعلق عبارت حذف کر دی گئی کیونکہ

مولوی محمد سعید نقشبندی مجددی خطیب مسجد اٹاک گنج بخش لاہور نے بھی مسلک امام
ربانی میں سید ابوالبرکات کی طرح اس مکتوب کو لگا کر اسے اور کئی پرکھی ماری ہے
اس بات کی پوری تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی“ میں لکھی ہے۔ (نیز آئی)

سنئے فرماتے ہیں:

”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد تاسدائیں باب مطلق نہ کنند بواہوس سال
منوع نہ گردند۔ اگر اندک تجویز کنند بھر بہ بسیار خواهند شد۔ تلبیلہ نقشبندی
الحی کثیرہ قول مشہور است۔“

ترجمہ: اے مخدوم! اے بزرگ! فقیر کا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ
مطلق بند نہ کریں بواہوس لوگ نہیں رکیں گے۔ اگر تھوڑی سی چیز
جائز کی جائے گی تو کھینچ کر بہت بنالیں گے۔ قلیل چیز کثیر بن جاتی ہے
یہ قول مشہور ہے۔

ناظرین! یہاں مخدوم کے لفظ سے جواب شروع ہوتا ہے حضرت امام مجددی کی
عادت ہے کہ مرزا حسام الدین احمد کو ٹوٹا مخدوم کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔
چنانچہ اس کی مثال دفتر اول ص ۴۲، ص ۲۲، ص ۳۵ ہے۔ دفتر دوم ص ۱۵، ص ۸ ہے
دفتر سوم ص ۱۵ ہے۔ مگر سید صاحب نے جب دیکھا کہ یہاں محفل مولود پر امام مجددی
کلباڑا چلا رہے ہیں تو پہلی عبارت سے سوالیہ نشان

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود“ اڑا دیا اور دوسری عبارت سے
”بہلا حصہ“ مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد“ کھا گئے اور ساری عبارت کو مجدد صاحب کا فتویٰ
قرار دیا حضرت امام مجددی کے مکتوبات کی اصلی عبارت بھی آپ نے دیکھ لی ہے۔ اب سید
صاحب کی چالاکی دیکھئے۔ اسی مغلط کے ص ۳ پر اس عبارت کو لگا کر ان لفظوں میں
ظاہر کرتے ہیں۔

”مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت
کی جائے۔ اور حضور اقدس کی لغت شریف اور صحابہ کرام اہل بیت
عظام، اور اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے
پڑھے جائیں تو کیا ہرج ہے۔ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم
کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں

مرکز مٹی میں ملنے کا مطلب

وال :- مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تقویتِ الایمان میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے :-

”یعنی میں بھی ایک دن مرکزِ مٹی میں ملنے والا ہوں“

”یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔“
اس عبارت پر دو اعتراض ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
موت کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مٹی میں ملنے والا کیوں کہا؟
جواب :- پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ موت کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حق میں، قرآن، حدیث، فقہ اور بزرگان دین کے ارشادات میں بہت ہے۔
صحابہ کی روایتوں میں اس مضمون کے لیے تینوں لفظ ملتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قبض کیے گئے۔ آپ نے وفات پائی، آپ مر گئے۔ مر گئے کا لفظ آج ہمارے زمانہ
میں تلخ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ ادب اور محبت میں صحابہؓ
اور بزرگان دینؓ سے آگے بڑھنے کا دعوے رکھتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اسلام کو بزرگان
سے بڑھ کر ہم سمجھتے ہیں۔ ورنہ اگر ادب اور محبت کا معیار قرآن حدیث صحابہؓ اور بزرگان
کو قرار دیا جاتا تو ان لفظوں پر حیرانگی نہ ہوتی۔ دیکھو قرآن مجید نے کسی جگہ حضور علیہ السلام
کے واسطے موت کا لفظ فرمایا ہے۔

واسطے موت کا لفظ فرمایا ہے۔
 اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِلَهُمْ مَيِّتُوْنَ۔ (پارہ ۲۳ آخری رکوع)

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِلٰهكُمْ مَيِّتُونَ
ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی مرنے والے ہیں اور کافر بھی مرنے
والے ہیں۔ دیکھو قرآن میں میت کا لفظ حضور کی شان میں صاف موجود ہے۔
اور اس کا پڑھنا ہمارے لیے عبادت ہے۔ لیکن میت کا لفظ اگر اسمعیل شہید کہیں
تو کفر کا فتویٰ لگتا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید کا کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی کرنے والا ہو۔ قرآن کا ہر لفظ ہمیں دین اور
عقیدہ سکھاتا ہے۔ نیز پارہ ۷ کے تیسرے رکوع میں ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ
قَبْلِكَ الْخُلْدَ اِذَا فَاَن مَّتْ نَّمُوهَا الْخُلْدُ وَاَنَّ كُلَّ نَفْسٍ ذٰلِقَةُ الْمَوْتِ (الایۃ)

وہ بریلویت سے منکر ہیں اور اس رسالہ کا موضوع بریلویت ہے۔

بلیک مارکیٹ میں ایک چھوٹی سی دکان مولوی محمد شریف صاحب کی ہے انہوں نے
ایک رسالہ لکھا ہے مسئلہ کیا دھویں اس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی
کی کتاب ماثبت بالسنة کی عبارتوں میں بڑے ایچ پیچ کھیلے ہیں کیا کہیں
ان لوگوں کا دن رات یہی مشغلہ ہے۔ اس منڈی میں سارا کاروبار ہی اس قسم کا
مکڑت دراز باد و ہدایت نصیب تو!

رسالہ مسئلہ گیارھویں کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو ص ۱۳ اسطرع ۱۵ پر لکھتے ہیں
”شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے والد محرم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
کا عرس ہر سال مقررہ تاریخوں پر کرتے ہیں مولانا عبدالحکیم میاں لکھنؤی
نے اعتراض کیا کہ تم نے تو عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔“ ... الخ

ناظرین: یہ لطیفہ بھی بالکل ایسا ہے جیسا مولوی محمد عبداللہ صاحب نے اپنے
میں لکھ دیا ہے منضبط بغدادی مصنف مشکوٰۃ السبحان اللہ! کہتے ہیں جھوٹ بولنے
میں عجب کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ مگر بریلویوں کو سچ تو نفیسیب ہی نہیں۔ جھوٹ کی عقل
نہیں، عزیز مولوی صاحب! مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی حضرت امام مجدد کے ہم زمانہ
ہیں، اور مولانا شاہ عبدالعزیزؒ تو کل کے بزرگ ہیں۔ انگریز کا زمانہ انہوں نے پایا
ہے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی گفتگو اور سوال و جواب حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے
کیسے ہوئے اور ہم حیران ہیں کہ سید صاحب نے جو آپ کا رسالہ پڑھ کر تقریر لکھی
ہے تو اتنی بات ان کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔

ایں خانہ بہہ آفتاب است

پھر یہ خیالات کس کتاب کی ہے؟ کتاب کا نام ہی نہیں بتایا۔ افسوس! آپ لوگو! کو خدا کا خوف نصیب ہوتا تو قوم کو آج یہ روز بد دیکھنا کیوں نصیب ہوتا؟

ترجمہ:۔ نہیں کیا ہم نے آپ سے پہلے کسی بفر کے واسطے ہمیشہ زندہ رہنا کیا اگر آپ مرحاٹیں گے تو کافر ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر جان پکے والی ہے موت کو۔

اس کے علاوہ پارہ ۴ کے چھ رکوع کے شروع میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کا لفظ آیا ہے۔

قرآن مجید کے بعد امت کی بارگاہی ہے۔ امت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب سے پہلے موت کا لفظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ لفظ بڑی تعداد میں ملتا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حوالے دیکھئے:-

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں آئے۔ چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا پھر رو کر کہا میرے ماں باپ قربان اے اللہ کے نبی خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں جمع کرے گا۔ جو موت آپ پر لکھی ہوئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا۔ (وہ تو آج چھوڑ دیوے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مر گئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا وہ جاری رکھے کیونکہ خداوند تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔

واضح رہے کہ یہ روایت اور موت کا لفظ بخاری شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ مَسْنً ۲۶

ترجمہ:۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ برس تھی۔

حدیث کی کتابوں میں یہ لفظ عام اور مستقل ہے۔ اگر اس میں کچھ بے ادبی ہوتی تو لڑتے بڑے بڑے بزرگ محدث اپنی کتابوں میں کیوں لکھتے۔ پھر ان حدیثوں کے راوی

ان الفاظ کی روایت کیوں کرتے۔ بندہ کے خیال میں حدیث اور تفسیر کی ایسی کوئی کتاب یقیناً نہ ہوگی جس میں حضور علیہ السلام کے لئے موت کا لفظ نہ آیا ہو۔ اب علما دین کے ارشادات دیکھئے۔ علامہ قاضی عیاض امام اہل سنت نے شفا شریف میں ایک فصل اس عنوان سے لکھا ہے:-

اور جان لو کہ ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور تعظیم آپ کی آپ کی موت کے بعد اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ کی زندگی میں ضروری تھی۔ اسی فصل میں فرماتے ہیں:-

یعنی آپ کا ادب اس حالت میں کہ آپ میت ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا۔ شفا شریف ص ۳۸ د ۳۹۔

نیز فرماتے ہیں:-

”انبیاء کے جسم بشری صفتوں سے متصف ہیں۔ ان پر بیماری، موت، فنا اور تمام انسانی صفتیں آتی ہیں“ (شفا شریف جلد دوم قلم ثانی)

نیز امام اہل سنت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف جلد دوم باب ثانی کے شروع میں فرماتے ہیں:-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء اور رسول بشر سے ہیں (یعنی بشر ہیں) اور بے شک آپ کا جسم مبارک اور آپ کا ظاہر خالص بشر ہے۔ آپ کے جسم مبارک پر تبدیلیاں، دکھ درد، بیماریاں اور موت کا پیا لہ پینا اسی طرح جائز ہے جس طرح بشر کے لئے جائز ہے اور یہ سب چیزیں آپ کی شان میں کی نہیں کرتیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا والوں پر

لکھ دیا ہے کہ یہاں زندہ بھی رہیں گے اور مریں گے اور زمین سے نکلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام بشر کو تبدیلیوں کے مقام پر پیدا کیا ہے بے شک آپ بیمار ہوئے۔ آپ کو گرمی سردی لگتی تھی، بھوک اور پیاس لگتی تھی، غصہ اور دل تنگی بھی ہوتی تھی، تھکان اور تکلیف بھی ہوتی تھی کمزوری اور بڑھاپا بھی آپ پر آیا، آپ گھوڑے سے گئے اور آپ کا پہلو پھٹا گیا کانٹوں نے پتھر مار کر آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے۔ آپ کو زہر بھی پلایا

گیا، جادو بھی کیا گیا۔ آپ نے بیمار لوگوں کا علاج بھی کیا، پچکنے بھی لگوائے اپنے آپ کو دم بھی فرمایا۔ پھر آپ کی موت آئی پس وفات دے گئے۔ تو امتحان کے گھر سے خلاصی پا کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور یہ تمام باتیں بڑے ہونے کی علامت ہیں جن سے خلاصی نہیں۔ اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اس سے بھی بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں، چنانچہ پہلا نبی علیہم السلام کو قتل کیا گیا، آگ میں پھینکے گئے اور اڑی سے چیرے گئے اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو بعض اوقات خداوند تعالیٰ نے بچالیا، اور بعض کی حفاظت فرمائی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد میں حفاظت فرمائی۔

دیعنی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہونے کے بعد چنانچہ جنگِ احد کے دن اگر خداوند تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں کی انگلیوں سے نہ چھپایا تو ہجرت کی رات غارِ ثور جاتے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کی انگلیوں بند بھی کی ہیں اور خداوند تعالیٰ نے آپ سے غورث کی تلوار، ابو جہل کے پتھر سراقہ کے گھوڑے کو روکا بھی ہے، اور اگر خداوند تعالیٰ نے آپ کو یہودی کے جادو سے نہیں بچایا تو یہودی عورت کے زہر سے بچایا بھی ہے، اسی طرح سارے انبیاء کا معاملہ ہے کبھی ان پر مصیبت آجاتی ہے کبھی عاقبت مل جاتی ہے اور یہ بات تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کی وجہ سے ہے تاکہ لوگوں کو ایسے موقع پر ان کی شرافت ظاہر ہو۔ اور ان کا معاملہ صاف ظاہر ہو جائے اور خدا کی بات ان میں پوری ہو۔ اور اس لیے کہ امتحان میں پڑنے کی وجہ سے ان کی بشریت اچھی طرح ثابت ہو جائے اور کمزور بھیدہ والے لوگوں کا (جو ان کو خدا سمجھتے ہیں) شک و شبہ دور ہو جائے۔ تاکہ لوگ ان کے ہاتھوں پر عجائبات ظاہر ہوتے دیکھ کر گمراہ نہ ہوں جس طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر گمراہ ہوئے اور اس لیے کہ امت کو مصیبت کے وقت تسلی ہو اور ان کا ثواب زیادہ ہو۔

شفاء شریف ص ۱۹

بھائی مسلمانو! بخاری شریف، صحیح مسلم شریف اور شفاء شریف کی عبارتیں آپ نے پڑھ

ان موت کا لفظ کس طرح بار بار آیا ہے۔ جو لوگ مولانا اسماعیل شہید پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں موت اور مردہ کا لفظ استعمال کیا وہ کیا یہ چاہتے ہیں کہ حدیث شریف کے تمام دفتر بند کر دے جائیں۔ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسے بزرگوں کو بے ادب کہہ دیا جائے۔ پھر ان حدیثوں کے راوی بھی اسی زد میں آئیں گے اور یہ فتویٰ دور تک پہنچے گا شفاء شریف کے بعد حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی مشہور کتاب مدارج النبوت دیکھئے اس لیے کہ بریلوی حضرات ان دونوں کتابوں پر بڑا اعتماد رکھتے ہیں۔ حضرت عبدالحقؒ نے وفات شریف کے بیان میں موت کا لفظ تقریباً پندرہ ہیں دفعہ استعمال کیا ہے کچھ نمونہ دیکھ لیں۔ ص ۲۶ پر ایک حدیث لکھتے ہیں۔

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔

ترجمہ: جس شخص نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے زندگی میں مجھے دیکھ لیا۔ یہاں موت کا لفظ حدیث سے ثابت ہو گیا۔

ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی اور موت میں مسلمانوں کے امام ہیں اسی واسطے آپ کے جنازہ پر کسی نے اہت نہ کی، یہاں بھی موت کا لفظ موجود ہے۔ نیز حضرت علیؓ نے غسل دیتے وقت فرمایا: میرے ماں باپ قربان آپ زندہ اور مردہ دونو حالتوں میں کس قدر پاکیزہ ہیں، ص ۲۵۔ شیخ نے مدارج النبوت ص ۲۵ پر لکھا ہے:

”علی نے کہا ہے کہ موت کے سکرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے سخت تھے کہ کبھی آپ کا رنگ زرد اور کبھی سرخ ہوتا تھا“

اسی صفحہ پر لکھا ہے:

”پس یا وقت آنحضرت علیہ السلام سکر موت و سختی و شدت انرا نہ

ترجمہ: آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت کی بے ہوشی اور سختی اور شدت کو پایا موت کے وقت ان کیفیات کا ذکر حدیثوں میں عام ہے لیکن اس موقع پر عوامی نظر کو حیرانی پیش آتی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف کیوں پیش آئی۔ چنانچہ اس حیرانی کو دور کرنے کے لیے شیخ عبدالحق محدثؒ مدارج کے ص ۲۵ پر بارگاہ و جوبات

سے ثابت کیا ہے کہ اس میں بھی بڑی بڑی خوبیاں ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں آسانی سے مرنے والوں پر رشک کیا کرتی تھی لیکن جب میں نے حضور علیہ السلام کی موت کے وقت شدت دیکھی تو میں سمجھ گئی کہ تکلیف میں مرنا بہتر ہے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موت کا لفظ کس سے آیا ہے، آپ نے پھر لیا۔ مزید تسلی کے لیے فقہ حنفی کے چند حوالے بھی دیکھ لیے جائیں۔

دسویں پارہ کی پہلی آیت میں مال غنیمت کی تفصیل کا بیان ہے۔ وہاں پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر ہوا ہے اور آپ کی وفات شریف کے بعد وہ پانچواں حصہ ختم ہو گیا۔ اس مضمون کو ہمارے تمام حنفی فقہاء نے باب کیفیۃ قسمة الغنائم میں ہر جگہ ان لفظوں سے بیان کیا ہے:

سَهْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ بِمَوْتِهِ

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کی موت سے ختم ہو گیا۔

اس بیان میں فقہ حنفی کی تمام کتابیں یک زبان ہیں۔ کنز الدقائق، ہدایہ، طحاوی، در مختار، فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سب کتابوں حضور علیہ السلام کے حق میں موت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ، ہیئت کے سینکڑوں مقامات پر موت کا لفظ آپ کی شان میں موجود ہے۔ اگر یہ لفظ کہنا بے ادبی ہے تو مسارا دین بے ادب ہو گا اور دین کے تمام پیشوا بے ادب شمار ہوں گے۔ مشکوٰۃ شریف باب المناقب میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو ہم یوں کہا کرتے: اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں، پھر عمرؓ، ابی بکرؓ،

موت آپ پر وارد ہوئی اور موت کا لفظ آپ کے حق میں قرآن و حدیث کے علاوہ علماء دین کے کلام میں بہت آیا ہے۔ اس لیے مولانا اسماعیل شہیدؒ پر یہ الزام اہل بے بنیاد ہے کہ انہوں نے تقویۃ الایمان میں موت اور مردہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور قاضی عیاضؒ نے یہ لفظ استعمال کیا ہے تو پھر یہ فتویٰ بازی ادھر بھی روانہ ہو تقویۃ الایمان کی عبارت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے مٹی میں ملنے والیوں کہا اور یہ لفظ تو بریلوی علماء کا ذریعہ معاش ہے، سامان

لانگی ہے۔ دکان کا اصلی سرمایہ یہی لفظ ہے۔ بلکہ یوں سمجھ کر کہ تقویۃ الایمان میں اگر یہ لفظ نہ ہوتا تو بریلویت بھی نہ ہوتی اس لیے اس لفظ کی کچھ تشریح بھی ضروری ہے۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

مشکوٰۃ کے باب عشرة النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا، کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیارہ ایک شہر ہیں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس، پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو۔ سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو۔ سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟ کہا میں نے نہیں۔ فرمایا تو مت کرو۔

ترجمہ لکھنے کے بعد یعنی فائدہ اور تشریح کے طور پر لکھا ہے:

”یعنی میں بھی ایک سادہ مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں“ بریلوی حضرات کا یہاں یہ اعتراض ہے کہ میں ”مٹی میں ملنے والا ہوں“ کیوں کہا؟ یہ سخت بے ادبی ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی محفوظیت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت کو کفریہ قرار دیا ہے۔ دیکھو کو کیم شہابہ کفریہ ص ۲۵۔ اور ان کو اس بات کا بھی اعتراض ہے کہ اس ساری حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کی تشریح میں یہ الفاظ کہے جا سکتے۔ یہ الفاظ ان کا بہتان اور افتراء ہے۔

مٹی میں ملنا اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

۱۔ مٹی ہو کر مٹی میں مل جانا

۲۔ مٹی سے لگنا۔ مٹی سے چسپان ہونا۔ مٹی کے ساتھ متصل ہونا

بریلوی حضرات پہلا معنی لیتے ہیں اور اس کو لگا کر اپنے جلسوں میں یوں دیا کرتے ہیں
دلیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام مٹی ہو گئے، ہائے انوس کہہ لیا
آپ مٹی ہو گئے۔ لیکن اس رسالہ میں حضرات علماء دلیوبند کے ارشادات اور
کا عقیدہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مٹی نہیں ہوئے اور
ہمارا عقیدہ ہے البتہ یہ گستاخ لفظ ہر وقت ان کی زبان پر جاری رہتا ہے
اس لیے ان کے منہ میں مٹی پڑے کہ ہم پر بھوٹا الزام لگاتے ہوئے اور حضرات علماء
کی شان مقدس میں کیسا بدذیب اور ناپاک لفظ بار بار دہراتے ہیں۔ حضرات علماء
دلیوبند دوسرا معنی لیتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۰ میں حضرت مولانا رشیدی
لکھتے ہیں فرماتے ہیں:-

”مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ
خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی
بن جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے متصل ہونا۔ یہاں (تقویتہ الایمان میں)
مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیہم السلام کے خاک نہ ہونے
کے مولانا اسماعیل شہید بھی قائل ہیں۔“

اب معلوم ہوا کہ حضرات علماء دلیوبند کے نزدیک اس عبارت کا مطلب یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم پاک مٹی کے اندر محفوظ اور موجود ہے البتہ
مٹی کے ساتھ لگا ہوا اور متصل ضرور ہے۔ اور مٹی میں ملنا اس لفظ کے دو معنی
ہو سکتے ہیں۔ ایک کہ مٹی ہو کر مٹی میں مل جانا۔ یہ معنی حضور علیہ السلام کی شان
عالی سے سخت نامناسب ہے اور حضرات علماء دلیوبند کے عقائد کے بھی منافی
خلاف ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک محفوظ ہوتے ہوئے مٹی
میں ملا ہوا ہے کہ مٹی ہر طرف سے آپ کے جسم مبارک کو گھیرے ہوئے ہے کہتے
ہیں جو گندم میں مل گئے یہی معنی حضرات علماء دلیوبند اور مولانا شہید کے عقیدہ
کے مطابق ہے۔“

حضرات نے آج تک کوئی صاف عبارت ایسی پیش نہیں کی جس سے مولانا
شہید کا تفسر ثابت ہو۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ تقویتہ الایمان کی عبارت کی
تائید ہو سکتی ہے اور انصاف بھی یہی ہے کہ ہر جماعت کو اپنے عقاید بیان کرنے
کا حق ہے۔ ہر شخص کا کلام اس کے ماحول، اس کی جماعت کے مشہور عقاید، اس
کے نظریات اور اس کی دوسری تصنیفات کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے
ام مذاہب کے ساتھ ہمیشہ سے ہمارا برتاؤ یہی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ بریلوی
حضرات ہمیں ہمارے عقاید بیان کرنے کا موقع نہیں دیتے بلکہ ہمارے خلاف
ہمارے عقاید بیان کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اور یہ ایسی بے قاعدہ بات ہے جس کو ہر
دانش مند نفرت کی نظر سے دیکھے گا۔ علماء بیان نے فرمایا ہے اَنْبَتَ النَّبِيْعُ الْبَقْلَ
الزَّهْرَ: موسم بہار نے سبزہ اگایا۔ ایک جملہ ہے۔ جب کوئی دہری لامذہب یہ جملہ بولے
تو ہم یہ سمجھیں گے کہ بہار کو سبزہ کا حقیقی خالق سمجھتا ہے۔ اور جب مومن کی زبان سے یہ
لفظ سنا جائے تو معنی مجازی مراد لیے جائیں گے کیونکہ مومن کا ایمان اس بات کا قرینہ
اور علامت ہے۔ یہی اصول حضرت مولانا شہید کے کلام میں جاری کیا جائے تو معاملہ
صاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مٹی میں ملنے کے معنی اردو زبان میں کیا ہیں؟ بریلوی
حضرات کا دعویٰ ہے کہ زبان کے قواعد اور اردو لغت کے اعتبار سے دلیوبندیوں کی
تاویل غلط ہے مولانا اسماعیل شہید نے مٹی سے ملنا نہیں فرمایا بلکہ مٹی میں ملنا لکھا
ہے اگر میں کی بجائے سے ہوتا تو دلیوبندیوں کی تاویل درست ہو سکتی تھی۔

۱۔ اردو زبان کی مشہور لغت نور اللغات جلد چہارم ص ۱۰۰ پر لکھا ہے
کہ میں کبھی سے کے محل میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں درخت میں بانڈ
دو۔ معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کی نیت اگر درست ہو جائے تو میں کاسے بننے میں دیر
نہیں لگتی۔ لیکن میں کاسے بن گیا تو بریلوی دکان میں سے سارا مال نکل جائے گا
اور بریلوی وعظ میں کوئی لذت باقی نہ رہے گی مزید تشریح کے عرض ہے کہ بریلوی
دکان کا سارا مال یہاں کل تین لفظ ہیں۔ مٹی میں ملنا مٹی مشہور حین ہے وہاں

مٹی سے مراد مٹی ہی ہے۔ میں کا بیان اُدپر گزر چکا بلنا اردو کا مشہور لفظ ہے۔
 ص ۶۳ میں اس کے معنی لکھے ہیں :- بلنا پیوستہ ہونا۔ لٹھ ہونا۔ چسپاں ہونا۔
 ذات ہونا پہلے تینوں معنوں سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ چوتھا معنی ان کے معنی میں
 ہے افسوس کہ وسیع المعنی لفظ کو بریلوی حضرات صرف چوتھے معنی میں بند کر دیا ہے
 ضد کر رہے ہیں۔ ایک مسلمان کی بات کو عمدہ لگا کر مسلمانوں میں بھگڑے پیدا کرنا
 تو کیا ہے؟ نیز اردو زبان کی بڑی معتبر لغت جامع اللغات میں خاک میں ملنا کے
 معنی دفن ہونا اور مٹی میں پڑنا بھی لکھے ہیں دیکھو جلد دوم ص ۵۵ نیز جامع اللغات
 جلد چہارم ص ۴۶ میں لکھا ہے۔ مٹی سے مٹی مل جانا۔ دفن ہونا نیز مٹی میں مٹی ملنا
 ہونا۔ اردو کی مشہور و معروف لغات منیر اللغات ص ۷۰ میں لکھا ہے خاک میں ملنا
 ہونا۔

سعيد اللغات مصنفه مير لکھنوی میں ہے مٹی میں مل جانا دفن ہو جانا۔ خاک میں
 ملا دینا۔ میت کو دفن کرنا۔

عزیز اللغات مصنفه عزيز لکھنوی میں ہے مٹی میں مل جانا دفن ہونا۔

ناظرین! جس لفظ کو بریلوی حضرات نے کلمہ کفر کہا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اردو کا
 عام محاورہ ہے اور مٹی میں ملنے کے معنی دفن ہونا ہے۔ چونکہ اس حدیث میں
 قبر کا لفظ تھا۔ اس لیے دفن کا لفظ یہاں بے موقع نہیں ہے۔

ناظرین! بریلوی اعراض کی حقیقت کھل چکی ہے مگر ایک سوال باقی ہے وہ یہ کہ حدیث
 کی تشریح میں ایسے الفاظ کی ضرورت کیا تھی جن سے بے ادبی کا شبہ پڑتا ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شایان شایاں الفاظ لکھنا مناسب ہے۔
 :- ہر بات کا ایک موقع اور مقام ہوتا ہے۔ اس حدیث میں

آپ نے سجدہ کی ممانعت ارشاد فرمائی ہے اور جس صحابی نے آپ کو سجدہ کرنے کی
 اجازت مانگی تھی تو اس کو اس دلیل سے منع فرمایا کہ اگر تو میری قبر پر آئے گا تو کیا تو میری
 قبر کو سجدہ کرے گا؟ اس صحابی نے عرض کیا نہیں کروں گا۔ فرمایا اب بھی نہ کر

ت مولانا شبیرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں سجدہ تو اسی کو کرنا چاہیے
 جس شخص کے لائق ہے اور پھر جب موت آئے گی، اور قبر کی خاک میں چھپ
 جائے گا۔ اس وقت تو سجدہ کے لائق تیرے خیال میں بھی نہیں ہوں اس لیے
 یہ بھی سجدہ کے لائق نہیں ہوں، یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ قبر کو جائز نہیں ہے
 ناظرین! یہ الفاظ جن کو بریلوی پروپیگنڈا نے اچھال کر آسمان پر چڑھا دیا ہے دراصل
 مشکوٰۃ شریف کی بڑی بڑی شرحوں میں موجود ہیں اور ان میں بے ادبی کا سوال ہی نہیں
 پیدا ہوتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لغات میں اور حضرت ملا علی قاریؒ
 نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاة مفہم پر شارح طیبی کا قول اس طرح بیان
 کیا ہے:-

قال الطيبي أَسْجُدُ وَاللَّحْيَ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَلِمَنْ
 مُلْكُهُ لَا يَزُولُ فَإِنَّكَ إِنَّمَا تَسْجُدُ لِي الْآنَ هَابَتَهُ
 وَاجْلَلًا فَإِذَا صُرْتَ رَهْبَيْنِ رَمْسٍ اِمْتَنَعَتْ عَنْهُ

ترجمہ: علامہ طیبی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے سجدہ کرو اس زندہ

کو جو نہیں مرتا اور جس کی بادشاہی لازوال ہے۔ کیونکہ تو اس وقت تو میری

ہیبت دیکھ کر اور میری تعظیم کے لیے سجدہ کرتا ہے لیکن جب میں

قبر کی مٹی میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ تو تو سجدہ کرنے کو تیار نہ ہو گا۔

دیکھو ان بندگان کے الفاظ مولانا اسماعیل شبیرؒ کے الفاظ سے بہت سخت ہیں رَمْس کے

معنی ہیں قبر اور قبر کی مٹی دیکھو مفتی الارب ص ۱۹ اور رھین کے معنی رہن رکھا

ہوا گروی ملے یہ الفاظ ہمارے بزرگوں نے کس سادگی سے فرمائے تھے۔ لیکن

آج کوئی شخص اردو میں یہی لفظ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کی مٹی میں

سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ رہن کے معنی ہیں قید
 کرنا۔ جو شخص کسی چیز میں رہن ہو وہ مجسوس یعنی قیدی ہے۔

گروہ رکھے ہوئے ہیں گرفتار اور پابند ہیں تو دیکھو کیا دہائی چلتی ہے۔ لیکن ہندوگوں نے فرماتے ہیں ان کے سامنے دم مارنے کی مجال بریلوں کو کہاں احمد رضا خان صاحب نے علامہ طیبی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری پر کفر کا فتویٰ کیوں نہ دیا بریلوی حضرات غور فرمادیں۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح فارسی فرمایا ہے۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی تم اس وقت مجھے میری تعظیم اور ہیبت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لیے سجدہ کرنا چاہتے ہو۔ جب میں اس جہان سے چلا جاؤں گا اور (مٹی کے) پروہ میں پھپھ ہاؤں گا پھر سجدہ نہ کرو گے۔ پس سجدہ زندہ کے لیے کرنا چاہیے جو ہرگز نہیں رہتا اور جس کی بادشاہت ہمیشہ کے لیے ہے۔“

بھائی مسلمانو! ان عبارتوں پر غور کیجئے انصاف شرط ہے۔ تقویت الایمان میں یہی ہے اور یہی الفاظ ہیں۔ آج تک کسی نے ان بزرگوں کو کافر نہ کہا۔ اور بیچارے علامہ شہید ہلا وجہ بدہام کرتے ہیں۔

نظارین!۔ آپ نے پڑھ لیا کہ تمام حضرات علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ مولانا سخیل شہیدؒ نے جو موت کا لفظ لکھا ہے یہ لفظ ہزاروں علماء اور فضلاء کے کلام میں موجود ہے۔ اس لیے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مولانا شہید حیات النبی کے منکر ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ آگے چلتا ہے، بریلوی حضرات نے مسئلہ حیات کو بچنے کر پھیلا نا شروع کر دیا ہے اور ان کا طریق استدلال یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اس واسطے ہماری پکار ہماری فریاد ہر جگہ سے سنتے ہیں۔ ہمارے تمام کام آپ کے اختیار میں ہیں، زمین آسمان کی ہر چیز ہر ذرہ کے تفصیلی حالات آپ کو معلوم ہیں، میلاد شریف گیارہویں شریف وعظ شریف نعت شریف کی ہر مجلس میں آپ تشریف لاتے ہیں اس لیے آپ کی تعظیم کے خیال

کے آخر میں اٹھ کر سلام عرض کرتے ہیں۔ بریلوں کے خیال میں حیات کا مسئلہ چلتا ہے کہ ہر شخص کی قبر میں آپ خود تشریف لاتے ہیں۔ غالی یہ کہتے ہیں کہ آپ موجود ہیں کوئی جھگڑ کوئی سمندر کوئی زمین نرم یا سخت کوئی مکان اور کوئی کوئی قبر اور برزخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خالی نہیں ہے بلکہ آپ اپنے جسم مبارک کے ساتھ موجود ہیں اور حاضر ناظر ہونے کی بنیاد یہی ہے کہ جواہر الجار کوئی معتبر اور مشہور کتاب نہیں ہے اور شیخ عبدالحق کے حوالہ میں ہے کہ آپ کا جسم مبارک قبر شریف میں آرام فرما رہا ہے۔ علماء کا عقیدہ یہی ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ فرضی اور وہی عقیدہ قرآن، حدیث، فقہ تو کہاں کسی قابل ذکر کتاب میں نہیں ملتا۔ اس کی بنیاد فقط یہ ہے کہ چودھویں صدی کے چند علماء نے مندرجہ تیزی میں آکر اس بات پر سمجھوتا کر لیا ہے ہر طرف سے اچانک ایک آواز اٹھی، بے چارے جاہل مسلمان اس آواز میں گم ہو گئے اور دین توحید کا عقیدہ اس بدتمیزی کے شور میں دب کر رہ گیا۔ لیکن ہر بریلوی عقیدہ کی یہ لازمی خاصیت ہے کہ مصنوعی ٹہنیاں خوب چمکدیں مگر گلاس کے گلدستہ کی طرح جڑیں ہیں ہی نہیں ہندہ راقم الحروف نے اس عقیدہ کی اصل تلاش کی تو بہت دور نہ جانا پڑا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس درد سہر کا علاج بریلوں کے گھر سے ہی مل گیا۔ دیکھئے بریلویوں کی ایک بہت معتبر اور مشہور کتاب ہے النوار ساطعہ جس کے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد مناظر اسلام نے لکھی تھی۔ براہین قاطعہ بریلوی دیوبندی کی باقاعدہ تنظیم انہی دو کتابوں سے ہوئی ہے اور اسی جلتی پر مولوی احمد رضا خان صاحب نے تیل ڈال کر اپنا نام مشہور کر لیا۔ بریلوں کی مشہور و معروف کتاب النوار ساطعہ جس نے بریلوی عقاید پر اہل سنت کا لیل لگایا اندازاً ساٹھ ستر سال کی لکھی ہوئی کتاب ہے لیکن اس کے مسائل اور موجودہ بریلوی مسائل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت کے بریلوی علماء عالم الغیب اور حاضر ناظر کے لفظ کو ہر داشت نہیں

انوارِ ساطعہ کی تصریحات

”ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے،“
(انوارِ ساطعہ مطبوعہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ ص ۵۲)

”بانیانِ محفل میلاد عام طور پر یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ روح مبارک

ہر جگہ موجود ہو جاتی ہے“ ص ۲۰

آج کل کے بریلوی تو یہ کہتے ہیں کہ ہر جگہ آپ موجود ہیں۔ اور کچھ جو احتیاط کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف سے تمام جہان کو لبروزی تفصیل کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ لیکن بریلویت کے آدم ثانی مولوی محمد السبع راہپوری انوارِ ساطعہ میں حاضر ناظر کے عقیدہ کو دھبا اور الزام قرار دیتے ہیں چنانچہ انوارِ ساطعہ میں فرماتے ہیں:-

تمام دنیا میں میلاد کی جتنی محفلیں ہو رہی ہیں وہاں چونکہ درود اور سلام پڑھا جاتا ہے۔ فرشتے آپ کو آکر درود اور سلام پیش کرتے ہیں تو اس ذریعہ سے آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں شہر میں میلاد کی محفل ہو رہی ہے۔ بلکہ ایک دن پہلے ہی جب میلاد کی محفل کرنے والا شیرینی اور تبرک کا انتظام کرتا ہے تو امت کے اعمال کی اطلاع دینے والے فرشتے صبح و شام جا کر عرض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص کل یا پرسوں میلاد کی محفل کرے گا۔ پس خیر یا لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح بخوبی ہو سکتا ہے۔ نہ اہل سنت والجماعت پر یہ دھبہ لگتا ہے کہ یہ لوگ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتے ہیں، اور نہ یہ کہ حاضر ناظر ان کو جانتے ہیں“ ص ۲۰

پُرانا بریلوی عقیدہ کیا تھا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر بات کا علم



اور اس کی مہار درخت میں پھنسی ہوئی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں۔ میں خداوند تعالیٰ کے بتائے بغیر اتنا بھی نہیں جانتا کہ کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے، "اشعة المعات ص ۲۹۲ نیز شیخ فرماتے ہیں:-

"نماز میں ایک خاص نور آپ کو حاصل ہوتا تھا جس کی وجہ سے آپ کو پچھلے نمازیوں کا حال معلوم ہو جاتا۔ ص ۵۵

اس واضح عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جہاں کہیں تمام علوم کے حصول کا لفظ لکھا ہے اس سے مراد علوم شریعت میں اور یہی عقیدہ حضرات علماء دلیوں کا ہے کہ شریعت کے تمام اصول اور فروع کا علم آپ کو دیا گیا اس کے سوا اگر کوئی تاویل کی گئی تو شیخ کے کلام میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا پھر کوئی عبارت بھی قابل اعتماد نہ ہوگی۔

بریلوی حضرات اس موقع پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں، مشکوٰۃ شریف باب المناجیہ فصل دوم میں ہے:-

"پس خداوند تعالیٰ نے اپنا قدرت کا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو زمین و آسمان کی ہر چیز کو میں نے جان لیا۔"

بریلوی حضرات اس حدیث کو کھینچ کھینچ کر دنیا بھر کے علوم اور ذرہ ذرہ تفصیل ثابت کرتے ہیں لیکن ساری حدیث پڑھنے سے جواب خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ یہاں گناہوں کے کفاروں کا بیان ہے اس لیے اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ انسانوں کی نجات کے متعلق ہر چیز کا علم آپ کو عطا کیا گیا، مشہور حنفی محدث حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

"یعنی جو چیز خداوند تعالیٰ نے آپ کو سکھائی بعض ان چیزوں سے جو زمین و آسمان کے اندر ہیں فرشتے اور درخت وغیرہ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علم وسیع ہے، اور ہو سکتا ہے کہ آسمان سے مراد اوپر کی

طرف ہو اور زمین سے مراد نیچے کی طرف ہو تو سب چیزیں اس میں آجائیں گی۔ لیکن بعض کا ذکر جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ ضروری ہے کیونکہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان زمین کی سب چیزوں کا علم ہے۔ جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے۔"

(مرقاۃ ص ۲۹۲)

مشکوٰۃ شریف کے سب سے بڑے شارح طیبی جن کا قول شیخ عبدالحق اور ملا علی قاری قول فیصل کے طور پر لاتے ہیں اس حدیث کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:-

"یعنی بعض چیزیں جو خداوند تعالیٰ نے سکھائیں آپ کو معلوم ہو گئیں نہ کہ ہر چیز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی گنتی بھی نہیں جانتے ریت اور مٹی کے ذرے بھی نہیں جانتے۔"

اسی مضمون کی دوسری حدیث ہے ہر چیز میرے سامنے روشن ہوگئی۔

فَتَجَلَّى لِي كُلَّ شَيْءٍ

یہاں بھی گناہوں کے کفاروں اور درجات کی بلندی کا بیان ہے حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

"یعنی بعض وہ چیزیں جن کو میرے سامنے ظاہر ہونے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی اوپر نیچے کے جہانوں سے مطلقاً یا خاص اس مسئلہ کے متعلق جس میں فرشتے بحث کر رہے تھے۔ پس میں نے اس معاملہ کی حقیقت معلوم کر لی۔"

بزرگان دین کے ارشادات سے ظاہر ہو گیا کہ ان حدیثوں میں ہر چیز کے علم سے مراد دنیا کی ہر چیز نہیں ہے بلکہ فرشتے جس مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہیں اس مسئلہ کے متعلق ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اور یہ بات مافی ہونی ہے لمعات اور مرقاۃ کا یہ لفظ بھی اسی مضمون کو ظاہر کرتا ہے۔

مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْذِّينِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ

یعنی جو باتیں دین میں ضروری حیثیت رکھتی ہیں ان کا پورا علم آپ کو دیا گیا
نیز فتنوں کے متعلق جس قدر حدیثیں آئی ہیں ان میں تاقیامت پیدا ہونے والے
اہم واقعات اور قابل ذکر فتنوں کا ذکر ہے۔ تمام دنیا کے تمام واقعات مراد نہیں
ہیں جیسا کہ حدیث کی شرح لکھنے والے علماء نے واضح کر دیا ہے حضرت عبداللہ بن
عمر کی حدیث کہ:

«خداوند تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے اٹھایا تو میں دیکھ رہا ہوں اس
کو اور جو کچھ اس میں تاقیامت ہونے والا ہے۔ جیسا کہ ہاتھ کی پھٹیلی

مجھے نظر آ رہی ہے»

کنز العمال ص ۹۹ میں یہ حدیث لکھی ہے اور ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث
ضعیف ہے، عقیدہ کے لیے صحیح روایت چلی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو دنیا صرف
زمین آسمان کے اندر کا نام ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزہ میں واضح
فرمایا ہے اور بریلوی حضرات ساتوں آسمانوں، اور زمین کے اندر ذرۃ ذرۃ کا علم رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ اس لیے کہ دلیل کافی نہیں ہے۔ بریلوی
حضرات تینوں زمانوں کا علم مانتے ہیں۔ نیز کسی چیز کو دیکھ لینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ اس کے تمام حالات تفصیل سے معلوم ہو جائیں۔ نیز مآ کا لفظ استغراق کے لیے
نہیں ہے بلکہ محدثین نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

اور نسیم الریاض کی عبارت کہ «آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی مخلوق آپ
کے سامنے پیش کی گئی پس آپ نے سب کو پہچان لیا» اس سے بھی بریلوی علماء
کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آدم علیہ السلام سے پہلی مخلوق کا ذکر اس عبارت
میں نہیں ہے۔ دوسرا مخلوق سے مراد صرف انسان ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کے زمانہ
سے پیشگی شروع ہوتی۔ پیش کرنے میں فقط صورت سامنے آتی ہے۔ تمام حالات
کی تفصیل کہاں ہے؟

ناظرین! بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لوح محفوظ
کی مکمل واقفیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تمام دلائل کا خلاصہ آپ کے سامنے ہے کوئی
قابل ذکر محدث یا مفسر، فقیہ یا مجتہد اس عقیدہ میں ان کے ساتھ نہیں مشہور حنفی محدث
علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں ذراری المشرکین کے بیان میں فرماتے ہیں۔
«اور یہ بات مذہب اہل سنت کو مضبوط کرتی ہے کیونکہ تقدیر اللہ کا
ایسا علم اور ایسا غیب ہے جو اس نے کسی کو نہیں بتایا نہ کسی مقرب
فرشتہ کو، اور نہ کسی نبی مرسل کو ص ۱۱۱»

معلوم ہوا کہ بریلوی عقیدہ اہل سنت سے الگ ہے۔

ناظرین! دنیا کا کوئی معتبر عالم ایسا نہیں جس نے صاف کھلے لفظوں میں پورا بریلوی
عقیدہ بیان کیا ہو۔ لیکن حضرات علماء دیوبند کو تمام محدثین اور جمہور اہل علم کی تائید
حاصل ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض امام اہل سنت کی مشہور معروف کتاب
شفاء شریف ہے۔ بریلوی حضرات کا تانا بانا یہی کتاب ہے۔ لیکن شفاء شریف نے ان
کے بدعتی عقیدہ کو کئی موقع پر مردود قرار دیا۔ چند مثالیں غور سے پڑھیے امام اہل سنت
قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں،

«لیکن جو باتیں دنیا سے تعلق رکھتی ہیں ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو
بعض چیزوں کا علم نہ ہو، یا کسی بات کو واقعہ کے خلاف سمجھیں اور اس بات
میں ان پر کوئی تعجب نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ ان کی توجہ آخرت اور اس
کی خبروں کی طرف، شریعت اور اس کے قوانین کی طرف مصروف ہے اور
دنیا کے کام اس کے برعکس ہیں دنیا والے دنیا کے ظاہری معاملات
کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں ص ۱۱۱ بیان خصیصۃ انبیاء»

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

«شیعوں کا وہم یہ ہے کہ انبیاء دنیا کی ہر بات کو جانتے ہیں۔ لیکن
بدبذ نے حضرت سیدنا علیہ السلام کو جو لفظ کہا تھا وہ اس کی تردید کرتا»

شرح شفاء ص ۲۹

واضح رہے ہڈ ہڈ نے بلقیس کا ملک دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو عرض کیا تھا مجھے ایسی بات کا علم ہے جو بات آپ کو معلوم نہیں ہے دیکھو سورت نمل شریف نیز فرماتے ہیں۔

”انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پہلے شریعت کا پورا علم دے دیا گیا۔“ ص ۱۲

بریلوی حضرات نے اسی بات کو لگا کر یہ کہنا شروع کر دیا، کہ وفات سے پہلے آپ کو ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم دے دیا گیا۔ آگے چلے۔ شفاء شریف میں ہے ”آسمان زمین میں خداوند تعالیٰ کی بادشاہت کا علم اور اللہ کی تمام مخلوقات کا علم۔ اللہ کے تمام ناموں کا علم اور بڑی بڑی نشانیوں کا علم، آخرت کے معاملات کا علم، قیامت کی شرطوں کا علم، نیک بخت اور بد بخت لوگوں کا علم، اور ماکان و مایکون یعنی جو ہو چکا اور جو ہو گا سب کا علم یہ سب باتیں ایسی ہیں جو وحی کے بغیر آپ کو معلوم نہ ہو سکتی تھیں۔ تو ان سب باتوں کے متعلق اصول یہ ہے کہ آپ ان تمام علموں میں شک اور شبہ سے معذور ہیں۔ بلکہ یقین کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔ لیکن ان چیزوں کی تمام تفصیلات کا علم آپ کے لیے ضروری نہیں ہے اگرچہ آپ کے پاس ان سب چیزوں کا اتنا علم ہے جو تمام انسانوں کے پاس نہیں ہے۔“ ص ۱۲

شفاء شریف نے خوب فیصلہ فرما دیا کہ ان علوم کی تفصیل جانتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ضروری نہیں ہے۔ لیکن حضرت ملا علی شفا کی شرح میں اور آگے بڑھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”یہ بات تصور اور عقل میں آہی نہیں سکتی کہ ان تمام چیزوں کا تفصیلی علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو سکے۔“ شرح شفاء ص ۱۲ نیز فرماتے ہیں

”(صرف بعض چیزوں کا علم جو تقدیر کے فیصلہ میں آپ کو عطا ہوا ہے“

ص ۲۱ نیز فرمایا:

”دنیا کے کام مشق اور تجربہ سے تعلق رکھتے ہیں جو ان کی طرف متوجہ ہو

اور ان میں مشغول ہو اس کی سمجھ میں آتے ہیں ص ۲۲

لیکن بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام پیشے تمام زبانیں جانتے ہیں۔ سبحان اللہ! گھر کا مذہب ہے۔

نیز فرماتے ہیں:-

”اگر خداوند تعالیٰ چاہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں

کے دلی بھید، اور آپ کی اُمت کے پوشیدہ خیالات پر اطلاع دے

دیتے۔ اس صورت میں آپ اپنے علم اور یقین کی بنا پر لوگوں کے مقدمات

کا فیصلہ فرماتے۔ شہادت، دلیل، ثبوت کی ضرورت نہ ہوتی۔۔۔

لیکن ایسا نہیں کیا اس لیے کہ۔۔۔۔۔ الخ ص ۲۳

نیز فرماتے ہیں:-

”غیب کا وہ علم جسے خداوند تعالیٰ نے اپنی ذات کے واسطے پسند

فرمایا پھر کسی کو نہیں بتانا۔ لیکن جس کو پسند کر لیتا ہے یعنی رسول تو

اس کو بعض علم سکھاتا ہے۔“ ص ۲۴

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

بعض نہ کہ کل۔ شرح شفاء ص ۲۴

بھائی مسلمانو! یہ کتنی صاف عبارتیں ہیں۔ شک شبہ کی گنجائش کہاں ہے لیکن

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ بریلوی عقیدہ اہل سنت کے خلاف وہم اور جاہلیت کی پیداوار ہے

بات کو ختم کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر بھیجے چلے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ بریلوی حیات النبی کے مسئلہ کو یہاں تک پھیلاتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود ہر شخص کی قبر میں تشریف لاتے ہیں یہ علماء دین کا عقیدہ نہیں ہے۔ اہل علم میں سے صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح ص ۲۴ میں اتنا لکھا ہے کہ:-

”قبر میں سوال کے وقت فرشتے جب کہتے ہیں کیا تو اس مرد کو پہچانتا ہے؟ تو اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔

کہ شاید آپؐ کی مثالی صورت قبر میں ظاہر ہوتی ہوگی۔“

بس اتنی بات کو ان لوگوں نے اتنا کھینچا کہ مثال صورت کا لفظ چھوڑ کر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہر شخص کی قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں اس واسطے عالم الغیب اور حاضر ناظر ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے علماء سب کے سب اس بات کے منکر ہیں۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

”امام احمد اور طبرانی کی روایت یوں ہے۔ مردہ پوچھتا ہے کہ یہ سوال کس کے متعلق ہے؟ اس وقت حضور علیہ السلام کا نام نامی اور اسم گرامی محمدؐ لیا جاتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ نام لینے کی ضرورت اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ آپؐ وہاں موجود نہیں ہیں امام ابن حجرؒ نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ اس کی قبر سے حضور علیہ السلام کی مبارک قبر تک ایک کھڑکی کھل جاتی ہے اور وہ دیکھ لیتا ہے یہ بات بھی بے ثبوت ہے۔ دیکھو مرقاۃ شریف ص ۱۹۵

اس کے بعد حضرت ملا علی قاریؒ نے دوسرے دلائل سے بھی ثابت کیا ہے کہ قبر میں فقط آپؐ کا نام اور ذکر تو آتا ہے۔ امتحان کے لیے اتنا کافی ہے آپؐ کی تشریف آوری امتحان کے مخالف چیز ہے۔

بریلوی حضرات کے پاس دھاندل کے سوا اس مسئلہ کا کوئی ثبوت نہیں نہ کہیں لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کی تشریف آوری حقیقتاً تو کبھی نہیں ہوتی اور قبر یا میلاد میں اس کا کچھ ثبوت نہیں لیکن قیام کرتے وقت خواتین لوگوں

نے ایک بہانہ بنا رکھا ہے۔ اٹھو حضرت تشریف لائے۔

در اصل بریلوی علماء کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے۔ مفتی احمد یار خاں گجراتی اپنی کتاب جاء الحق ص ۲۲ بحوث میلاد میں لکھتے ہیں:-

”پہلے انبیاء علیہم السلام نے اپنی مجلس میں فرمایا وہ تشریف لائیں گے

ہم اپنے مجمعوں میں کہتے ہیں وہ تشریف لے آئے۔ فرق ماضی و

مستقبل کا ہے۔“

لو سارا راز کھل گیا۔ بریلوی علماء کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضورؐ دنیا میں تشریف لاچکے ہیں عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری مجلس میں تشریف لے آئے ہیں۔ کیسی چالاکی اور فریب ہے ایسا لفظ تجویز کیا جس کے دو معنی بنتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور لیکن یہ راز چھپا رہے تو خیر ورنہ لوگ گلابھاڑنے کو تیار بھی نہیں ہوں گے۔ بریلوی عوام کو اگر اس راز کا پتہ چل جائے تو شاید ان کی میلاد کی محفلوں سے ساری دل چسپی ختم ہو جائے۔ مناسب ہو گا کہ اس موقع پر میلاد شریف کی محفلوں اور قیام کے متعلق علماء دلیو ہند کا مسلک اختصار سے بیان کر دیا جائے۔

میلاد شریف کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ذات شریف کے ساتھ ادنیٰ التعلق رکھنے والی چیز کا ذکر مستحب ہے۔ دیکھو چراغ سنت ص ۱۲

لیکن جس قدر کوئی چیز قیمتی اور اعلیٰ ہوتی ہے اسی قدر اس کے آداب و شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ بریلوی حضرات چاہتے ہیں کہ تمام برائیوں کو اچھے نام دے کر مسلمان قوم میں رائج کر دیا جائے۔ حضرات علماء دلیو ہند نام کی بجائے کام کی حقیقت پر نظر رکھتے ہیں اختلاف کی بنیاد یہی ہے۔ اس اختلاف کو مٹانے کے لیے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو:-

”باید کہ از بدعت با کہ عوام احداث کردہ اند از تعنی و آلات محرّمہ و منکرات

خالی باشند، مدارج النبوۃ ص ۱۲

ترجمہ :- میلاد شریف کی محفل عوام کی پیدا کی ہوئی بدعتوں یعنی گانا، اور ساز بجانا اور تمام منکرات یعنی برائیوں سے پاک ہونی چاہیے۔ منکرات کی تشریح حضرت شیخ نے بیان نہیں فرمائی، اس لئے کہ تمام خلاف شریعت چیزیں منکرات اور برائیاں ہیں۔ اس لیے منکرات اور برائیوں کا فیصلہ کرنے کے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ امام غزالیؒ کی تصنیف ”محکم دلائل و اصول“ اہل سنت والجماعت کے چاروں فرقوں میں مانی ہوئی کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت امام غزالیؒ نے بدعتی و عطلوں اور بدعتی مجلسوں کا جو نقشہ بیان کیا ہے، ایک عقل مند کے لیے فیصلہ کن ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں ”مسجد میں جو برائیاں کی جاتی ہیں، ان کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ کہانیاں

سنانے والے قصہ گو اور (پیشہ در) واعظ جو اپنے کلام میں بدعت ملا تے ہیں۔ پس قصہ گو واعظ اگر صاف بھوٹی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ تو وہ فاسق اور بدکار ہے اس کو منع کرنا مسلمانوں پر واجب ہے،

اسی طرح بدعت کا وعظ کہنے والا۔ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے منع کریں یعنی وعظ نہ کہنے دیں اور اس کی مجلس میں جانا صرف اس شخص کو جائز ہے جو ترویج کے واسطے جائے۔ اور یہ منع کرنا یا تو سب مسلمانوں پر فرض ہے اگر منع کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تو سب مل کر منع کریں؟ یا صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو اس کے ارد گرد رہتے ہوں۔ اور اگر منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو بدعت کی بات سننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ان سے منہ پھیر لو جب تک کسی اور بات میں مشغول نہ ہوں اور جب کسی واعظ کا کلام لوگوں کو بخشش کی امید دلانا ہو اور

لوگوں میں گناہوں کی جرأت پیدا کرتا ہو، اور لوگ اس کا کلام سن کر دلیر ہو جائیں، اللہ کی بخشش، معافی اور رحمت کا لوگوں کو یقین ہو جائے اس کا وعظ سننے کی وجہ سے لوگوں کا خوف خدا کم ہو جائے، اور بخشش کی امید بڑھ جائے تو یہ وعظ مستقل بُرائی ہے مجھ سے اس بُرائی کو منع کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کا لگاؤ بہت زیادہ ہے۔ بلکہ اگر وعظ ایسا ہو جس سے لوگوں کا خوف امید سے زیادہ ہو جائے تو یہ بات مخلوق کے لیے اچھی ہے کیونکہ لوگوں کو خوف کی بہت ضرورت ہے۔ لیکن انصاف تو یہ ہے کہ خوف اور امید، دونوں برابر ہوں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

”اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو جائے کہ ایک آدمی کے سوا سب لوگ دوزخ میں جائیں تو میں امید کروں گا کہ وہ ایک میں ہوں اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ ایک آدمی کے سوا سب جہنم میں جائیں تو میں ڈر جاؤں گا کہ شاید وہ ایک میں ہوں“

اور واعظ ان جو احوال ہو۔ بہت خوبصورت لباس اور شکل و صورت میں رہتا ہو۔ بہت زیادہ شعر و شمار وعظ میں پڑھتا ہو، ہاتھ سے اشارہ بہت کرتا ہو، وعظ کہتے وقت جسم کو حرکت بہت دیتا ہو اور اس کے وعظ میں عورتیں بہت آتی ہوں تو یہ صُنک ہے یعنی فتنہ اور بُرائی ہے۔ اس کو بند کرنا اور روکنا سب مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ اس میں اصلاح سے زیادہ لگاؤ ہے اور یہ بات اس وعظ کے حالات سے ظاہر ہو جاتی ہے جس شخص کے ظاہر میں پرہیز گاری نہ ہو جس کی شکل و صورت باوقار نہ ہو، جس کا لباس نیک لوگوں جیسا نہ ہو، وعظ کا مقام اس کے سپرد کرنا مناسب ہے۔ ورنہ لوگ دن بدن گمراہی میں بڑھتے جائیں گے اور جب فتنہ کا

خوف ہو تو عورتوں کو مسجد اور وعظ و ذکر کی مجلس سے منع کرنا ضروری ہے۔
 احیاء العلوم منکرات المساجد ص ۲۹۔ بھائی مسلمانو! امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
 کے لقب سے پکارے جاتے علم کلام، فلسفہ، تصوف، تفسیر و حدیث کے امام
 ہیں چاروں اماموں کے مذاہب میں اس پایہ کے بالکمال لوگ کم گزرے ہیں۔ آپ
 بدعتی واعظوں کی جو شناخت بیان فرمائی ہے تقریباً ہر ایک بریلوی واعظ پر صادق
 آتی ہے حضرت شیخ عبدالحقؒ نے فرمایا تھا کہ میلاد کی محفل منکرات سے خالی
 ہونی چاہیے لیکن امام غزالیؒ نے صاف صاف لکھ دیا کہ ہر بریلوی واعظ منکرات
 منترئی کی تصویر ہے اب یہ بات صاف ہوئی کہ اس زمانہ میں مجلس میلاد کی اصلاح
 بہت مشکل ہے۔ کیونکہ شریعت جن چیزوں کو بدعات اور منکرات کہتی ہے وہی بُرائیاں
 آج مولود کی محفل کی خوبیاں ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ وعظ کا مقصد قوم کی اصلاح ہے۔
 جھوٹی کہانیوں سے جھوٹی تفسیر سے، اور جھوٹی حدیثوں سے قوم بگڑ گئی ہے۔ چنانچہ
 حنفیوں کی معتبر کتاب مجالس الابرار جسے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تصدیق حاصل ہے۔
 وعظ کا معیار ان لفظوں میں بیان کرتی ہے:

”واعظ کی ساری توجہ اس بات کی طرف ہونی چاہئے کہ لوگوں کو دنیا
 سے آخرت کی طرف بلائے۔ گناہوں سے نیکی کی طرف، اور حرص
 سے قناعت کی طرف، آخرت کو ان کی نظر میں پیاری چیز بنادے
 اور دنیا سے نفرت دلائے۔ انہیں عبادت اور پرہیزگاری سکھائے
 کیونکہ لوگوں کی طبیعتوں میں عام طور پر شرعیت کی بغاوت اور بُرے
 کاموں کی کوشش کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لیے وعظ کو چاہئے کہ ان کے
 دلوں میں رعب ڈال دے، اور اُسے دے خطرہ سے ڈرائے تاکہ
 ان کے ظاہر باطن کی صفات تبدیل ہوں، اور ان میں نیکی کی حرمت
 اور گناہوں سے رجوع پیدا ہو، وعظ و نصیحت کا طریقہ یہی ہے۔ اور
 میں واعظ کا وعظ ایسا نہ ہو تو اس کا وعظ اس پر اور سنتے والوں پر

و بال ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ انسانی صورت میں شیطان ہے لوگوں
 کو حق کی راہ سے لکالتا ہے اور ہلاک کرتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ
 ایسے واعظوں سے اس طرح بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ اور
 جس شخص کو خداوند تعالیٰ نے طاقت دی ہو اس پر واجب ہے کہ
 ایسے واعظ کو منیروں سے اتار دے کہ یہ بات امر بالمعروف اور
 نہی عن المنکر میں داخل ہے اسی طرح وہ واعظ جو قصہ کہانی بیان
 کرتے ہیں گھسا بڑھا کر، یا جھوٹ اور بہتان ملا کر تو بزرگان دین نے
 ان مجلسوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ بعض قصوں کا سننا تو مفید
 ہوتا ہے اور بعد کا سننا نقصان دیتا ہے اگرچہ قصہ سچا ہو پس جس
 نے یہ قصہ گوئی کا دروازہ اپنے آپ پر کھول دیا۔ اس کو سچ جھوٹ
 اور فائدہ مند یا نقصان دہ کی تمیز نہیں رہتی۔ (مجالس الابرار ص ۴۲)
 معلوم ہوا کہ قوم کا اصلی روگ جھوٹے وعظ اور نقصان دہ کہانیاں ہیں۔ بریلوی
 واعظوں نے میلاد اور گیارھویں کی آڑ میں کان رس کا روگ لگا دیا ہے، اور شفا
 کا مسئلہ ایسے رنگ میں سناتے ہیں کہ قوم بدعمل نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔
 پیشہ در واعظوں کی غلط بیانی اور سہرا قصہ کہانی اس امت کے حق میں گناہوں
 کی شامت اور بدعملی کا عذاب ہے۔ درحقیقت دین سے بے پروائی اور دنیا پرستی
 کا جو دستور قوم میں رائج ہے اس کی انتہائی سزا یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے غفلت اور
 روگردانی کی سزا میں دین کا مقصد سمجھنے کی قوت اس قوم سے چھین لی ہے حتیٰ کو پچانے
 کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔ اب جھوٹی کہانیاں ہی ان کی قیمت کا فیصلہ ہے۔ سچ
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّ الْوَيْلِ كَذَّ الْوَيْلِ يَا ثَوْنَكُمْ مِنْ
 الْاَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاءُكُمْ فَاَيَاكُمْ وَاَيَا
 لَا يَفْتَنُوكُمْ وَلَا يَفْتَنُونَكُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف باب المقام)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کا مفہوم یہ لکھا ہے۔
 ”آخری زمانہ میں مکار اور جھوٹوں کی ایک جماعت ہوگی جو مکرو فریب
 سے علماء و مشائخ اور اولیاء اللہ کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔
 تاکہ اپنے جھوٹ کو چلائیں اور لوگوں کو باطل مذہب اور جھوٹے خیالات
 کی طرف بلائیں، تم کو ایسی حدیثیں اور کہانیاں سنائیں گے جو تم نے
 اور تمہارے باپ دادا نے کبھی نہ سنی تھیں پس اپنے آپ کو
 ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے آپ سے بچاؤ تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر
 سکیں اور فتنہ میں نہ پھنسائیں۔
 شیخ عبدالحق اس کے بعد فرماتے ہیں:-
 ”اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ دین سیکھنے میں احتیاط کرنی چاہیے
 اور اہل بدعت کی مجلس اور میل جول سے سخت پرہیز کرنا چاہیے
 خاص طور پر وہ بدعتی جو لوگوں کو بدعت کی طرف بلائیں، یعنی
 بدعتی علماء جو لوگوں کو بدعتی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت شیخ نے مثنوی مولانا روم کے چند اشعار لکھے ہیں جن کا
 مفہوم یہ ہے۔ مکار پیر انسانی شکل میں شیطان ہیں اس لیے ہر بات میں ہاتھ نہیں
 دینا چاہیے، یعنی پیر بنانے میں سخت احتیاط کی جائے۔ کہنے لوگ اولیاء اللہ
 کی باتیں چرا کر زبان پر لاتے ہیں اور بیمار دل والوں پر ان باتوں کا مترو پڑھتے ہیں۔
 شکاری بھی پرندوں کو پھانسنے کے لیے پرندوں کی سی آواز لگاتا ہے۔ مردوں
 کا کام روشنی کرنا اور دلوں میں گرمی پیدا کرنا ہے۔ یعنی ایمان کی گرمی جس سے
 نیکی کی قوت پیدا ہو، اور کمینوں کا کام مکرو فریب اور بے شرمی ہے۔
 (نوٹ) یہ حدیث بریلوی مذہب کی پیشینگوئی ہے۔ کیونکہ ان کا سارا دین سائنس
 اٹھویں صدی یا اس کے بعد بنا ہے۔

بھائی مسلمانو! حضرت علامہ دیوبند حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ذکر کو

حضرت امام مجدد کا فیصلہ

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:-
 ”میرا خیال یہ ہے کہ جب تک مولود خوانی بالکل بند نہ کی جائے لڑکی
 اور ہوس پرست لوگ باز نہیں آئیں گے، اگر تھوڑی چیز کی اجازت دی
 جائے تو بڑھ کر زیادہ ہو جاتی ہے۔“ مکتوب ع
 حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کا مرتبہ اور مقام ہماری تعریف اور تعارف کا محتاج
 نہیں۔ بہر حال مندرجہ ہے کہ حضرت امام مجددؒ کی اتنی سی بات قوم کی تمام بدعات اور
 بیماریوں کا قطعی علاج ہے مجددیت یہی ہے۔ بد نصیب لوگ اپنے نام کے ساتھ مجددی
 لکھنے کا شوق رکھتے ہیں لیکن مجددی بننے سے انکار ہے۔ امام مجدد الف ثانیؒ نے
 مرض کا اصلی سبب بھی بتا دیا کہ مولود اور گیارھویں کی مجلسیں قائم کرنے والے دین
 سے بیگانہ ہیں، محبت سے نا آشنا اور خالی ہیں۔ صرف مال جمع کرنے کی تجارتی کمپنی
 ہے امام مجددؒ نے ان لوگوں کو بواہوس کا خطاب دیا ہے مرزا غالب نے
 خوب کہا تھا:-

۵ ہر لو الہوس نے جن پرستی شعار کی،

اب آبروئے شیوہ اہل نظر، گئی !

کیا ہی اچھا ہوتا کہ لو الہوس جماعت، دین اور دینی عبادات کو ہوس کا
جال نہ بتاتی، اور حضرت محمد الف ثانی کو یہ فیصلہ دینے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی
اور دین کے کام اپنی اصلی وضع، اصلی سادگی اور اصلی رفتار پر جاری رہتے۔

میلاد کا قیام

بریلوی ٹکسال میں تھوڑی مدت سے یہ مسئلہ بھی تیار ہوا ہے کہ میلاد کی غفل
ختم ہونے پر ایک صاحب کہتے ہیں اٹھو حضرت تشریف لائے، پھر سب دہم کے
مارے ہوئے جلدی سے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے دیر لگائی
مردود ہو گیا اس مسئلہ کی پیدائش کب ہوئی، یہ معلوم کرنا بہت ہی مشکل ہے لیکن
بریلوی روایات یہ ہیں:-

۱۔ ششہ ہج میں مصر کے بادشاہ نے میلاد کی محفل شروع کی تھی۔ اس
محفل میں دس ہزار شقال سونا خرچ ہوا ہوگا، (انوار ساطعہ ص ۱۵۱ مطبوعہ دیوبند)
یہاں میلاد کی تاریخ تو معلوم ہوئی لیکن قیام کا کچھ پتہ نہیں۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں: چوتھ
دسویں سال میں اور اس کو ماہ ربیع الاول سے مخصوص کرنا، اور خاص بارہواں دن میلاد
کے واسطے معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں، سب سے پہلے
یہ عمل اس خاص صورت میں شہر موصل میں ہوا۔

اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر ہے تین لاکھ اشرفی
لگا کر بڑی محفل کرتا تھا۔

ایک عالم نے مولود شریف کے لئے کتاب لکھی، بادشاہ نے ایک
پونڈ انعام دیا۔ انوار ساطعہ ص ۱۵۹ تا ۱۶۲
پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین رحم

فرمانروایان ملک شام، اور بادشاہان ممالک مغربیہ اور اندلس کے اور

مفتیانِ عرب کے، ص ۱۱

ناظرین! یہ انوار ساطعہ بریلویوں کی سب سے معتبر کتاب ہے، اس میں مولود
کی تاریخ بلکہ بریلوی مذہب کا سارا بنیادی تصور معلوم ہوا الحمد للہ کہ دردِ سرختم ہوا
ناظرین! اس موقع پر چراغِ سنت ص ۵۷ دیکھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اسلام کے
دورِ تنزل میں جاہر بادشاہوں نے حقیقی اسلام کو مٹا کر اس کے بدل میں وہی اور
بنادنی اسلام کے کچھ تقصورات پیش کر دیئے تھے۔ علماء و بادشاہوں کے ہاتھ میں
کچھ پتیلیاں بن چکے تھے۔ دولت کی بارش نے انہیں حق کوئی بلکہ حق فہمی سے دور
ڈال دیا تھا۔ ہائے افسوس یہ عمارتِ دورِ جہالت، یہ ظالم دورِ استبداد بریلویت
کی یادگار چھوڑ گیا۔ آج بریلوی مؤرخ بڑی جرأت اور دلیری سے بیان کرتا ہے کہ ہمارا
دین بادشاہوں کا بنایا ہوا دین ہے۔ مفتیانِ عرب کا نام آخر میں لیا معلوم ہوا کہ
اصل میں اس مذہب کے بانی بادشاہ ہیں۔ عرب کے مفتیوں کے فتوے سے
اگر مولود کی بدعت بھری محفل جائز ہو سکتی، تو اس وقت کے تمام علماء عرب جو ان
بدعات کے منکر ہیں پھر آج عربی فتویٰ کیوں قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ کسی بزرگ
نے کیا خوب فرمایا:-

شعر:- وَهَلْ بَدَّلَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ
وَاجْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا

ترجمہ:- دین کو جاہر بادشاہوں، لالچی علماء اور بھوٹے درویشوں کے سوا کس
نے بگاڑا ہے۔

محفل میلاد کی تاریخ تو معلوم ہوئی لیکن قیام کا مسئلہ ابھی تک نامعلوم ہے اور
اس کی ابتدا معلوم کرنے میں بہت پریشانی ہوئی۔ صحابہ ایک دوسرے کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات سنتے اور سناتے لیکن کھڑا ہونا کسی وقت نہ
ہوتا کہی صدیاں اسی سادگی اور اصلیت پر گز گئیں۔ ایک دفعہ اتفاقاً ایک واقعہ پیش

آیا کہ تقی الدین سبکی جو تقریباً ساتویں اٹھویں صدی کے ایک عالم ہیں لغت کے
شعرن کران پر وجد کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور وہ کھڑے ہو گئے، ان کی تاہم
میں تمام اہل مجلس کھڑے ہو گئے اور یہاں سے یہ مسئلہ چل پڑا۔

لیجئے مسئلہ معلوم ہو گیا، کتنی مضبوط دلیل ہے؟ نہ معلوم لوگ ایسے مسائل
کو ماننے کے لیے تیار کیوں نہیں ہوتے؟

بندہ راقم الحروف نے بریلوی مذہب کی کتابوں میں بہت تلاش کیا لیکن
معلوم نہ ہو سکا کہ قیام کی رسم باقاعدگی سے کب شروع ہوئی؟ بریلوی عقیدہ
قیام کا طریقہ شروع میں یہ تھا کہ وعظ کے دوران میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیدائش مبارک کا ذکر آتا تو سب اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، اور یہ تصور جمہور اسلام
پر پڑھتے کہ آپ اس وقت دنیا میں تشریف لائے ہیں اور ہم آپ کا استقبال کر رہے
ہیں چنانچہ انوار ساطعہ میں یہی لکھا ہے۔

”ہر جگہ تو کھڑے نہیں ہوتے، محض وقت ذکر ولادت شریف کھڑے
ہوتے ہیں اس میں مناسبت یہ ہے کہ ولادت کے معنی یہ ہیں
آپ عالم بطون سے عالم ظہور میں آئے اور آنے والے کی تعظیم کو
کھڑا ہو جانا مستحب ہے“ الخ خلاصہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ شروع شروع میں قیام فقط اس مقصد اور موقع کے
لیے شروع ہوا تھا اب بدعت بڑھ گئی ہے اس لئے میت کو دفن کرنے کے
بعد بھی کھڑے ہو کر سلام پڑھنے لگ گئے ہیں، نماز جمعہ کے بعد بھی، اور جہاں دل چاہے
یہ کام شروع ہو گیا ہے لیکن اب یہ دستور ہے کہ ولادت شریف کے بیان کے وقت
نہیں کھڑے ہوتے بلکہ مجلس ختم کرتے وقت کھڑے ہوتے ہیں۔ مذہب بدل رہا ہے
خدا خیر کرے نت نئی تبدیلیاں ہوتی ہیں نہ معلوم کہاں پہنچے گا۔ گویا مسئلہ بائیں
باتھ کا کھیل ہے جدھر چاہا مرد لیا۔ بریلیوں کے پاس اس قیام کے دلائل
یہ ہیں۔

جواب

ذکر اور دعا میں فرق ہے دیکھو الصلوٰۃ والسلام ص ۲۳۲ درود شریف
اسلام دعا کی قسم سے ہے۔ اور اگر بریلوی حضرات یہ کہیں کہ ہم ذکر الہی کے لئے نہیں
بلکہ ذکر رسول کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ بات بھی غلط ہے اس لئے
کہ آپ کے ذکر کے موقع پر علماء دین نے ایسے آداب اور تعظیم کا حکم دیا ہے جو
آپ کی مجلس مبارک میں ملحوظ رکھے جاتے تھے، امام اہل سنت قاضی عیاض فرماتے
ہیں۔

”ہر مسلمان پر واجب یعنی ضروری ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا اس کے
پاس آپ کا ذکر مبارک کیا جائے تو ادب کی صورت بنالے اور باوقار
ہو کر بیٹھ جائے کسی قسم کی حرکت نہ کرے (یعنی بالکل آرام سے بیٹھا رہے)
اور اس پر آپ کے ذکر مبارک کی ہیبت اس قدر ظاہر ہونی چاہیے۔
جتنا کہ مجلس مبارک میں بیٹھنے کی صورت میں ہوتی۔ یعنی آپ کی مجلس
مبارک میں صحابہؓ جس قدر ادب سے بیٹھتے تھے کہ اوپر کی طرف
دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس طرح ادب سے خاموش بیٹھتے
اور آپ کے ذکر کی مجلس میں وہ آداب بجالائے جو خداوند تعالیٰ نے ہمیں
سکھائے ہیں (شفاء شریف مصری ص ۲۹)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں لکھا ہے کہ یا رسول اللہ! آہستہ کہنا
ضروری ہے (مختصر)

اب یہ بات صاف ہو گئی کہ جس مجلس میں آپ کا مبارک ذکر بیان ہو رہا ہو،
وہ مجلس معمولی مجلس نہیں رہتی بلکہ اس مجلس کے آداب وہی ہیں جو صحابہ کبار کو

خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے آداب سکھائے تھے۔ سب سے بڑا آداب یہ ہے کہ اس مجلس میں بلند آواز سے بولنا اس لئے منع کرنا ہے۔ پھر جب بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ آپ خود بھی تشریف لائے تو ان کے خیال میں وہ مجلس حقیقتہً آپ کی مجلس ہے پھر اس قدر بلند آواز سے سلام پڑھنا کتنا ظلم ہے۔ خدا کے بندو! جب یہ عقیدہ بنایا ہے تو اس کا ادب قائم رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو صحابہؓ کی آواز بھی نہ نکلتی تھی۔ تم لوگ ادب چھوڑ دیا ہے یہ بھی سوچ لیں کہ جب آپ تشریف لائے اس وقت تو تم رہے، اور اب جو آپ تشریف فرما ہیں تو تم نے شور مچانا شروع کر دیا۔

۳۔ بریلویوں کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ کھڑے ہو کر حدیث بیان فرماتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت کے لیے مسجد نبوی تشریف میں منبر رکھا گیا اور وہ اس پر کھڑے ہو کر حضورؐ کی تعریف بیان کرتے،

جواب

حدیث بیان کرتے وقت کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وعظ کہنے والا بلند ہو کر کھڑا ہو کر بیان کرتا ہے۔ منبر بنانے کا مقصد یہی ہے۔ لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وعظ کہنے والے، یا حدیث کا درس کس بڑے مجمع میں دینے والے کو کھڑا ہو کر دینا چاہیے۔ سلام پڑھنے والوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا۔ کیا صرف قیام کی مثالیں ہماری بدعت کو ثابت کر سکتی ہیں اگر ایسا ہے، تو یہی دلیل پیش کر دو چونکہ نماز میں قیام فرض ہے اس واسطے سلام کا قیام بھی فرض ہے اور جو منکر ہو وہ دین کا منکر ہے۔ دلیل اس قسم کی ہونی چاہیے جس سے درود اور سلام کے واسطے کھڑا ہونا ثابت ہو سکے۔ دنیاوی کاموں میں کھڑا ہونا اور چڑھنا۔

۴۔ چوتھی دلیل یہ بیان کرتے ہیں:

مشکوٰۃ شریف میں باب المصافحہ میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کو آپ ان کی طرف اٹھ کر جاتے اور ان کا

جواب

ی کے واسطے کھڑا ہوتا۔ اس کی کمی قسمیں ہیں:

۱۔ کسی پیارے عزیز یا بزرگ کی آمد پر اٹھ کر استقبال کے لیے آگے جانا، اور اس کو ساتھ لاکر عزت سے یا پیار سے بٹھانا جائز ہے اور یہ کھڑا ہونا تعظیم کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ استقبال کے لیے ہوتا ہے۔

۲۔ ایک کھڑا ہونا روانگی کے وقت ہوتا ہے جب آنے والا واپس جانے کے لیے اٹھتا ہے تو اس کو رخصت کرنے کے لیے حضورؐ دور اس کے ساتھ ہانا پڑتا ہے۔ اس واسطے اٹھنا پڑتا ہے یہ بھی جائز ہے اس کو قیام نہایت کہتے ہیں اسی طرح مجلس کا سردار جب مجلس برخاست کرنے کے لئے اٹھتا ہے تو سب لوگ گھروں کو جانے کے لئے اٹھتے ہی ہیں۔

۳۔ ایک کھڑا ہونا آنے والے کی تعظیم کے واسطے ہوتا ہے کہ کسی آنے والے اہل علم و فضل کی تعظیم کے لئے مجلس والے کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ بیٹھ جائے تو وہ بھی بیٹھ جائیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض اس کو جائز کہتے ہیں۔ اور بعض حدیث سے ناجائز ثابت کرتے ہیں۔

باب القیام کی تہدید میں دو نو مسلک شیخ نے لکھ دیے ہیں۔ حضرت سعدؓ کے واسطے الفدا کو اٹھنے کا حکم حضور علیہ السلام نے دیا تھا اس کی توجہ یہ شارح طیبی اور ملا علی قاری کے نزدیک یہی ہے کہ تعظیم کے طور پر نہ تھا بلکہ سواری سے اتارنے کے لیے تھا۔ قَوْمُوا اِلٰی سَيِّدِكُمْ میں حرف اِلیٰ اس کی مضبوط دلیل ہے۔ اگر تعظیم کا حکم ہوتا تو لَسَيِّدِكُمْ فرماتے۔ شیخ عبدالحقؒ کا ترجمہ بھی ایسا ہی ہے یعنی اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور اپنے سردار کی طرف جاؤ۔ تو گویا یہ قیام تعظیم کے لئے نہ تھا۔

سودت جب ہوتی کہ حضور کی تشریف آوری کا ان کو پتہ چلتا اور یہ لوگ تعظیم کے لئے اٹھتے پھر بیٹھ جاتے۔ ان کا اٹھنا تو ایسا ہے کہ جب اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو پھر پھر ایک کھڑے رہتے ہیں یہ قیام کی چوتھی قسم ہے جو یقیناً منع اور حرام ہے اور اس کے حرام ہونے میں آج تک علماء میں سے کسی نے شک شبہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بُری عادت کو سختی سے منع کیا اور بچیوں کی ناپسند عادت قرار دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو تو وہ دوزخی ہے خیال کرنا چاہئے کہ ایسی بات جس سے آپ نے اس قدر سختی سے منع فرمایا کیا آپ اس کو اپنی ذات کے لئے پسند فرما دیں گے۔ کیا اُمت کو اتنی بے شرمی مناسب ہے کہ جن باتوں سے حضور علیہ السلام نے سختی سے منع کیا تھا وہی برا سلوک آپ کے ساتھ کیا جائے۔ درحقیقت یہ اتنی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کی برائی بیان میں نہیں آسکتی اور خدا ہی جانے ان لوگوں کو اس گناہ کی کیا سزا ملے گی؟

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبار ہویں

میلاد اور قبر میں تشریف لاتے ہیں؟

اتنی بات آپ پر مہر چلے ہیں کہ مثالی صورت میں آپ کی زیارت خواب میں یا بیداری میں ہو سکتی ہے، اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا ہونا بعید نہیں ہے لیکن یہ بہت اونچے درجہ کے لوگوں کی شان ہے۔ ہم لوگ اگر اپنے ناپاک اور مشتبہ مالوں سے قائم کی ہوئی محفلوں پر غور کریں تو اتنی بڑی بات کہنے سے ہمیں شرم آتی چاہئے میلاد کی محفل میں آپ کی تشریف آوری کا ذکر قرآن میں بھی نہیں ہے نہ حدیث میں بھی نہیں ہے۔ صحابہؓ بھی ان باتوں سے نا آشنا معلوم ہوتے ہیں علماء اسلام و فتح عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ عالم بیداری میں صحابہؓ و تابعینؓ کے زمانہ میں کسی نے بھی آپ کی زیارت نہیں کی۔ اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۴۸۴ (ریزوانی)

بلکہ استقبال کے لئے تھا اور وہ تو جائز ہے۔ ہاں یہ ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے واسطے نہیں اٹھا کرتے تھے جیسا کہ آپ میں حضرت انسؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا۔ اس کے بعد جب صحابہؓ آپ کو دیکھتے تو آپ کی تعظیم کے لئے نہ کھڑے ہوتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں۔

ہم چوتھی قسم یہ ہے کہ لوگ کسی کی تعظیم کے لئے اٹھیں لیکن آنے والا بیٹھنا پھر بھی لوگ کھڑے ہی رہیں، یہ سخت منع ہے اور اس پر دوزخ میں ٹھکانا بنا لیا گیا دھمکی آئی ہے یہ سخت گناہ ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف باب القیام حضرت عائشہؓ اور ابوامامہ اور سعید کی روایت جس میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اب قابل بات یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا ان چاروں قسموں میں سے کس قسم میں داخل کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ پہلی قسم میں داخل ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ محبت اور شفقت کا اظہار فرمانے کے لئے آگے بڑھ کر استقبال فرماتے تھے جیسا کہ شیخ کے ترجمہ فارسی باب المصافحہ سے ظاہر ہے۔

میں استقبال فرماتی تھیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ کھڑا ہونا تعظیم کے لئے تو حضور علیہ السلام کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کی تعظیم کا کیا مطلب ہوگا۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ آپ حضرت فاطمہؓ کی تعظیم کے لئے ہمیشہ اٹھتے تھے تو یہ آپ کی سنت بن جائے گی اور ہر باپ کو اپنی بیٹی کی تعظیم کرنا سنت ہو جائے گا اور یہ مسئلہ تو سرسبز غلط ہے۔ لیکن بریلوی حضرات کا کھڑا ہونا استقبال کے لئے تو یقیناً انہیں ہے ان کے الفاظ دیکھو حضرت تشریف لائے، سے ظاہر ہے کہ تعظیم کے لئے اٹھتے ہیں اور آمد کا روانگی کا ان کو ویسے بھی پتہ ہے کہ استقبال یا مشاہدت کریں ان کا اٹھنا فقط تعظیم کے لئے ہے تعظیم کی پہلی صورت جو اختلافی ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جائز بعض کے ناجائز ہے ان کے ہاں موجود نہیں ہے کیونکہ وہ

۱۔ کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے اگر کسی کامل بزرگ کو حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو اس کا مطلب یہ کیسے نکل آیا کہ ساری مجلسوں میں آپ تشریف لاتے ہیں۔

۲۔ اگر خواب میں کسی شخص کو زیارت نصیب ہو تو کیا وہ شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے تھے۔ اور ہمارے شہر میں آپ کی تشریف آوری ہوئی اور اس سے بڑھ کر اگر کوئی عقل مند یہ کہنا شروع کر دے کہ چونکہ میرے گھر میں تشریف لائے تھے اس واسطے سب لوگوں کے گھر میں تشریف لاتے ہیں اور سارے لوگ رات کو اٹھ کر سلام پڑھنا شروع کر دیں اس بنا پر کہ ایک شخص کو خواب یا کشف میں زیارت ہوئی تھی لہذا آپ سب لوگوں کے گھر تشریف لاتے ہیں تو یہ بات عقلمندوں کے نزدیک کتنی غلط اور فضول ہے۔

۳۔ اور یہ بھی سوچو کہ جس مجلس میں بزرگان دین کو آپ کی روحانی زیارت نصیب ہوئی ان لوگوں نے بزرگوں کو سلام پڑھنے کے لئے کیوں نہ اٹھایا۔ بھائیو! اولیاء اللہ کے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے اس سے ہمارے واسطے کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ان کا مقام اور درجہ اپنا ہے ہمارا مقام اپنا ہے وہ کہاں اور ہم کہاں۔ اب سوچو کہ اتنی کمزور اور فضول دلیل کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے تو یہ لوگ کتنے ظالم ہیں کہ قوم کو فضول پریشان کر رکھا ہے۔ سارا بریلوی مذہب خواب و خیال اور وہم و وسوسہ کا مجموعہ ہے۔ بڑے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں، اور اس بڑی نسبت کے ساتھ اپنی علمی کمزوری کو چھپاتے ہیں۔ افسوس، افسوس، افسوس۔

اسی طرح قبر میں آپ کا تشریف لانا بالکل بے ثبوت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے صرف اتنا کہا ہے کہ شاید آپ کی مثال میت کو نظر آتی ہو۔ ماضی تنبیہ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن شیخ کے علاوہ ملا علی قاری جیسے علماء اسلام اس

میں سے کسی نے یہ بات نہیں لکھی، تو آخر یہ مسئلہ کہاں سے نکلا کہ اگر آپ یا ہمیشہ آپ ایسی محفلوں میں تشریف لاتے ہیں۔ بھائی مسلمانو! یہ بات اگر دردناک ہے۔ بریلویت اسلام کے اندر ایک دوسرا اسلام ہے اس معاملہ میں مسئلہ بنانے کا طریقہ بالکل نرالا ہے ان کا مسئلہ دیکھا دیکھی اور ان سے بنتا ہے یہ لوگ فریب خوردہ، اور کچھ فریب دینے والے ہوتے ہیں ان کی دو مشہور کتابیں ہیں دھاندلی، اور دھونس۔ جو مسئلہ دھاندلی اور شور و طعاع نہ بنے وہ دھونس سے بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن حدیث میں مسئلہ تلاش کرنا ان کے ہاں رواج ہی نہیں ہے دلیل یا حجتی ہوتی ہے جو اس سے آئے، یا عقلی جو عقل سے معلوم ہو، یا نقلی جو کسی لکھت اور تحریر ہو، یہ تینوں قسم کے دلائل چھوڑ کر ان کے ہاں مسئلہ کی بنیاد کشفی دلائل پر ہے لیکن علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کشف سے کوئی مسئلہ شریعت کا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ چراغ سنت میں بیان ہو چکا ہے۔ بریلویوں کی مشہور اور معتبر کتاب التوحید نے اولیاء اللہ کے واقعات لکھے ہیں کہ ان کو روحانی طور پر حضور علیہ السلام کا دیدار خواب یا بیداری میں ہوا اس سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی محفلوں میں تشریف لاتے ہوں گے۔ لیکن مسئلہ بن گیا۔ چونکہ بعض اولیاء اللہ کشفی طور پر آپ کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے معلوم ہوا کہ میلاد کی محفلوں میں تشریف لاتے ہیں۔ کتنی بے بنیاد اور بے ربط بات ہے کہ کوئی کم فہم بچہ بھی ایسی بات کہنے کو تیار نہ ہوگا۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جیسے شہداء کو اگر روحانی تعلق کی بنا پر حضور علیہ السلام کے ساتھ روحانی ملاقات نصیب ہو سکتی ہے تو اس سے بدعت بھری محفلوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:-

۱۔ علماء اسلام کا متفقہ ارشاد ہے کہ کشف سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

علماء کا اتفاق ہے۔ اگر یہ مجلسیں سماع کی نہیں ہیں۔ تو سماع کے احکام اور آداب سے ان کا کیا تعلق؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ سماع کی مجلس میں کھڑا ہونا قیام تعظیمی تو بہتر نہیں ہے صوفیہ مکرّم کسی کی آمد کے انتظار میں نہیں ہوتے۔ ان کی کیفیات غلبہ حال کی بنا پر ہیں۔ وہ لوگ قیام نہ کرنے کو اہل سنت سے خارج بھی نہیں سمجھتے بریلوں کا قیام ایک غلط عقیدہ کی بنا پر شرعی جرم اور بدعت ہے۔ ورنہ مطلق قیام تو مباح کے درجہ میں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بریلوی حضرات جو میلاد اور وعظ کی تمام مجلسوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور بالعموم ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک کے ساتھ تشریف لاتے ہیں مگر نظروں سے غائب ہوتے ہیں تو ذرا یہ بتائیں کہ ان مجلسوں میں تشریف لاکر آپ بیٹھ جاتے ہیں تو اس صورت میں آپ کے سامنے کھڑے ہو کر درود اور سلام پڑھنا کتنا گناہ اور کتنی بے ادبی ہے؟ کیونکہ ایسا قیام قطعی طور پر حرام ہے کہ مجلس کا سردار تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ آپ اس کو یقیناً ناپسند فرماتے ہوں گے کیونکہ یہ منکر لوگوں کی عادت ہے اس کو پسند کرنا دوزخی لوگوں کا کام ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف باب القیام فصل دوم میں حضرت امیر معاویہ کی روایت۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے اس کے سامنے کھڑے ہی رہیں تو وہ شخص دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔“

اس لئے ناممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ بات پسند ہو۔ اور ناراضگی آپ کی اس پر یقینی ہے اگر یہ کہیں کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں، تو یہ بات ایک مسلمان کو منہ سے کہنا ہی نامناسب ہے کیونکہ ادب کا

کے برعکس لکھتے ہیں۔ پھر آخر یہ مسئلہ نکلا کہاں سے؟ کہ آپ قبر میں تشریف لے گئے۔ بھائیو! خدا کا خوف کرو، بھوٹ دو جہان میں ذلیل کرنے والی چیز ہے۔ درپیش ہے قوم مظلوم اور جاہل ہے۔ اسلام کے حقیقی مسائل کی طرف ان کو کرنے کا وقت ہے۔ چھوڑو ان خرافات اور بھوٹی باتوں کو۔

لِقَوْمٍ اسْتَحْضِرُوا رَأْسَكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ

بریلوی حضرات قیام کے واسطے پانچویں دلیل یہ بیان کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم باب السماع میں فرمایا ہے کہ اگر سماع سننے والے صوفیہ میں سے کوئی وجد کے طور پر کھڑا ہو جائے، یا وجد کے طور پر کھڑا ہو جائے تو اس کے ساتھ موافقت کرنے کے لئے سب کو کھڑا ہو جانا چاہیے تاکہ اسے وحشت نہ ہو۔

جواب

چھوٹا منہ بڑی بات اسے کہتے ہیں۔ سماع صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے اور وعظ یا لغت خوانی کی مجلس کو آج تک کسی دنیا بھر کے عالم نے سماع نہیں کہا۔ سماع میں ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں جن میں محبوب کی زلف خد و خال چہرہ و رخسار کا ذکر ہوتا ہے۔ صاحبان حال ایسے کلام کو تاویل کے درجہ میں خدا تعالیٰ کی محبت کو حرکت دینے اور ابھارنے کے لئے پڑھتے اور سنتے ہیں۔ وہاں مجاز، استعارہ اور کنایہ سے خالی ایک لفظ بھی نہیں ہوتا۔ حقیقت پر محمول کرنا انتہائی حماقت، بیگانگی اور بے ادبی ہے یہی وجہ ہے کہ سماع کی محفل میں صاحبان حال اور اہل رسوم کے سوا کسی کو بیٹھنے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔ نوجوان اور خواہشات والوں کو ایسی مجلس میں بیٹھنا ہی حرام ہے اور یہ فتویٰ امام غزالی صاحب نے احیاء العلوم باب السماع میں ہی دیا ہے اس لئے بریلوی حضرات اگر گیارہویں کی مجالس کو سماع کی مجالس قرار دیں گے تو ایسی مجلسیں عوام الناس کے لئے قطعاً حرام ہیں، اور اس بات میں تمام صوفیہ اور

ساری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے

بریلوی پروجیکٹ تقویت الایمان کی جن عبارتوں کے سہارے پر زندہ ہے، ان کا ایک حصہ آپ اسی رسالہ میں پڑھ چکے ہیں۔ دوسری عبارت یہ ہے :-

”جس نے اللہ کا حق (عبادت) اس کی مخلوق کو دیا، تو بڑے سے بڑے (یعنی بہت بڑے) سما کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل (یعنی بہت ذلیل) کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔“

اور دوسری جگہ یہ کہا ہے :-

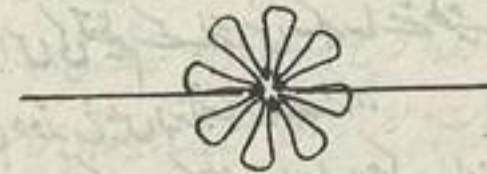
”ذره ناپ چیز سے بھی کمتر“

اس عبارت پر ان لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ بزرگان دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ذلیل، چار اور ذرہ کمتر کہا ہے۔ بھائی مسلمانو! اس عبارت کو غور سے پڑھو۔ اس میں بزرگان دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کہاں ہے؟ یہ تو بین کے الفاظ تو سب سے پہلے ان کی زبانوں اور قلوب پر آئے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور دیکھا ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کے مقابلہ میں چار کا درجہ ہوتا ہے، خدائے قدوس کی عظمت و جلال کے مقابلہ میں ساری مخلوقات کو وہ نسبت بھی حاصل نہیں جو بادشاہ اور چار کے درمیان موجود ہے کیونکہ چار اور بادشاہ دونو انسان ہیں، جنس دونوں کی ایک ہے۔ زمانہ کے انقلابات میں یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ چار

مقام ہے۔ اگر یہ کہیں کہ آپ بیٹھتے ہی نہیں ہیں تو سخت افسوس کہ پھر لوگ کیوں مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ الغرض بریلوی قیام میں دو خرابیاں ہیں ایک خرابی تو یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے ان لوگوں نے جابجا آپ کی شان اور آوری کا عقیدہ بنالیا ہے اور اس کی بنیاد بھی وہی عالم الغیب اور حاضر ناظر کا عقیدہ ہے اس لئے یہ عقیدہ شرک ہے اگر اسی بات پر قیام کر رہتے کہ فرشتوں کے بتانے سے آپ کو میلاد کی مخلوق کی خبر ہوتی ہے تو اس میں شرک نہیں تھا پرانا بریلوی عقیدہ یہی تھا۔ جیسا کہ انوار سالعہ میں لکھا ہے۔

اس وقت کے بریلوی عالم الغیب اور حاضر ناظر کے لفظ سے دور بھاگتے رہے دیکھو انوار سالعہ ص ۲۷ مطبوعہ دیوبند۔ اگر تشریف آوری کا عقیدہ ان کا نہیں ہے تو اعلان کریں پھر ان پر فقط ایک رہ جائے گا کہ درود اور سلام پڑھنے کے لئے رکھڑا ہو جانا عملی بدعت ہے۔ ہندوگان دین کے ہاں نہ تھی۔

بریلوی حضرات قیام کے مسئلہ کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس کو اہل سنت والجماعت کا نشان قرار دیتے ہیں، اور بعض ان کے علماء نے قیام نہ کرتے والوں پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے کوئی بریلوی عالم ذرا ہمیں یہ بات سمجھا دیں کہ قیام کی رسم باقاعدہ طور سے کب سے شروع ہوئی ہے؟ بھائی مسلمانو! یہ مسئلہ اگر اسلام کا مسئلہ ہوتا تو بزرگان دین اس سے کیوں محروم رہتے؟



بادشاہ بن جائے لیکن مخلوق کے لیے خدا بننا ہمیشہ کے لیے ناممکن ہے۔ اور چار میں کئی طرح سے مناسبت اور مشابہت موجود ہے لیکن خالق اور مخلوق کے درمیان کسی قسم کی مشابہت ماننا کفر ہے دیکھو الصلوٰۃ والسلام ص ۱۸

مولانا اسماعیل شہید کا مطلب یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان مشابہت اتنی بھی نہیں جتنی بادشاہ اور چار کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ ایک عام فہم مثال ہے جو شخص اتنی بات نہیں جانتا وہ توحید سے بے خبر ہے کیونکہ تشبیہ اور تعطیل کی نفی کیے بغیر توحید کا بیان ناممکن ہے۔ بریلوی حضرات نے مخلوق کا معنی خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو قرار دیا۔ اس لیے کہ یہ لوگ تشبیہ کے فاسد عقیدہ میں مبتلا ہیں۔ ذیل کے لفظ پر شور مچانے والے یہ نہ سمجھے کہ ذیل کا لفظ قرآن مجید میں ایمان والوں کی تعریف میں آیا ہے اِذْ لَئِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِمْتَازٌ وَاٰیٰتٌ لِّمَنۡ يَّحْكُمُ اور شاید بریلوی حضرات نماز میں عَبْدًا وَاٰیٰتٌ لِّمَنۡ يَّحْكُمُ کا لفظ تو بڑھتے ہوں گے۔ لفظ عبد کی تشریح دیکھو الصلوٰۃ والسلام ص ۱۸ اور ص ۱۹ اور سورۃ مریم کی آیت اِنَّ كُلَّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اَتٰی الرَّحْمٰنَ عَبْدًا۔ میں عبد کا لفظ موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز خداوند تعالیٰ کے سامنے عبد کے درجے میں ہے۔ احناف کی مشہور تفسیر مدارک میں عبد کی تفسیر یوں کی ہے:

ذَلِیْلًا خَاشِعًا یعنی ہر چیز دنیا اور آخرت میں خداوند تعالیٰ کے سامنے ذیل ہے۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن اور مظہری میں بھی عبد کا ترجمہ ذیل بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ زمین و آسمان کے درمیان کی ہر چیز خداوند تعالیٰ کی جناب میں ذیل ہے۔ عبد کا معنی یہی ہے عاجزی کرنے والا احکم ماسنے والا۔ ذیل۔ اگر زیادہ تشریح درکار ہو تو امام راغب اصفہانی کی مفردات القرآن دیکھیے ص ۲۷۱

عبودیت کے معنی ہیں اپنی ذلت کو ظاہر کرنا ہے، اور عبادت اس سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ عبادت کا معنی ہے انتہائی طور پر ذیل ہونا۔ اب یہ بات صاف ہو گئی کہ عبد کا معنی ہی ذیل ہے اور اللہ کی جناب میں ذیل ہونا ہی وہ شہنشاہی اور فخر ہے جو تمام بنی آدم میں سے کامل طور پر خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور قرآن مجید نے آپ ﷺ کو فرمایا۔

یاد رہے کہ ذیل کے معنی تابع و عاجز اور بے بس کے ہیں۔ ہمارے انجیلی محاورہ میں بد اخلاق اور کمینہ انسان کو ذیل کہتے ہیں۔ یہ پنجابی محاورہ ہے اہل علم کے نزدیک ذلت کے معنی عبادت اور طاعت کے ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے لَا ذَلُوْلٌ تَشْرِیْرًا لِّلرَّحْمٰنِ۔

جو لوگ مخلوق کا خالق کے سامنے ذیل ہونا عیب سمجھتے ہیں وہ نہ توحید کی حقیقت سمجھے ہیں نہ عبادت کی۔ اور خداوند تعالیٰ کی شان سے تو وہ اتنے بے خبر ہیں کہ ان کو کلمہ توحید پر اپنا ایمان تازہ کرنا چاہیے۔ ناظرین ان دلائل پر بھرپور غور کیجئے :-

۱۔ قرآن مجید کی شہادت سے معلوم ہوا کہ ایمان والے ایمان والوں کے آگے ذلیل ہیں۔

۲۔ عبادت کا معنی یہی ہے انتہائی ذلت ظاہر کرنا۔

۳۔ تفسیر مدارک، تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن مظہری کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ ساری مخلوق خداوند تعالیٰ کے سامنے دنیا اور آخرت میں ذیل ہے یعنی عاجز اور بے بس۔ لیکن بریلوی حضرات کے لیے یہ علمی دلائل کافی نہ ہوں گے اس لیے اس مضمون پر چند بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت امام محمد والی ثانی "قدس سرہ فرماتے ہیں :-

"ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب

گزرے ہیں مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دیتے اور عبادت سے منع کرتے تھے، اور اپنے آپ کو بندہ اور عابد کہتے تھے۔ خداوند تعالیٰ کی ہیبت اور بزرگی سے ڈرتے کانپتے رہتے تھے۔ مکتوب ۱۶

بندہ، عاجز اور ڈرتے، کانپتے کا لفظ حضرت امام مجتہد نے عبادت انبیاء علیہم السلام کی شان میں فرمایا ہے۔ بریلوی حضرات توجہ فرمادیں۔

۲۔ عوارف المعارف تصوف کی مشہور و معروف کتاب حضرت شیخ شہاب الدین سروردی کی تصنیف ہے جو سلسلہ سروردیہ کے بانی اور کاملین اولیاء کے پیشوا ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانی نے مکتوب شریف میں کئی جگہ اس کتاب کو بطور سند پیش کیا ہے اس کتاب کے باب ۱ میں حضرت شیخ شہاب الدین سروردی نے فرمایا:

بَلَّغْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَكْمُلُ إِيمَانُ الْمَرْءِ حَتَّى يَكُونَ النَّاسُ عِنْدَهُ كَالذَّبَابِ عِثَّةٍ تَرْجَحُ إِلَى نَفْسِهِ فَيَرَاهَا أَصْغَرَ صَاغِرٍ - إِشَارَةً إِلَى قُطْعِ النَّظَرِ عَنِ الْخَلْقِ -

ترجمہ:- ہم کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک سارے انسان اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی جیسے نہ ہو جائیں پھر اپنی طرف دیکھے تو یہ سمجھے کہ میں ہر حقیر سے زیادہ حقیر ہوں۔

حضرت شیخ شہاب الدین یہ حدیث کہنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے مسلمان بالکل ناامید ہو جائے۔ یعنی سب انسانوں کو مینگنی کی طرح نفع اور نقصان سے خالی سمجھے، کسی سے نفع یا نقصان کی امید نہ رکھے یہی وہ توحید خالص ہے جس کی طرف تقویۃ الایمان میں دعوت دی گئی ہے۔ اس میں

شک نہیں کہ نیک لوگوں کی تابعداری میں نفع ہے اور ان کی نافرمانی میں نقصان ہے۔ لیکن یہ نفع نقصان خداوند تعالیٰ کی طرف سے ملے گا ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کاملین اولیاء اللہ نے معرفت کی بلندیوں پر پہنچ کر یہ سب معلوم کیا اور بتایا۔ بریلوی حضرات سوچیں تقویۃ الایمان میں ساری مخلوق کو خداوند تعالیٰ کے سامنے یا آگے ذلیل یا چار کی نسبت دی۔ لیکن اس حدیث میں جو شیخ شہاب الدین سروردی نے روایت کی ہے سب انسانوں کو اونٹ کی مینگنی جیسا کہا گیا ہے۔ اور یہ لفظ حدیث کے ہیں۔ کیا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ شہاب الدین سروردی پر بے ادبی کا فتویٰ دیں گے؟ آگے چلیے۔

۳۔ یہی الفاظ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات میں بھی محفوظ ہیں۔

نکتے سخن در توکل افتاد۔ فرمود کہ اعتماد بر حق باید کرد و نظر بسج کس بناید داشت بعد از آن بر لفظ مبارک ساند کہ ایمان کے تمام نشو و نما ہمہ خلق نزدیک او ہمنما چنان نماید کہ بیشک شتر۔

ترجمہ:- توکل کی بات چل پڑی تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے اور کسی پر نگاہ نہ رکھنی چاہیے اس کے بعد آپ نے فرمایا کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک ساری مخلوق اس کو اونٹنی کی مینگنی جیسی نظر نہ آئے۔ فوائد الفوائد۔ جلد میری مجلس آٹھویں۔

یاد رہے کہ یہ کتاب بریلوی حضرات کے ہاں مسلم ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے احکام شریعت ص ۹۱ میں بڑی تعظیم سے نام لیا ہے۔ اور حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض التریاحین کے آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سروردی کے عقیدہ میں یوں لکھا ہے:

تمام مخلوقات۔ ملائکہ جنات۔ انسان۔ عرش۔ کرسی۔ لوح محفوظ۔

زمین اور آسمان وغیرہ عظمت الہی کے سامنے رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہے۔

اور حضرت شیخ خرف الدین یحییٰ مینری نے مکتوب ۳۵ میں فرمایا ہے: ”جب تو اس ذات کی عظمت و جلال کا خیال کرے تو ساری مخلوق عدم نظر آئے۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ص ۱۷۷ کتاب الایمان فصل ۲ میں فرماتے ہیں:-

”شیخ عبد الوہاب متقی مکی نے رسالہ جبل المتین فی تقویۃ الیقین میں فرمایا ہے۔ چار چیزیں ایسی ہیں کہ راہ خدا میں چلنے والے کو ان پر یقین کرنے سے چارہ نہیں۔ پہلی چیز توحید ہے۔ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے۔ تمام کمالی صفات سے موصوف ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے نفع یا نقصان، خیر یا شر، نہ دینا یا دینا سب کچھ اس کے حکم اور تقدیر کے ہے۔ اس عقیدہ کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی توجہ مخلوق کے نفع اور ضرر وجود اور عدم سے پھر جاتی ہے۔“

یعنی عقیدہ توحید کا فائدہ یہ ہے کہ انسان مخلوقات کی طرف سے نفع یا ضرر کی امید بھڑکتا دیتا ہے اور اسے مخلوقات کے موجود ہونے یا معدوم ہوتے کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

امام غزالی احیاء العلوم ص ۸۵ قواعد العقائد میں فرماتے ہیں: ”اگر سارے انسان، سارے جنات، تمام فرشتے اور شیطان مل کر ایک ذرہ کو ہلانا چاہیں، یا ٹھہرانا چاہیں تو خداوند تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر اتنا بھی نہیں کر سکتے عاجز ہیں۔“

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الفتح الربانی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:-

ان الخلق عجزٌ عدم

ترجمہ:- ساری مخلوق عاجز اور معدوم یعنی ناپید ہے۔ نہ تو مخلوق کے ہاتھ میں کسی کی ہلاکت ہے، نہ کسی چیز کے مالک ہیں، نہ ان کے ہاتھ میں دولت ہے نہ غریبی ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، نہ ان کے پاس حکومت ہے بجز خداوند تعالیٰ کے نہ اس کے سوا کوئی قادر ہے، نہ دینے والا ہے، نہ روکنے والا ہے، نہ ضرر دینے والا، نہ نفع دینے والا، نہ مارنے والا نہ جلانے والا۔

ناظرین! اس موقع پر دیکھیے چراغ سنت ص ۱۰ تا ص ۱۹۔ ارشادات حضرت پیران پیر امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ”کیا سعادۃ“ میں محبت، شوق، رضا کے بیان میں دوستی کے چوتھے سبب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اما صفت تنزیہہ و پاکی از عیوب آدمی را این کمال کے تواند بود

۱۰۰۰۰۰

ترجمہ:- لیکن تنزیہہ کی صفت اور عیبوں سے پاک ہونا، آدمی کو یہ کمال کب حاصل ہو سکتا ہے۔ آدمی میں پہلا نقص تو یہ ہے کہ بندہ ہے۔ اس کی ہستی اپنی نہیں ہے بلکہ کسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس سے بڑھ کر نقص کیا ہوگا؟ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اپنے باطن کے حالات سے یعنی جاہل ناواقف ہے دوسری چیزوں کو تو کیا جانے۔ اور اگر اس کے دماغ میں ایک رگ پھٹ جائے تو دیوانہ ہو جاتا ہے اور اسے سمجھ نہیں آتی کہ اس دیوانگی کا سبب کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اس بیماری کی دوا اس کے سامنے ہو اور اسے معلوم نہ ہو۔ اس کی عاجزی اور جہالت کا جب حساب کرے

فتور ہوگا۔۔۔۔۔ ۱۰۰

بریلوی حضرات غور فرمادیں، اگر ساری مخلوقات جیسی ہزاروں مخلوقات کو پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں داخل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کا ممکن ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں:

”ساری مخلوقات نقص اور نقائص سے خالی نہیں ہے، بلکہ اس کا عاجز مخلوق حکم کا پابند اور بے بس ہونا عین عیب اور نقص ہے ص ۱۶۲ احیاء العلوم تصوف کی مایہ ناز کتاب جو حضرت فخر محمد الدین العربی کی

تصنیف ہے، اس میں یہ ارشاد بھی موجود ہے:

نَعْتَقِدُ اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهِ مَعَ رَبِّهِ
عَبْدًا ذَلِيْلٌ خَاشِعٌ اَوْ اَكْثَرُ مُنِيْبٌ ۱۰۰۰۰۰

ترجمہ: ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں اپنے رب کے ساتھ بندے ہیں ذلیل، عاجزی کرنے والے، بہت فریاد کرنے، رجوع کرنے والے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر تمام قطبوں کا اتفاق ہے۔

(نوٹ) فتوحات مکیہ مل نہیں سکی یہ حوالہ غالباً صحیح ہے، دوسرے حوالے اس کی تائید میں بیان ہو چکے ہیں۔

بریلوی حضرات اطمینان فرمادیں کہ تقویۃ الایمان کی ایک ایک عبارت کی تائید میں قرآن کریم کی آیات، احادیث، محدثین مفسرین اور صوفیہ کرام کے بیشمار اقوال موجود ہیں۔ کاش کہ بریلوی علماء علمی کتابوں کا مطالعہ فرماتے پھر تقویۃ الایمان کے کیڑے نکالنے سے خود بخود باز آ جاتے۔ ۱۰۰

ان مدعیان باطل کی کیفیت ساری اتنی ہے

کچھ دھوکا دینے والے ہیں کچھ دھوکا کھانے والے ہیں



کہ کتنی ہے تو اس کے علم اور قدرت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔ اگرچہ صدیق ہے، یا پیغمبر۔ پس عیبوں سے پاک وہ ذات ہے جس کا علم بے انتہا ہے، اور جہالت کی میل کچھیل کو اس کی طرف راستہ نہیں ہے اور قدرت اس کی کمال ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

ناظرین! اس عبارت پر ذرا غور فرمائیں۔ خداوند تعالیٰ کی شان تو یہ بیان کرتے ہوئے حضرت امام غزالیؒ نے کس قدر صاف فہموں میں صدیقیوں اور پیغمبروں کو عاجز اور جاہل فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بلکہ عام لوگوں کو بھی ایک قسم کی قدرت اور علم عطا فرمایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کو عاجز اور جاہل کہنا ان کی بے ادبی نہیں بلکہ بیان حقیقت ہے۔ پھر یہ بھی غور فرمادیں کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تو ساری مخلوق کا عام لفظ فرمایا تھا۔ امام غزالیؒ نے صدیق اور نبی کا نام خاص طور پر لیا۔ بریلوی حضرات اگر انصاف فرمادیں تو معاملہ صاف ہے۔ نیز امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے باب محبت اور شوق درقا میں بھی ایسی عبارتیں لکھی ہیں۔ بریلوی حضرات صفت قدرت اور صفت تنزیہ کے باب میں ایسی عبارات کا مطالعہ فرمادیں اور یہ عبارت بھی وہیں ہے:

”وہ ایسا جبار، تبار اور علم قدرت والا ہے کہ سارے آسمان اس کی قدرت کے داہنے ہاتھ میں پٹے ہوئے ہیں، زمین اور اس کی بادشاہت اور جو کچھ اس پر ہے اس کے قبضہ میں ہے۔ ساری مخلوق کے ہاتھ اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اگر ساری مخلوق کو اول سے آخر تک ہلاک کر دے تو اس کی بادشاہت میں ایک ذرہ کی کمی نہیں آئے گی۔ اور اگر ساری مخلوق کے برابر ہزاروں مخلوقات اور پیدا کر دے تو نہ اسے تکان ہوگی اور نہ اس کی ایجاد میں

بھائی کے برابر ادب کرنے کا الزام اور اس کا جواب

بریلوی حضرات کے پاس مسلمان قوم میں پریشانی اور پھوٹ ڈالنے کا ایسا ہتھیار ہے کہ تقویۃ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بڑے بھائی سے ملا دیا اور یہ کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ بڑے بھائی کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بھائی کا لفظ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اپنے پاس سے نہیں لکھا بلکہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ پوری حدیث اور اس کی تشریح تقویۃ الایمان میں یوں ہے :

”مشکوٰۃ کے باب عشرة النساء میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ بنی بنی النضر نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ بھرا اس نے سجدہ کیا پیغمبر کو، سوان کے اصحاب کہنے لگے کہ اے پیغمبر خدا تجھ کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت، سو ہم کو تو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی“ ف۔ یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سوا اس کی بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، اگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں سوان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ خدا کی سی؟

بھائی مسلمان! اس ساری عبارت پر غور کرو۔ اس میں کہیں رتبہ یا درجہ کا لفظ لکھا

ہے؟ یا کہیں بڑے بھائی کے برابر تعظیم کرنے کا لفظ موجود ہے؟ اگر نہیں ہے تو مسلمان قوم کی بد نصیبی اور بد بختی پر افسوس ہزار افسوس کہ بریلوی حضرات تھوٹ اور بہتان کے ذریعے سے جاہل مسلمانوں کی دینی عقیدت کو غلط استعمال کرتے اور حنفی مذہب کی مرکزیت، اتحاد و اتفاق اور سالمیت کو تباہ کرتے ہیں۔

خدا کی پناہ معاذ اللہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ اور عزت میں، درجہ اور شان میں حقیقی بڑے بھائی یا باپ کے برابر نہیں سمجھتا۔ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہو اس نے آپ کو نبی نہیں مانا۔ اس لیے اس کے کافر ہونے میں کیا شک ہے۔ خود تقویۃ الایمان میں ہے :

”ہمارے پیغمبر سب جہان کے سردار ہیں، اللہ کے نزدیک اُن کا رتبہ سب سے بڑا ہے“ ص ۶۵

بھائی کا لفظ

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام روحانی اور ایمانی رشتہ کے اعتبار سے ایمان والوں کے باپ اور تمام نبیوں کے نبی ہیں، بلکہ ساری کائنات کا اصل ہیں۔ آپ کی پاک بیبیاں اسی رشتہ کی بنا پر ہماری مائیں ہیں اور ساری امت آپ کی روحانی اولاد۔ اس رشتہ کے اعتبار سے بھائی کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن جسمانی اعتبار سے آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں بشر میں، اس واسطے کہ بشر کی اولاد ہیں، انسانی برادری میں شامل ہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے انبیاء کو انسانوں کے بھائی قرآن اور حدیث نے کہا ہے۔ قرآن مجید میں بیبیوں جگہ انبیاء علیہم السلام کو کافر قوموں کے بھائی کہا ہے۔ بریلوی حضرات کبھی کبھی قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی دیکھ لیا کریں۔ اس جسمانی رشتہ کے اعتبار سے آپ کو بھائی تو کہا جاسکتا ہے لیکن باپ نہیں کہا جاسکتا۔ خود رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا میں تمہارے لیے باپ کی مانند ہوں۔ مشکوٰۃ
باب آداب الخلاء میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا :-

”میں تمہارے حق میں نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے باپ کی
مانند ہوں۔ جب کوئی شخص پاخانہ میں جائے تو کعبہ شریف کی طرف
منہ بھی نہ کرے، پیٹھ بھی نہ کرے اور تین ڈھیلے یا پتھر استعمال
کرے۔“

دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خود فرمایا کہ میں تمہارے
واسطے ایسا ہوں جیسا باپ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی خیر خواہی شفقت اور
عنایات امت پر اتنی بے حساب ہیں کہ باپ کو اس کا کرداروں حصہ بھی میسر
نہیں۔ لیکن آپ نے باپ کی بجائے اپنے حق میں باپ کی مانند کا لفظ استعمال
فرمایا۔ یہی بات قابل غور ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب مقیاس الحنفیت ص ۵۵ طبع
اول میں فرماتے ہیں :

”آپ بمنزلہ باپ کے ہیں اور یہ بھائی کہیں“

جو اب اعراض ہے کہ بھائی کہنا اگر بے ادبی ہے تو باپ کہنا بھی یقیناً بے ادبی ہے
کیونکہ باپ کا مرتبہ بھی تو حضور علیہ السلام کے مرتبہ سے بہت کم ہے جو اعتراض آپ
لوگ بھائی کہنے پر قائم کرتے ہیں وہی اعتراض باپ کہنے پر بھی پیدا ہو سکتا ہے
اور اگر آپ یہ فرمادیں کہ باپ کہنے کے دلائل موجود ہیں تو بیشک جہانی رشتہ کے اعتبار سے
بھائی ہونے کے دلائل بھی موجود ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کتاب النظائر میں صحیح مسلم کی یہ حدیث موجود ہے :

وَدِدْتُ اَنَّا قَدَرَايِنَا اِخْوَانَنَا رَا حَدِيثَ

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثیب کے قبرستان میں قبر والوں
کو اَسَلَامٌ عَلَیْکُمْ دَاوَسَ قَوْمٌ مُّؤْمِنِیْنَ اہل زمانے کے
بعد آنے والی امت کو ان بظنوں سے یاد فرمایا : ”مجھے اس بات

کا شوق ہے کہ کاش میں خود اور میرے ساتھی اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے“
یعنی آپ کے بعد دنیا میں آنے والے مسلمانوں کو بھائی فرمایا صحابہؓ
نے عرض کیا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم میرے صاحب
ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں پیدا نہیں ہوئے؟
حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں :- اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحابہؓ
آپ کے بھائی نہ تھے بلکہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ صحابہؓ
تو بھائی بھی ہیں اور اصحابی بھی ہیں۔ بعد میں آنے والے فقط
آپ کے بھائی ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ سَبَّحَ
(مرقاۃ ص ۲۴)

بالکل یہی عبارت حافظ خدا بخش صاحب مرحوم قصوری شاگرد حضرت غلام
محی الدین قصوری نے اسی حدیث کے ماتحت اپنی شرح قلمی میں لکھی ہے جو بندہ
کے پاس موجود ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :-
”اخوت اسلام امر عام است کہ ہر مسلمان را شامل است“
(ص ۲۴۱ شعبہ)

ترجمہ :- اسلامی بھائی ہونا ایسی عام چیز ہے جو سب مسلمانوں کو شامل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ سب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلامی
بھائی ہیں۔ بھائی مسلمانو! یہ حدیث بچی اور معتبر ہے اس میں غور کرنا چاہیے
اگر بھائی کا لفظ بے ادبی ہوتا تو صحابہؓ یہ لفظ کہنے کی جرأت کس طرح کرتے؟ کیا ہم آپ
کے بھائی نہیں ہیں؟ یعنی ہیں۔ اور یہ بھی سوچو کہ بھائی کا لفظ اگر حضور علیہ السلام
نے فقط تواضع کے طور پر فرمایا ہوتا تو صحابہؓ نے کیوں بے تکلف یہ لفظ کہہ
دیا اور حضرت ملا علی قاری حنفی محدث جسی بزرگ شخصیت کس قدر صاف لفظوں
میں فرما رہے ہیں کہ بعد میں آنے والے تمام لوگ آپ کے بھائی ہیں۔ اور

شرح یوں ہے :-

” صدیقین، شہداء اور صالحین کا عطف نبیین پر ہو سکتا ہے اور یہ سب لوگ خداوند تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے ساتھ محبت کرنے میں رسول اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ایمان والوں کو اپنا بھائی فرمایا ہے۔“

اس کے بعد امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی سابقہ حدیث اور مسند امام حنبل کی روایت لکھی ہے۔ دیکھو مطالع المسرات ص ۲۲۲

مسئلہ ضرورت کی حد تک صاف ہو چکا ہے لیکن بریلوی حضرات کا ایک شبہ باقی ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو واضح کے طور پر امت کے لوگوں کو بھائی فرمایا۔ ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ادب سے کریں۔ بزرگانہ القاب اور خصوصی صفات کے موجود ہوتے ہوئے بھائی کہنے کی ضرورت کیا ہے؟ بعض جہلا یہ بھی کہتے ہیں کہ بشر یا بھائی کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو واضح کے طور پر فرمایا ہے واقع میں آپ نہ بشر ہیں نہ بھائی کا لفظ کہنا جائز ہے اور اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ جیسے کوئی دولت مند آدمی عاجزی کے طور پر یہ کہہ دیتا ہے کہ میں غریب آدمی ہوں تو اسے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے لیکن چونکہ وہ غریب نہیں ہے اس لیے لوگ تو اسے غریب نہیں کہتے۔

جواب

تواضع کا معنی جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا نہیں ہے بلکہ تواضع کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو بھی اپنے جیسا انسان سمجھے اور بلند مرتبہ کے باوجود عام انسانوں سے اپنے آپ کو بلند نہ ظاہر کرے۔ انفرادی انسانی کی مشترکہ صفات جو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں اپنے لیے بھی تسلیم کرے یہ مسئلہ چونکہ علم اخلاق سے تعلق رکھتا ہے اس لیے علامہ شیخ جلال الدین دوانی

شیخ عبدالحق جیسے بزرگ نے بات کو کتنا صاف کر دیا۔ انصاف تو یہ ہے کہ کئی حدیث سے جو بات ثابت ہو جائے مسلمان مان لیتا ہے، لیکن پکا بریلوی تو وہ ہے۔ قرآن حدیث کی بجائے وہم کا تابعدار ہو۔ اس مضمون کی حدیث مسند امام احمد حنبل میں بھی موجود ہے۔ لیکن جن لوگوں کے لیے میں اپنا قیمتی زندگی کا حصہ خرچ کر رہا ہوں ان کے پاس آسان جواب یہی ہے۔ ”حدیثیں پڑھنا و بائوں کا کام ہے۔ ہم تو حنفی ہیں بزرگوں کو ماننے والے ہیں۔“

اس لیے بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں :-

شیخ محی الدین بن عربی نقوی کے مشہور امام ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانی ”جیسے بزرگ ان کی عظمت و جلالت کے قائل ہیں۔ آپ فتوحات مکیہ کے پانچویں باب میں فرماتے ہیں :- فَخَنُّ الْإِخْوَانَ وَهُمَا لَا ضَحَابَ۔“

ترجمہ :- ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں اور وہ لوگ اصحاب تھے۔ غور فرمادیں ان الفاظ کا کہنے والا کون ہے؟

دلائل الخیرات درود شریف کی مشہور اور معتبر کتاب ہے۔ حضرت صوفیہ کرام اور پنجاب کے سجادہ نشینوں سے اس کا درجہ پوچھ لیجئے۔ اس کتاب دلائل الخیرات میں تمام نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور نیکو کار لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کہا گیا ہے اور درود شریف کی عبارت میں کہا گیا ہے۔ یعنی بریلوی حضرات دلائل الخیرات پڑھتے وقت ان لفظوں کو ثواب سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اور یہی لفظ ہم کہیں تو کفر کا فتوے عطا فرماتے ہیں۔ درود شریف کے الفاظ یہ ہیں :- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِنَا مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔ درود شروع حزب ثالث اور یاد رہے کہ ایسا ہی درود شریف حزب رابع کے شروع میں بھی موجود ہے بریلوی بھائیو! یہ کیا غضب ہو رہا ہے کہ بڑے بڑے بزرگان دین بھائی بھائی کا لفظ کہہ رہے ہیں۔ دلائل الخیرات کی مشہور معتبر عربی شرح مطالع المسرات میں اس

کی مستند کتاب لوامع الاشراف فی مکارم الاخلاق میں اسے دیکھیے :

”تواضع آنست کہ خود را مریتے ہر کسائیکہ درجاہ فروتر از وہ باشد
ندانند و ہلاک در کسب این ملک مذکر اشترک افراد انسانی است
امور فطری و سمات نقص و افتقار و صفات عجز و اضطراب باعتبار
وحدت اصلی“ ۶۱۰۰۰۰ ص ۶۳

معلوم ہوا ہے کہ شریعت یا اسلامی برادری کا بھائی ہونے کا ارشاد اگرچہ
تواضع ہے پھر حقیقت کا اظہار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی واقعہ
واقعہ کے خلاف تو بیان نہیں فرمایا۔ لیکن بریلوی حضرات تھوڑی سی تکلیف
کی گوارا فرمائیں تو ظاہر ہو جائے گا کہ انسانی برادری یا اسلامی اخوت اسلام کی جان
اور ایمان کی روح روان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد جو وظیفہ
بطور عبادت پڑھتے تھے وہ حدیث کی معتبر کتاب ابوداؤد شریف باب ما یقول
السَّجِّلُ اِذَا سَلَّمَ میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد
یہ وظیفہ پڑھتے تھے :

”اے اللہ! اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب! میں گواہی دیتا

ہوں کہ تو رب ہے، واحد لا شریک ہے..... میں گواہی دیتا

ہوں کہ تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہوں۔ ابوداؤد شریف ص ۲۱۸

بھائی مسلمانو! ایمان بہت قیمتی چیز ہے خدا کے لیے اس حدیث کو سوچو اس
حدیث میں تواضع کا کیا موقع ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے
بعد جس بات کی شہادت خداوند تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہیں وہ ایک عمل
اور عبادت ہے، اسلامی عقیدہ کا بنیادی اصول اور شہادت ہے۔ یہ وظیفہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا اور آج تک اتباع سنت کا شوق رکھنے
والے اس عمل کو جاری رکھتے ہیں۔ اس وظیفہ میں پہلے آپ نے اقرار کیا کہ میں بندہ
ہوں پھر یہ شہادت اور اعلان کے طور پر فرمایا کہ تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

واضح شہادت اور ہر نماز کے بعد اس کا اعلان اس بات کی پیشین گوئی تھی
اس امت میں شاید کہ ایسے کوڑھ مغز بے سمجھ پیدا ہونے والے ہیں جو رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی عالمگیر برادری سے خارج کرنا ادب اور نیکی
بھین گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ تمام انسانی برادری کے سردار بلکہ خزانہ کائنات
و انسان، بشر، یا اسلامی برادری، اسلامی اخوت کا فرد کہنے کی ضرورت کیا ہے؟
اس ضرورت پر یہ لوگ بڑا زور دیتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس ضرورت
کو پیدا کرنے کو پیدا کرنے والے یہی لوگ خود ہیں۔ حضرت مولانا شہید کے سامنے
یہی بے سمجھ لوگ تھے جو بشر کہنے کے باوجود بشر کہنا بے ادبی کہتے ہیں۔ فی الواقع
اگر آج یہ جاہل لوگ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ہم کو بشر یا انسان وغیرہ کہنے
کی ضرورت کبھی نہ پیش آئے گی اور ہم انشاء اللہ ان الفاظ کو زبان پر عمر بھر
نہ لائیں گے۔ ہاں مگر قرآن پڑھتے وقت۔

ضرورت کا سوال کرنے والے یہی سوچ لیوں کہ قرآن وحدیث میں ان الفاظ
کی کیا ضرورت تھی؟ جو ضرورت وہاں ہے وہی یہاں ہے؛ نزول قرآن کے وقت
روسے سخن کہہ کے کفار کی طرف تھا جو انبیاء کو بشر مان کر رسول نہ مانتے تھے نہج
آپ لوگ ہیں جو رسول مان کر بشر نہیں مانتے۔ اُس وقت یہ بتانا پڑتا تھا کہ بشر
رسول ہو سکتا ہے، آج ہمیں یہ بتانا پڑتا ہے کہ رسول بشر ہو سکتا ہے۔ تقویۃ
الایمان کی مشکوٰۃ والی حدیث پر ایک بار پھر غور فرمائیے۔ جس شخص نے اونٹ کو سجدہ
کرتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب
کی تھی اُسے آپ نے کیا فرمایا؟

”اپنے رب کی بندگی کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔“

حضرت مولانا شہید کا مطلب یہ ہے کہ بھائی کا لفظ یہاں حضور علیہ السلام نے

کیوں فرمایا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ آپ یوں فرما دیتے :

”اپنے رب کی عبادت کرو اور میری تعظیم کرو۔“

تو اس میں کیا فرق پڑتا تھا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں سجدہ کے لائق نہیں ہوں، اس واسطے کہ خدا نہیں ہوں، بلکہ انسانی برادری کا فرد ہوں۔ میری عبادت تو خود نہیں ہے، تعظیم ہو سکتی ہے وہ بھی اس حد تک کہ عبادت کے طریقہ پر نہ ہو۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بڑے بھائی کے ہاتھ تعظیم کرنے کا لفظ تو معاذ اللہ لکھا ہی نہیں۔ ان جاہلوں نے اپنے پاس سے لوہا لگھڑ لیا ہے۔ وہ تو صرف اتنا ارشاد فرماتے ہیں کہ تعظیم کی دو قسمیں ہیں، خدا کی سی تعظیم اور انسانوں کی سی تعظیم۔ یعنی شرعی حدود میں رہتے ہوئے ایک انسان کسی انسان کی جتنی زیادہ سے زیادہ تعظیم کر سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق دار ہیں۔ لیکن خدا کی سی تعظیم یعنی سجدہ اور عبادت وغیرہ کے آپ حق دار نہیں ہیں۔

اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین ہیں۔ ہر مسلمان کا حق ہے کہ آپ کا ذکر مبارک ہمیشہ اذہب و احترام سے کرے، لیکن کبھی کوئی شخص آپ کی ذات گرامی صفات کو شرک کا تختہ مشق بنائے تو اس کے سامنے بغزورت مجبوری حضور علیہ السلام کی صفات عمومیہ مثلاً مخلوق ہونا، عبد ہونا، انسان ہونا انسانوں کی اولاد ہونا۔ بیان کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ایسے موقع پر قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ رَزَعْتُمْ مِنْ دُوْنِہِ (الایۃ) اور اس قسم کے ارشادات فرمائے ہیں۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ توہین، بے ادبی اور بے پرداہی کے طور پر تو رسول اور نبی کہنا بھی کفر ہے۔ اور لبشر یا بھائی کہہ کر پکارنا آج تک دنیا میں ہوا ہی نہیں نہ ہو سکتا ہے۔ البتہ مسئلہ اور درجہ کے عقیدہ میں بریلوی علماء کی کتابیں بھی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، انسان ہیں اور اس بات میں کچھ اختلاف ہی نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفن کے بعد

اذان کہنے کا مسئلہ

دین اسلام کو قابل اصلاح و ترمیم سمجھنے والوں کی ایک نئی ایجاد یہ بھی ہے کہ قبر پر دفن سے فارغ ہو کر اذان پڑھتے ہیں، پھر اس بناؤی عقیدہ کی بنا پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی قبر پر تشریف لاتے ہیں، مرد و عورت اور بچہ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے اس مسئلہ کا مثبت پہلو واضح کیا جائے کیونکہ اللہ کے دین میں ہر وقت اور ہر حالت کے لئے ہدایات موجود ہیں۔ دفن کے بعد شرعی طور پر کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کوئی مسلمان مرجائے تو اسے گھوڑوں پر بند نہ رکھو۔ اور جلدی سے قبر کی طرف لے چلو، اور دفن کے بعد اس کے سر کی طرف آتھ سے مفلحون تک سورۃ البقرہ کا ابتدائی حصہ پڑھو۔ اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرہ کا آخری حصہ اَمِّنَ الرَّسُولُ اٰخِرُ تِلْكَ اَمْرُهُ وَالصَّحِیْحَةُ اِنَّہٗ مُوقُوْفٌ (مشکوٰۃ شریف باب دفن النبیؐ ص ۱۳۹) نیز حضرت مخروم بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نے نزع کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت میں فرمایا۔

”میری قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہو سکتا ہے تاکہ تمہاری دعا سے مجھے ثابت قدم نصیب ہو، اور میں اللہ کے فرشتوں کا جواب سمجھ سکوں۔“ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۹)

نیز حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے پس فرماتے تھے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور خداوند تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اسے نکیر میں جواب میں ثابت قدمی عطا فرمادیں کیونکہ اب اس سے پوچھا جا رہا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید صاحب زادہ حضرت ابراہیمؑ اور عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر پانی پھرنے کا حکم دیا ہے (ابن ماجہ، البوداؤد بنزار وغیرہ بحوالہ شامی ص ۸۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبر پر پانی پھرنے کے بعد سب لوگ کچھ دیر بیٹھ کر میت کے لئے گناہوں کی بخشش، اور منکر نکیر کے جوابات پر ثابت قدمی کی دعا مانگیں اور یہ بیٹھا اتنی دیر تک ہو کہ جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے، اس کی کھال اتارنے گوشت بنانے اور ہانٹنے پر لگتی ہے، کیونکہ اونٹ کی جان بھی دیر سے نکلتی ہے چڑا اتارنے پر بھی بہت وقت خرچ ہوتا ہے، گوشت کاٹنا اور تقسیم کرنا بھی بڑا کام ہے درحقیقت مسلمان بھائی پر یہ بہت بڑا احسان ہے ایک مسافر آج ہی نہی منزل اور نہی دنیا میں آیا ہے، شام کا وقت ہے دین اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان کی پڑتال اور تحقیقات درپیش ہے، مسلمان بھائی کا اتنی احسان اس پر یہ ہے کہ نہایت خاموشی تو جہ اور زاری سے اس کے واسطے دعا دلواتا کریں کیونکہ میت پر نہایت خطرناک وقت ہے، کسی من مری کے نیچے پڑا ہے ہماری آواز کسی مادی اور طبعی ذریعہ سے اُسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی بلکہ خداوند تعالیٰ کے پہنچانے سے ہی پہنچ سکتی ہے اور خداوند تعالیٰ کی رحمت کو فقط سنت طریقوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے یہاں بدعات کو تراشنے اور ایجاد کرنے کی بجائے سنت کی پناہ لینی چاہیے اگر اپنے قیاس سے اپنی عقل کی ایجاد سے اذان یا کوئی اور بناوٹی کام کیا تو میت کی حق تلفی بھی ہوئی، اور سنت سے عرومی بھی ہوئی۔

استغفار اور دعا کے ساتھ میت کے سر اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول، آخر پڑھنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

ف و شوافع اس کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی ص ۸۷ کتاب الاذکار امام نووی ص ۱۱۱ اشعۃ المعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۱

لوگ قبر پر اذان کہنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اذان کے الفاظ سے میت کو جوابات تعلیم اور تلقین ہوتی ہے۔ وہ اذان کے الفاظ کا سورۃ بقرہ کے اول آخر سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔

۱۔ اذان کے الفاظ قرآنی الفاظ نہیں ہیں، اور سورۃ بقرہ کے اول و آخر قرآن کریم کی ایسی آیات ہیں جن کے فضائل بے شمار ہیں۔

۲۔ سورۃ بقرہ کا اول آخر حدیث سے ثابت ہے اس پر بزرگان دین کا عمل بھی ثابت ہے۔ لیکن اذان کہنا نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں، نہ بزرگان دین کے عمل میں، ہاں بدعت سے ضرور ثابت ہے۔

۳۔ اذان کے الفاظ میں توحید و رسالت کا نہایت سادہ تصور ہے۔ لیکن سورۃ بقرہ کے اول و آخر میں ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کے تمام بنیادی اصول، ارکان، اعمال، افعال کا پورا پورا تصور موجود ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک ہو تو اس دعویٰ کو جانچ کر کے دیکھیں، پھر اگر میت کو تلقین اور تعلیم ہی مقصود ہے تو ایسی جامع شافی کافی مبارک تعلیم سے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

۴۔ سنت کی روشن مثال کے مقابلہ میں بدعت کو سوچنا ہی کتنی جرات ہے؟۔ سورۃ میت کو جوابات کی تلقین کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ جو کتاب الاذکار ص ۱۱۱ شامی اشعۃ المعات ص ۱۱۱ پر درج ہے شافعی مذہب میں اس کا زیادہ رواج ہے خفیوں میں بہت تصور ہے لوگ اس کے قائل ہیں شامی کے تین درجہ کا فیصلہ یہ ہے "مناسب یہ ہے کہ مروجہ تلقین نہ کی جائے"

بحوالہ الرائق ص ۱۱۱ میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں:۔ تلقین میت بہت سے شافعیوں اور بعض خفیوں کے نزدیک مستحب ہے، اشعۃ المعات ص ۱۱۱۔

معلوم ہوا کہ خفیوں میں اس کے قائل بہت کم لوگ ہیں، اور بندہ مولف عرض کرتا ہے کہ تلقین میت کی ضرورت اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو سورۃ بقرہ کے اول و آخر

کے برابر تلقین کے الفاظ ناممکن ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی تلقین کے لئے اس سے زیادہ جامع مضمون کہیں نہیں ہے پھر دُنبًا لَا تُؤْخِذْنَا سے جو دعا شروع ہوتی ہے انصاف سے سوچئے کہ وہ کس قدر حسبِ حاصل اور مناسب ہے مگر افسوس کہ لوگوں کو مسائل پیدا کرنے کا شوق لگ گیا ہے، ان کو قرآن کے الفاظ اور سنت طائفوں میں کچھ نور بھی نظر نہیں آتا۔ یاد رکھو کہ بدعت کا ٹھکانا ہوا چراغِ اہل صراط پر بجھ جائے گا۔ اور فقہاء کا حال پر اطلاع حاصل ہونے کے بعد افسوس کے سوا کیا حاصل؟

واقع ہو کہ دفن کے بعد اذان دینا ایک نیا مسئلہ ہے، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفیہ میں، بزرگانِ دین کے مبارک زمانہ میں ان بدعتوں کا نام و نشان اور رواج ہرگز نہ تھا۔ چنانچہ کئی صدیوں تک تو قریب اذان کا ذکر تک نہیں آتا۔ پچھلے زمانہ میں بعض غیر قابلِ ذکر شافعی لوگوں نے اس کو جاری کیا، اور فقہاء و اخلاف نے اس کو بدعت کا خطاب دیا چنانچہ حنفی فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ شامی ص ۳۵۳ میں ہے:-

”علامہ خیر الدین ربی نے بحر الرائق کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں نے شافعی مذہب کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ کہیں کہیں نماز کے علاوہ بھی اذان کہنا سنت ہے، جیسا بچہ کے کان میں اذان کہنا، غرور، مگی والا، مھذب ناگ بدخلق انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا، جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت اذان کہنا بھی سنت ہے کسی نے یہ بھی کہا ہے۔

کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت، اس قیاس پر کہ جب دنیا میں پیدا ہوا تھا اس وقت بھی بچہ کے کان میں اذان کہی جاتی ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شرحِ عباب میں رد کر دیا ہے۔۔۔ الخ

ظاہر ہے کہ یہ کتابیں شافعی مذہب کی ہیں ہم اس کے جواب دہ نہیں ہیں، پھر غور کیجئے کہ بریلوی مذہب کا مسئلہ بیار لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ قیل کسی گناہ شخص نے کہا ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہی جائے لیکن علامہ ابن حجر نے شرحِ عباب میں اس کو رد کر دیا ہے۔

طر اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

حنفی مذہب میں تو اس اذان کا نام نشان ہی نہیں، شافعی مذہب میں بھی اس بدعت کا یہ حال ہو رہا ہے عند انزالِ البیت کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ شافعی مذہب میں یہ رواج تھا کہ میت کو اتارتے وقت اذان کہتے تھے۔ دفن کے بعد اذان کہنے کی بدعت آج تک اہل علم میں سے کسی کو نہ سوجھی۔ دین کی تمام کتابیں آج تک اس کے متعلق خاموش ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ص ۳۴ میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنے کے بیان میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں:-

”احادیث میں جو الفاظ میت کو رکھتے وقت پڑھنے کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ انہیں سے بند رہنے سے اس بات کا اشارہ نکلتا ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل دستور بن گیا ہے سنت نہیں ہے اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صاف صفا لکھ دیا ہے، کہ دفن کے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے پیدائش کی اذان پر قیاس کر کے اسے سنت کہا ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے۔“

اس کے بعد علامہ نے ایک زریں اصول بیان کیا ہے جس پر غور کرنے سے بریلویوں کے دماغ ہلکے تمام مسائل کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے موجو رواج کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ کرنا سنت ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاص نماز فرض کے بعد مصافحہ کرنا

کہیں منقول نہیں ہے، تو اب اگر ایسا کام پابندی سے کیا جائے تو عام لوگ اس وہم میں پڑ جائیں گے کہ یہ سنت ہے۔ اس لئے نمازِ غائب پر جمع ہونے سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جس کو بعض عبادت گزاروں نے

ایجاد کیا تھا کیونکہ یہ نماز خاص ان راتوں میں کہیں منقول نہیں ہے اگرچہ نماز بہترین چیز ہے۔

اب یہ سنئے کہ نماز رغائب کیا ہے، بحر الرائق ص ۵۳ میں ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے اس پر لوگوں کا جمع ہونا مکروہ ہے، اور یہ بدعت ہے۔

واضح ہو کہ بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو کر رجب کے اول جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۲ رکعت نفل دود و کر کے پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں اس کا رواج چل گیا تھا سو چنا یہ ہے کہ علماء نے اس سے کیوں منع کیا؟ نفل عبادت کی ہر روز اجازت ہے، پھر منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام چیز کو کسی جگہ، یا وقت، یا مقرر تاریخ پر متعین کر لینا، اور اس میں خصوصی تاثیر سمجھنا دین پر زیادتی ہے اس بنا پر ہر نماز کے بعد مصافحہ سے علامہ شامی منع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج علماء حق و حق کے بعد اذان سے منع کرتے ہیں گو اذان میں اللہ کا ذکر ہے لیکن قبر پر قرآن پڑھنے اور دعا استغفار کا موقع ہے یہ رسم چھوڑ کر اذان و سلام جو رسم بھی نکالی گئی، دین کو دو نقصان پہنچیں گے، ترک سنت اور ایجاد بدعت۔

بھائی مسلمانو! قبر پر اذان پڑھنے کا ذکر حنفی کتابوں میں بس اتنا ہی تھا جو آپ نے دیکھ لیا بعض گناہ شافعی علماء نے اسے تجویز کیا تھا جس کو شافعی علماء نے ہی بدعت کہہ دیا حنفیوں میں تو اس مسئلہ کا نشان تک نہیں ملتا اور شافعی علماء نے بھی صرف قبر میں رکھتے وقت اذان کہنے کو بدعت کہہا ہے دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں نام تک نہیں ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ایذان الاجر کی پہلی سطر میں اس بات کو تسلیم بھی کر گئے فرماتے ہیں:

”بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا۔“ مگر افسوس کہ علماء ناقابل ذکر بلکہ نامعلوم ہیں ورنہ مولوی صاحب حسب عادت ان کے نام بعد القاب ضرور درج کرتے، پھر فرماتے ہیں۔

”علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رمی نے ان کا یہ قول نقل کیا۔“

بجائے لیکن کس انداز میں ذکر کیا؟ ان لفظوں کو اردو میں بیان کرنے سے مولوی صاحب جھجکتے ہیں کہ یہ سخت کمزور پہلو ہے یہ تلخ گھونٹ ایک خاص مذہب کے ساتھ گلے سے اتارتے ہیں کہ جس بات میں اپنی کمزوری ظاہر ہوتی تھی اسے عربی میں بیان کیا تاکہ اہل علم کے اعتراض سے بھی بچ جائیں اور اردو پڑھنے والے بظن بھی دہونگے۔ فرماتے ہیں:۔ اَمَّا الْبُكْيُ فَنَفِي فِتَاوَاةٍ وَفِي شَرْحِ الْعَبَابِ وَعَارِضٍ وَ اَمَّا الدَّوْمِيُّ فَنَفِي حَاشِيَةِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَمَرْصُی۔

ترجمہ:۔ علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ اور شرح عباب میں ان گناہ بعض علماء کی تردید کر دی ہے۔ یعنی شافعی مذہب کے جن علماء نے میت کو اتارنے وقت اذان کہنا سنت کہا ہے علامہ ابن حجر مکی نے ان کی دلیل کو تسلیم نہیں کیا ان کی تردید کر دی ہے اور رمی نے اس مسئلہ کو بیمار قرار دیا ہے۔

ناظرین! یہ عبارتیں آپ ابھی ابھی فتاویٰ شامی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے زبان سے ملتے ہیں کہ دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں ذکر بھی نہیں۔ البتہ قبر میں اتارتے وقت بعض ناقابل ذکر لوگوں نے اسے سنت کہا۔ مگر علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رمی نے تردید کر دی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا نامعلوم شخص نے سنت کہا ہے اور اس کی تردید میں یہ دو بڑے بڑے فقیہ موجود ہیں۔ خدا کے لئے دیکھئے یہ مسئلہ کتنا کمزور ہے مگر حیرانی ہے کہ مولوی صاحب اتنا اقرار کرنے کے باوجود مندر پر کھڑے ہو جاتے ہیں

”جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا“

جو بیس صفحات کا رسالہ ہے اس میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس میں دفن کے بعد اذان کہنے کا حکم ہو، تمام قیاسات ہیں وہ بھی مہمل۔ چند الفاظ میں رسالہ کا نمونہ دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ قبر میں شیطان کے گمراہ کرنے کا خطرہ ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے اذان کہنی چاہیے۔

جواب

موت کے بعد انسان سے شیطان اور نفس کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم صلیب میں فرمایا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزل میں شمار ہوتی ہے۔

حدیث میں شر شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے دل پر شیطان کا جو اثر لے کر آیا تھا اس سے خداوند تعالیٰ بچائیں اور اذان میں جو شیطان کو بھگانے کی تاثیر ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ فرض نماز کے لئے اذان کہی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے اِذَا اُذِّنَ لِلصَّلَاةِ... الخ

۲۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ کو دفن کرنے کے بعد آپ نے دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھا۔ صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں پڑھا۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہؓ نے بھی کہا اذان میں بھی اللہ اکبر ہے اس لئے اذان کہنا چاہیے۔

جواب: حضرت جابر کی حدیث میں تو اذان کا نام تک نہیں ہے صرف تسبیح اور تکبیر کا ذکر ہے کیا اذان میں تسبیح بھی آجاتی ہے اور حدیث پر غور کرنے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی گھٹن اور تنگی دور کرنے کے لئے اصلی چیز تسبیح تھی جب حضرت سعدؓ پر آسانی ہوئی تو آپ نے خوشی میں اگر تکبیر فرمائی تھی، حدیث کے لفظ یہ ہیں: فَبِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى تَحْمَدُ كَبْرًا فَكَبَرْنَا بِمِ دِيرَتِكَ سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھتے دھپے پھر حضور علیہ السلام نے اللہ کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: كُنَّا التَّكْبِيرَ كَانَ بَعْدَ التَّسْبِيحِ یعنی تکبیر تو قبر کھل جانے کے بعد کہی گئی تھی علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں یہی لکھا ہے: اَنَّمَا كَبَرْنَا عِنْدَ وَقْفِ التَّسْبِيحِ عَنْ سَعْدٍ یعنی تکبیر تو اس وقت فرمائی تھی جب حضرت سعدؓ پر قبر کھل چکی تھی۔ اصلی چیز جس سے قبر کھلتی ہے وہ تو

تسبیح ہے جس میں آپ دیر تک مشغول رہے اہل بدعت نے اصلی چیز کو چھوڑ دیا اور تکبیر پر اذان کا حاشیہ چڑھا دیا حقیقت یہ ہے کہ تکبیر تو کسی عظیم الشان قدرت کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آجاتی ہے معافی مانگنے کا لفظ تو سُبْحَانَ اللہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے نیز فرشتوں نے کہا: سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا بِدَالَاتِكَ قرآن کریم میں یہ استعمال ہے: اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

دلیل ۳۔ اذان میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی ہے اس سے میت کی تلقین بھی ہو جاتی ہے لَقِّنُوا مَوْتَاكُمُ كَمَا حَقَّقْتُمْ مَحَلَّيْهِ

جواب: میت کی تلقین اگر شرعی چیز ہو تو سلف صالحین کیوں اس سے محروم رہتے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: مَرَّ وَجْهٌ تَلْقَيْنَ سَلَفٍ فِي مِمْسَاكٍ بَلْكَهَ يَهْدِيهِ نِيْءُ اِيْجَادٍ بَعْدَ اِسْتِغْنَاءِ حَدِيثٍ كُوْنِ اسْ بِرِجْمُوْلٍ نَهْ كَرْنَا جَابِئَةً تَلْقَيْنَ كِيْ بَحْثٍ كَزَرْجِيْ بَعْدَ اسْ كِيْ بَعْدَ مَوْلُوْیْ صَاحِبِ كِيْ كُوْنِ دَلِيْلٍ اسْ قَابِلٍ بَعْدَ جَبِّ قَبْرِ اسْ اَذَانٍ دِيْنِ كِيْ سَاحِدٍ دَوْرٍ كَاوَالِ بَعْدَ جَبِّ اسْ لِيْ سِرِّ دَسْتٍ يَهْ بَحْثٍ خَمِّ كِيْ جَابِئَةٍ بَعْدَ اَوْرِ بَرِيْلُوْیْ حَضْرَاتِ كِيْ خَدَرَاتِ مِيْنِ چنند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حقیقی فقہاء میں سے کسی قابل ذکر شخص کا نام لیں جو دفن کے بعد اذان کو جائز قرار دیتا ہو۔ اگر ایک شخص بھی نہ ملے تو خدا کا خوف کیجئے دین میں تصرف کرنے کا اختیار آپ لوگوں کو کہاں سے مل گیا۔

۲۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عام اذکار جو کسی وقت اور جگہ سے خصوصیت نہیں رکھتے۔

ب۔ خاص اذکار جو خاص ذکر قیود و شرائط خاص اوقات اور مناسک سے مخصوص ہیں ان میں خاص خاص شرعی ہدایات ہیں۔

آپ یہ بتائیں کہ اذان آپ لوگوں کے خیال میں عام ذکر ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو شریعت میں نماز عید، نماز جنازہ، نماز کسوف، نماز خسوف، نماز استسقاء وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی اگر خاص قسم کا ذکر ہے تو اس کے ہر جگہ

استعمال کی اجازت آپ کہاں سے لائے ہیں؟

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے قبر پر اذان دینے کو جائز، پھر مستحب پھر سنت کہنے پر جتنے دلائل قیاس اور اکتل سے تجویز کئے ہیں ان دلائل کو اذان سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے، بلکہ تمام عبادت میں جتنی بدعتیں جاری ہو سکتی ہیں ان سب بدعات پر یہ دلائل معمولی تبدیلی سے منطبق ہو سکتے ہیں پھر اذان کی کیا خصوصیت رہ جائے گی، مثلاً ایک بدعت پسند مولوی کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے آنے والے نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے بل کر پچاس دفعہ درود اور سلام پڑھا کریں، جو نہ پڑھے گا وہ وبا بی اور تارک سنت ہے ایک اور مولوی صاحب پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز تجویز کرتے ہیں کہ اس چھٹی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع اور چار سجدے کئے جائیں ایک بدعتی صاحب یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر شخص قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے قرآن مجید کا ختم کرائے ورنہ تارک سنت ہے ایک بدعتی صاحب اس بنیاد پر کہ نجاست اور غلاظت کے مقام پر شیاطین رہتے ہیں اور حدیث سے بھی ثابت ہے تو پاخانہ میں جاتے وقت نو کو کو حکم دیتے ہیں کہ جب تک میں پاخانہ میں ٹھہروں تم بلند آواز سے اذان کہتے رہو جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس رسالہ میں بہت زور دیا ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتے ہیں اس لئے یہ اذان بھی سنت ہوئی چاہئے۔ نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جملہ سے پہلے اللہ کا نام لے کر شیطان سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی شیطان کا خطروہ ہے اس لئے ایک بدعتی مولوی صاحب یہ نیا مسئلہ نکالتے ہیں کہ جمار سے پہلے شیطان کی شرارت سے بچنے کے لئے اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے۔

اب ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کا دین و مذہب رکھنے والوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان تمام مسائل کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ فاضل بریلوی نے قبر پر اذان کو جائز کرنے کے لئے جتنے دلائل قائم کئے ہیں وہ تمام کے تمام، یا اکثر دلائل ان بدعات پر جاری ہو سکتے ہیں بلکہ ہر بدعت چونکہ دین کا لباس پہن کر آتی ہے اس لئے ان دلائل سے

ہر بدعت جائز ہو سکتی ہے۔ اگر قبر پر اذان جائز ہو سکتی ہے تو یہ تمام چیزیں بھی جائز ہونی چاہئیں اور جناب ان چیزوں میں ہرج بھی کیا ہے؟ شریعت میں ان کو منع بھی نہیں کیا گیا۔ قرآن حدیث اور فقہان ان مثال کی موجود شکل کے متعلق خاموش ہیں۔

۴۔ قبر پر اذان کی ضرورت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج دنیا میں نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین، تبع تابعین مجتہدین، بزرگان دین کے ہر زمانہ میں یہ ضرورت پیش آتی رہی ہے آج تک بزرگان دین ان مبارک زمانوں کے دستور پر عمل کرنا دوجہان کی سعادت سمجھتے رہے۔ آپ لوگوں نے اس ضد میں آکر کہ ہم بریلوی ہیں، سنت طریقیہ چھوڑ دیا ہے اس کی جگہ اذان اور سلام پڑھنا ایجا کر لیا ہے تو کیا یہ سنت تبدیل کرنا نہیں ہے؟ اور جو چیز سنت کو بدلتی ہے کیا اس کے بدعت ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق کا ارشاد بھی یہی ہے اور بات یہ ہے کہ جس معاملہ میں مخصوص ذکر اور عمل کا مخصوص طریقہ موجود ہو، اس میں ایجادات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مشکوٰۃ شریف باب العطاس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے ایک شخص نے چھینک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ اللہ۔ حضرت ابن عمر نے اسے منع کرنے کے لئے فرمایا میں بھی کہتا ہوں یعنی دونوں لفظ اپنی جگہ پر درست ہیں، لیکن رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کے موقع پر درود و سلام پڑھنا نہیں سکھایا، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ خَال کہنے کی تعلیم دی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر فرماتے ہیں صاحب شریعت کے پیچھے چلنا چاہئے اور کئی ایسے کام ہیں جو اپنی جگہ اچھے ہیں لیکن خاص موقع میں وارد نہیں ہوئے، اور سنت میں نہیں آئے، جیسا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا وغیرہ اشعة العات ص ۴ مدارج شریف میں اسی موقع میں فرماتے ہیں، درود شریف کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وہی کام کرنا چاہئے۔ صاحب شریعت نے ہر چیز کا مقام اور موقع مقرر کر دیا ہے، وہ بات اسی جگہ کہنی چاہئے اور کرنی چاہئے جیسا کہ کوع میں قرآن پڑنا منع ہے

بریلوی حضرات غور فرمائیں جس موقع کے لئے ہماری شریعت میں تعلیم موجود ہے اس جگہ یہ گستاخیاں کتنی بدنامعلوم ہوتی ہیں۔

۵۔ شریعت جس معاملہ میں خاموش ہو، اور اس کے متعلق ہمارے دین میں واضح ہدایت موجود نہ ہو، اس مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کی گنجائش بشرط اہلیت ہوتی ہے، لیکن جس مسئلہ کے متعلق حدیث میں خیر الہدیٰ و ہدیٰ مہتدٰی اللہ علیہ وسلم یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت صحابہ کا عملی نمونہ موجود ہو وہاں عقل کی ٹانگ اڑانا سنت کی ہنگ نہیں تو کیا ہے۔

۶۔ موت کے وقت شیطان کے گمراہ کرنے کا واقعی اور شدید خطرہ ہے، آپ اس وقت اذان کیوں نہیں کہتے؟

۷۔ اعمال و افعال کی تاثیرات اور فوائد پر برگان دین کو نہایت گہری بصیرت اور غور و فکر حاصل تھا۔ اذان کے یہ فوائد ان کی نگاہ میں کیوں نہیں آئے۔
۸۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ میں قبر پر اذان دینے کی اجازت کا ذکر تک نہیں اپنی اکتل اور تخمین سے انہوں نے اس کو جائز کہنے کی کوشش کی ہے یہ ان کی ذاتی رائے ہے، کیا ایک شخص کی ذاتی رائے مذہب کی بنیاد بن سکتی ہے؟

۹۔ جب بھی آپ لوگوں سے ان باتوں کی کوئی سند دریافت کی جاتی ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ گو قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ منع ہے، رسالہ انذا کے شروع میں منع کے دلائل جو حنفی فقہ کی معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں، اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

۱۰۔ اصل اشیاء میں حرمت ہے، یا اباحت، یا توقف، حرمت اور اباحت کے دلائل سخت متعارض ہیں، اس لئے یقیناً دونوں ساقط

ہو جائیں گے، اور دونوں کی عدم موجودگی میں توقف کے متعین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اور جب ثابت ہو گیا کہ اصل توقف ہے تو پھر قابل غور یہ امر ہے کہ اصل فی الاشیاء کے متعلق یہ اختلاف امور عادیہ کے متعلق ہے یا تعبیدی امور کے متعلق؟ اس مسئلہ کے متعلق حنفی فقہاء کی تشریحات پیش کریں۔ واضح رہے کہ کتاب الاعتصام میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اختلاف تعبیدی امور میں نہیں ہے، کتاب الاعتصام

ص ۱۱۱

۱۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عید کے دن، نماز عید سے پہلے نفل پڑھتے دیکھ کر منع فرمایا، اس شخص نے جواب دیا، اے امیر المؤمنین میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا (کیونکہ نماز اللہ کی عبادت ہے) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا، میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ ہو، یا اس کی رغبت نہ دی ہو (اور چونکہ یہ نماز نفل عید کے دن نماز عید سے پہلے نہ آپ نے پڑھی ہے، اور بے فائدہ کام حرام ہے، تو شاید خداوند تعالیٰ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر عذاب دے۔ (مجمع البحرین)

اس روایت کی روشنی میں اذانِ قبر کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ ص ۳۶ پر ایک زیر اصول بیان فرمایا ہے کہ: "دعا بعد از جس طرح کرنے کے کاموں میں ضروری ہے، اسی طرح چھوڑنے کے کاموں میں بھی ضروری ہے، پس جو شخص ایسے کام کو ہمیشہ کرے جسے صاحب شریعت نے نہ کیا وہ بدعتی ہوتا ہے۔"

بالکل یہی عبارت مرقاة شرح مشکوٰۃ حدیث اول کی شرح میں موجود ہے۔ بھائی مسلمانو! غور کرو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بھی بدعت

اور دقین میت کا دستور بھی، پھر آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اور جو شخص، نہ چھوڑے گا، وہی بدعتی ہوگا۔
والسلام



باب سوم

بریلویوں کی تاریخ

یوں تو بریلوی طرز خیال میں چار صدیوں سے درو سر بنا ہوا ہے چنانچہ امام مجددی بھی اسکے شاکی ہیں مگر ایک سو سال سے یہ سازش منظم ہو کر سنت رسول پر حملہ کر رہی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو بعض اتفاقات کی بنا پر آخر عمر میں تحفہ اثناعشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کتاب شیعوں کی تردید میں لاجواب ہے۔ سرکار اودھ بھی شیعہ تھے انکے تنخواہ دار سنی مولویوں کو حق نمک ادا کرنے کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بغض و عناد پیدا ہونا قدرتی بات تھی مگر شاہ صاحب کے علم و فضل کے سامنے ان کی دال نہ گلی حضرت شاہ صاحب کے بعد ان کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہید نے بدعت اور قبر پرستی کی بڑھتی ہوئی رفتار کے پیش نظر رسالہ تقویۃ الایمان لکھا۔ یہ رسالہ تلخ ضرور ہے مگر اس وقت

کے تاریخی حالات شاہد ہیں کہ علامہ شہید کی یہی تلخ تصنیف بدعت کو گام دینے کا باعث ہوئی ورنہ قریب تھا کہ تمام ہندوستان پجاریوں کا مندر بن جائے۔ اس خاندان کے حاسد شیعہ پرستوں کو موقع ہاتھ آیا مگر تمام ہندوستان میں شاہ ولی اللہی خاندان کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا۔ مجبوراً مولوی فضل حق خیر آبادی مرحوم کا تعاون حاصل کیا۔ یہ حضرت منطقی تو تھے ہی، اور علامہ شہید کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے رقابت اور حسد میں بھی مبتلا تھے بل جُل کر ایک بددگرام طے کر لیا۔ یہ چنگاری دہکتی رہی اور سنت کے مقابلے میں شیعہ پرستی منظم ہوتی رہی یہاں تک کہ انقلابات زمانہ نے حضرات علمائے دیوبند کو علم و فضل، تقویٰ طہارت اور دینی خدمات میں خاندان ولی اللہی کا جانشین بنادیا۔ قاعدہ ہے کہ محبت اور عداوت وراثت میں تقسیم ہوتی ہے۔ ادھر انگریز بہادر نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہاں کے مسلمان علمائے دیوبند سے وابستہ ہیں حضرات

علمائے دیوبند حریت اور آزادی کے علم بردار تھے۔ ان کا وجود انگریز کی رگ گردن پر موت کا نشتر تھا۔ یہ حضرات درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے ساتھ خانقاہی نظام کے بھی متوتی تھے اور اس کے باوجود حلقہ شاگردی وسیع ہونے کی وجہ سے تمام ہندوستان بلکہ روم شام، عرب و عجم، کابل قندھار، بخارا خراسان، چین تبت بلکہ دنیا کے تمام گوشوں میں اسلامی انقلاب کے لیے وسیع عالمگیر منصوبہ اور سکیمیں بناتے اور چلاتے تھے۔ انگریز کی سیاست مشہور ہے۔ انگریز ہمیشہ قوت کی بجائے تدبیر سے کام لیتا ہے۔ حضرات علمائے حق کو بدنام کرنے پر تکل گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک برائے نام جماعت ان کے مخالفین کی بھی موجود ہے تو انگریز بہادر نے ان سیاسی اور علمی یتیموں کے سر پر اپنا سایہ عاطفت اور دست شفقت پھیلا دیا۔ اب کیا تھا بریلویوں کے وارے نیارے ہو گئے، دولت کے دبا نے کھول دیئے گئے۔ روپیہ اور پیرسین ان پر قربان ہونے لگا۔ حکومت کے علم سے وسیع مراعات ملنے لگیں۔ ہر جگہ سرکاری لوگوں نے یہی کام کرنا شروع کر دیا۔ ہر صوبہ میں ان کا باقاعدہ کام شروع ہوا چنانچہ لاہور میں سید دیدار علی شاہ صاحب اور بریلی میں مولوی احمد رضا خان اس محکمہ کے انچارج تھے۔ جہاد منسوخ کرنے کے لیے انگریز بہادر نے حضرت مرزا قادیانی کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور مجاہدین کی بدنامی کے لیے بریلوی مبعوث ہوئے۔ اسلام کے سینے میں یہ دونوں خنجر اس طرح پیوست کر دیئے گئے کہ اسلام انگریز کا یہ احسان کرم فرمائی کبھی نہ بھولے گا۔ سوئے اتفاق یہ بھی تھا کہ جاہل پیروں کی خدائی بھی نذر و نیاز، علم غیب اور حاضر ناظر کے عقیدہ پر کھڑی ہے اور پیر پرستی ہندوستان کی بہت بڑی پیداوار ہے پیروں نے بھی بریلویت کو سہارا دیا۔ یہ کمزور یتیم جو مرض الموت میں مبتلا سمجھا جاتا تھا چند دنوں میں تندرست، شوخ اور جوان ہو گیا اور تمام سابعہ اہل البدع والا ہوا کی طرح اس کا نعرہ بھی کلمۃ حق اُرید بھا الباطل کا مصداق تھا

انگریز نے حضرات علمائے دیوبند کو بہت زیادہ بدنام کرنے کے بعد جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے روحانی فرزند ذیاب زندان ہونے لگے۔ خانہ تلاشی وارنٹ گرفتاری دیوبند میں رات دن کا مشغلہ تھا اور جب بھی کسی بندہ خدا کو گرفتار کر لیا جاتا تھا، جیل سے رہائی اُس وقت ہوتی تھی جب سول سرجن کی طرف سے مرض موت کا سرٹیفکیٹ میسر آتا۔ بریلوی مذہب نے جو ان ہوتے ہی انگریز بہادر کے اشارے سے مندرجہ ذیل خطوط پر کام کرنا شروع کیا:

- ۱۔ شیعیت اور افضیت کی روح کو اہل سنت میں عملاً و اعتقاداً داخل کرنا۔
 - ۲۔ مرجوع اور مجروح اقوال غیر معتد اور ضعیف روایات کی پناہ میں بدعت کے خنجر سے سنت رسولؐ کو زخمی کرنا۔
 - ۳۔ اولیاء اللہ کی محبت کی آڑ میں انگریز دشمن، سنت دوست حضرات علمائے دیوبند کو بھوٹ، پردیگنڈا، اشتہار بازی اور گالی گلوچ سے بدنام کرنا۔
 - ۴۔ سیاسی جمود پیدا کرنا، مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا، ہر سیاسی جماعت پر نامور سپاہی اور دینی مفکر کو بے در رخ، بلا استثناء مکار فر کرنا۔
 - ۵۔ اپنے پیر کے علاوہ ہر بزرگ کو بدنام کرنا، نفرت سے دیکھنا، پارٹیاں بنانا، قوم کو لڑانا۔
- ناظرین! بریلوی مذہب کے یہ پانچوں اصول دراصل اس مذہب کے ارکان خمسہ ہیں۔ سب سے پہلے نمبر کو لیجئے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس مذہب کی پیدائش کے اصلی اسباب اور محرکات میں سے ایک سبب شیعہ لڑائیوں کی نمک خواری بھی ہے۔ جو تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے بعد دہلوی خاندان سے مستقل بغض و عناد کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لیے بریلوی عقاید اور عمل میں شیعیت کا عنصر شامل ہونا لازمی اور ضروری تھا۔ چنانچہ آج جتنے مسائل ہمارے اور بریلویوں کے درمیان زیر بحث ہیں ان تمام مسائل میں شیعہ اور بریلوی ایک ہیں

متفق ہیں مثلاً علم غیب، حاضر ناظر، بشریت، نور کا مسئلہ، تیجا، پوتھا، چہلم سالہاد کی تعیین، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، بلند آواز سے درود شریف پڑھنا ضروری سمجھنا، حضرت امام جعفر صادق کا کوٹنڈا، اور نذر اولیاء کو جائز سمجھنا، مدد کے لیے پکارنا اور یا علی مدد! تو شیعوں کا سلام ہے، شیعہ انبیاء کے علاوہ بارہ اماموں کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں، ان کو سمندر کے قطروں، درختوں کے پتوں تک کا عالم سمجھتے ہیں، شیعہ انبیاء اور اماموں کو نور کہتے ہیں، اور اسی بنا پر بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ بریلوی واعظ اور بھی ترقی کر گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ماننے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک لاہوری واعظ سید پیر صاحب نے سورہ حشر کی آخری آیات **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** ... کا مصداق حضور کو قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، قرآن بھی نور ہے، یعنی نور ہدایت۔ اور یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ موجود ہے، مگر بریلوی حضرات نور کے معنی بشریت کے برعکس سمجھتے ہیں۔

تعیینات اور بدعی رسوم میں تو شیعہ اور بریلوی کا ایسا سمجھوتہ ہے کہ من تو شدم تو من شدی کا نظارہ ہے۔ مجلس ختم ہوتے وقت اٹھ کر سلام پڑھنا عیسائیوں اور یہودیوں سے شیعہ نے سیکھا تھا۔ اب شیعوں میں ضروری ہے اور بریلوی بھی ناغہ نہیں کرتے۔ شیعوں کی سوزی اور مرثیہ خواں، ادھر بریلویوں کے نفث خواں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کی حرکات، ناز و انداز، ادائیگی راگ کی مہارت، معرکہ بندی اور چال ڈھال بالکل ایک ہے۔ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** اور مجلس کے اظہار تو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ آہ، واہ، جزاک اللہ انداز بیان، مبالغہ آمیزی، تبرّازی، تہمت سازی اور دشنام طرازی میں دونو ایک ہیں راصل میں دونوں ایک ہیں۔

شیعہ اور بریلوی مقررہ دورانِ تقریر میں آرام لینے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کو بلند آواز سے درود شریف اور مومنین صلوات پر مجبور کرتا

ہے اور یہ بھی ایک فیشن ہے۔

اور سب سے بڑی چیز نذر اولیاء کا مسئلہ ہے۔ شیعہ بارہ اماموں کی نذرین مانتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھتے ہیں، ہر بات میں ان کو مالک مختار مانتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دنیا کا نظام بہجتقن چلا رہے ہیں اور بریلوی بھی نذر اولیاء کے دلدادہ ہیں۔ بزرگوں کو نیاز پر مسجدوں میں جہاد ہوتا رہتا ہے۔ الغرض! بریلویوں نے شیعوں کے تمام مسائل کو وہاں سے اٹھا کر اہل سنت کے سر پر دے مارا اور بزرگانِ دین کی محبت کے پردہ میں شیعہ کی تمام رسومات کو اہل سنت میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ نام کو اہل سنت بنتے ہیں اور کام شیعوں کا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ جماعت شیعوں کی ایجنٹ ہے اور شیعیت اس سے پہلے بھی اسلام کی تاریخ میں اہل سنت پر بار بار ایسے حملے کر چکی ہے۔

۲۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بریلوی مذہب کے دلائل طبقہ رابعہ کی احادیث قصہ کہانی، داستان مذہب مجتہدین کے مخالف اقوال، موضوع روایات اور خوش آوازی ہے۔ حضرت امام مجددؒ نے کیا خوب فرمایا: کہ
”بدعت کا سرچشمہ پیر اور بدعتی مولوی ہیں۔“

۳۔ حضرات علمائے دیوبند کی سیاسی اور دینی بصیرت، انگریز دشمنی، استقامت فی الدین پر کئی دفتر لکھے جا چکے ہیں۔ ان حضرات نے انگریز کے منحوس دور میں جس توکل و ثبات قدمی اور استقلال سے انگریزی ظلم و ستم کا مقابلہ کیا ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے جس پر بلند نظر مورخین بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ مگر چمکا ڈر کی آنکھ کیا دیکھے؟

ادھر بریلویوں کی ناز پروردگی، آرام طلبی، جاہ پرستی کا یہ حال ہے کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گزارتے تھے۔ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت حقہ میں کستوریاں بھر کر پیتے تھے امرتے مرتے بھی اُمت سے وسیع دسترخوان مانگتے ہیں۔ انگریز کے زمانہ

میں اگر کسی بریلوی نے اُن بھی کی ہو، یا کسی بریلوی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھا ہو تو بتائیں۔ آج تک بریلوی جماعت کی طرف سے کوئی تنظیم یا اقامت دین کی کوئی کوشش وجود میں نہیں آئی۔ ہاں یہ خدمت ضرور کی کہ مسلمانوں کو کافر بنایا اور انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالاسلام بنایا کتاب الامارۃ والجهاد میں جہاد کی ایسی شرائط بیان کیں جن سے جہاد کو منسوخ تو نہ کیا ختم کر دیا۔

۴۔ سیاسی جمود:- بیان ہو چکا ہے کہ بریلویوں نے آج تک کسی سیاسی تنظیم کا ساتھ نہیں دیا اور کوئی تنظیم جو ہندوستان کو انگریز کے آہنی پنجہ سے آزاد کرنے کے لیے قائم ہوئی تو انگریز کو جاتا دیکھ کر بریلوی سٹیٹس، فتویٰ بازی کی، ہر ایک سیاسی جماعت سیاسی فرد، سیاسی لیڈر کو بلا تمیز کا فرکا اور سچ یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کو کافر کہنے کی وجہ بھی صرف یہی ہے۔ مفکر ملت علامہ اقبال کا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ وہ حریت، آزادی اور خودی کے معلم ہیں۔ جھٹ مولوی دیدار علی شاہ صاحب نے ان پر کفر کا فتوے دے دیا۔ اس وقت پیش نظر بریلویوں کے چند رسائل ہیں۔ ان کی سیر سے ناظرین اندازہ کر سکیں گے کہ تقیم ہند کے موقع پر بریلوی علماء نے کس دینی اور دنیوی تدبیر کا ثبوت دیا۔

ایک رسالہ ہے الدلائل القاهرۃ علی الکفر النیاشۃ دوبارہ کاٹھیاواڑ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس جس میں مولوی احمد رضا خاں صاحب سے لے کر مولوی دیدار علی شاہ صاحب علماء بریلی، کلکتہ، جبل پور، بہار، کانپور، سندھ حیدر آباد، سیتاپور، کاٹھیاواڑ، شاہجہان پور، رام پور، لاہور کے اسی بریلوی مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں، بالاتفاق لکھا ہے کہ اس مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد دینا حرام ہے اور اسی فتویٰ سے مسلم لیگ کی شمولیت حرام ثابت کی ہے۔

دوسرا رسالہ احکام توریہ شریعہ بر مسلم لیگ مصنفہ مولوی حشمت علی

رضوی صلا پر لکھتے ہیں:

”کانگریس کھلے ہوئے کافروں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔ اس کے

ہمنوا مثلاً جمعیت العلماء مجلس احرار وغیرہم اشرار کلم فی النار“

صلا پر تشریح فرماتے ہیں:

”حسین احمد اجدو دھیاباشی، شبیر احمد دیوبندی اسلام سے دور

کفایت اللہ“

یعنی مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شیخ الاسلام پاکستان محدث شیخ شبیر احمد

عثمانی دیوبندی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ آگے مسلم لیگ کے

متعلق فرماتے ہیں:

”وہ اغراض و مقاصد جن کے لیے مسلم لیگ بنائی گئی ہے۔۔۔

وہی اصول شرعیہ و احکام اسلامیہ کے مضاد اور مخالف ہیں“

ذرا بتائیں تو مسلم لیگ کے اساسی دستور میں کون سی کفریات ہیں؟

اب سنیے مسلم لیگ کا گناہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

”تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں، تحریروں میں شیخ الاسلام کہا

جاتا ہے۔ حکیم الامت لکھا جاتا ہے۔ لیگ کے اجلاس میں

تھانوی کا پیغام خاص احترام اور اہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے“

ناظرین! یہ ہے مسلم لیگ کا گناہ۔ مگر افسوس کہ بریلویوں کے فتوے دھڑ

رہ گئے اور تھانوی کے فتویٰ پر پاکستان بن کر رہا۔ بریلوی اپنے گھر میں

میاں مٹھو بیٹے رہیں۔ ایسی انقلابی تحریکوں میں ایسے کوڑ مضر، ناعاقبت اندیش

کو تاہ نظر ملاؤں کے فتوے کون سنتا ہے؟ ہر جگہ قصور شہر تو نہیں ہے۔

اس کے بعد تیسرا رسالہ دیکھیے: ”مسلم لیگ کی زریں بخیرہ دری مصنفہ سید

اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی سجادہ نشین مارہرو شریف۔ ان کے جملے

الفاظ بھی سنیے۔

فرماتے ہیں :-

”یگی جب خود فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی یگی کے حامی نہیں ہیں؟ اور تو اور اکثر علمائے دیوبند یگی میں موجود ہیں۔ اور جب یگی جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اور جب یگی کی خاص کمیٹی میں اشرف علی تھانوی کو عملاً خصوصی امتیاز دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں بذریعہ نمائندہ شریک ہو تو ۱۰۰۰۰۰۰۰“

دیکھئے ہندوستان کی بھتیس کروڑ آبادی اپنی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہے مگر بریلوی اسی علماء نہ کانگریس کا ساتھ دیتے ہیں نہ یگی کا۔ نہ الگ اپنی تنظیم کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ انگریز کی جدائی ناقابل برداشت ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کا مفاد ایک طرف اور اگست بریلوی مولویوں کا ایک طرف۔ خیر مان لیا کہ پاکستان حضرت تھانویؒ کے فتویٰ سے بنا ہے۔ اب اس دیوبندی کے پاکستان سے ہجرت تو کر جائیں، مگر جائیں کہاں؟ کانگریس کو بھی کھلے کافروں کی جماعت کہہ چکے ہیں۔ مسلمان تو وہی تھا جو انگلینڈ جا بسا۔

اس کے بعد ایک اور رسالہ دیکھیے الجوابات السنیہ علیٰ نرہاء السوالات التلیکیہ مصنفہ اولاد رسول ماہر دیوبند۔ یہ بریلویوں کے بڑے حضرت ہیں۔ فرماتے ہیں :

”جو لوگ ان مقاصد اساسیہ یگیہ کو سمجھتے ہوئے ممبر بنیں گے۔ وہ خود بد مذہب ہو جائیں گے؟ (بالاختصار) ص ۱۱

اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مولویوں کے نزدیک پنجابی پیر صاحبان اور خواص و عوام دس کروڑ مسلمان جو یگی میں شامل ہوئے سب کے سب بد مذہب ہیں۔ معاذ اللہ ایہ کیسی بکواس ہے۔ یہ لوگ کسی کو بے دین، بد مذہب کہنا معمولی سمجھتے ہیں۔ پیروں کا یہ حال ہے تو علماء پھر عوام کا کیا گناہ؟ کافر اور بد مذہب

کہنا ان کا عام مشغلہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں :

”یگی کے مقاصد اساسیہ ۱۰۰۰۰۰۰۰ جو صریح محرمات، ضلالت

بلکہ منجر بکفریات ہیں“ ص ۱۲

اسی رسالہ شریف کے ص ۲۹ تا ص ۳۲ پر درج ہے فتویٰ مبارکہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور یعنی مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد کا اس میں نسید صاحب لاہوری فرماتے ہیں :

”یگی کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس

کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ

دینا ہے، اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے“

یعنی تمام یگی، پیر بزرگ اور نیک و بد دس کروڑ مسلمان منافقین و مرتدین ہیں۔ یہاں بریلویت پوری برہنہ ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ ان سب رسالوں میں قائد اعظم مرحوم کو نہایت نازیبا الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس لیے بریلوی حضرات سے ہمارے تین سوال ہیں :

۱۔ کیا قائد اعظم مرحوم پر آپ کا وہی فتوے باقی ہے کہ قائد اعظم کئے

دائے کی بیوی نکاح سے نکل گئی، یا فتویٰ بدل لیا ہے؟ اگر فتویٰ بدل

سکتا ہے تو پاکستان بنانے والے حقیقت میں علماء دیوبند اور مولانا تھانویؒ

ہیں۔ جیسا کہ حوالوں سے ثابت ہے۔ ان کی بھی جان چھوڑیے اور اگر نہیں

بدلتا تو قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں نے کہا ہے۔ کیا سب مسلمان عورتوں کا

نکاح فسخ ہو گیا؟ نکاح کا معاملہ نازک ہے اس لیے جلدی جواب دیں۔

۲۔ جتنے مسلمان یگی میں شامل ہوئے کیا سب مرتدین و منافقین ہیں؟

معاذ اللہ !

۳۔ مرتدوں کی حکومت میں رہنا کیسا ہے؟ بینوا تو حبرؤا۔

ناظرین! یہ فتوے بازی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ آگے چلیے شرقیہ

میاں غلام اللہ صاحب کے زیر اثر ایک کفر کی مشین گن تھی۔ جس کا نام ہے مولوی محمد طیب قادری، برکاتی، دانا پوری۔ بریلویوں میں ان کی اہمیت یہ ہے کہ سید صاحب کے اس فتوے پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ ان محمد طیب صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ تجانب اهل السنہ اس میں بلا استثناء اور بلا تیز مولانا محمد علی، شوکت علی، علامہ اقبال، نظیر علی زمیندار سے لے کر کانگریسی، یلگی، اتحادی، خاکساری، احراری، جمعیتہ العلماء، خلافتی، غرض ہر مسلمان کو کافر کہا ہے ناظرین ناک بند کر کے یہاں سے گزر جائیں۔ یہ بریلوی سیاست کا سنا اس ہے۔ مجبوراً آپ کو دکھایا گیا ہے تاکہ بریلویوں کی حقیقت آشکارا ہو۔

ناظرین! بریلویوں کی فتویٰ بازی آپ نے دیکھ لی، کس قدر بے حقیقت اور فضول ہے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ان بے حقیقت لوگوں کا کسی کو کافر کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ پس حضرات علمائے دیوبند کا مقام آپ کو معلوم ہو گیا۔

۵۔ یہ ایک بد زبان اور منہ بھٹ جماعت ہے۔ اپنے پیر اور اہل سلسلہ کے سوا ہر بزرگ کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر پیر کے مرید انگ پارٹی ہے اور اس پارٹی نے اسلامی وحدت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بانی خاندان دہلویہ کو خوب دل کھول کر بدنام کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو لیجئے۔ مولوی احمد رضا خاں ان کا نام بہت نفرت سے بیٹے ہیں چہ جائیکہ کسی معزز لفظ سے یاد کرے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" میں سترہ وجوہ سے مصنف تقویۃ الایمان کو کافر ثابت کیا ہے۔ اس میں جس طرح فقہاء و محدثین کی عبارتیں نقل کی ہیں اسی طرح جا بجا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات متبرکہ سے بھی مدد لی ہے مگر حضورؐ کا ذکر کس

پیرایہ اور کن لفظوں میں کیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو:

"تمام خاندان دہلی (مصنف تقویۃ الایمان اور ان کے آباؤ اجداد)

کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجا و

سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب" (ص ۴۲، ۵۳)

جس شخص نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور جو ان کے انداز تحریر سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ کس مرض قلبی کے ترجمان ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مقصد بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس کتاب کو دیکھے وہ یہ سمجھے کہ وہ ایسے لوگوں کے آقا اور ملجا و ماویٰ اور مرجع و منتہی ہیں جن کے ایک نہیں ستر کفریات فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں مرتب کیے ہیں باقی مولوی صاحب کے شدت غیظ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جناب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے اہم گرامی کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہ لکھا۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ تاویل کریں کہ ایک جگہ سہو ہو گیا ہو گا۔ اس لیے دوسری جگہ بھی دیکھیے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۴ سطر ۴: جناب شیخ مجدد نے فرمایا "سطر ۴ ص ۱۵" جناب مجدد صاحب "سطر ۴ ص ۱۶" مکتوبات جناب موصوف "ص ۴۵" جناب شیخ مجدد صاحب "ص ۲۸" زیر بحث کفریہ ۲۸، ۲۹ (اشارہ بسوئے خاندان دہلی) "ان سب کے پیر سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات و تحریرات میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں۔"

یز اپنے دوسرے رسالہ الیاقوتتہ الواسطہ کے ص ۱ پر لکھتے ہیں:

"تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع

و منتہی و مفزع و ملجا و سید و مولانا شیخ مجدد صاحب اپنے مکتوبات

کی جلد ۱۰۰۰۰

پہلے مجھے مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ایک گونہ حُسن عقیدت تھی اور

اگر کوئی جزئی اختلاف ہوتا تو اس کو نظر انداز کر کے میں ان کی توقیر ہی کرتا تھا لیکن جب ان کی اس قسم کی تحریریں میرے سامنے آئیں تو مجھے افسوس ہوا اور میری ہمت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسی کو میں اس وقت ظاہر کرتا ہوں:

مردہ بوسخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالجہی است

حالانکہ مولوی صاحب جب کبھی اپنے والد بزرگوار کا نام لکھنے لگتے ہیں تو چار سطر پہلے سے القاب کا سلسلہ ہو جاتا ہے اور نام کے بعد بھی تین چار سطر دعائیہ جملوں سے بھری ہوتی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے عام ناظرین کرام اس کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ لیکن جو شخص مولوی صاحب موصوف کے انداز نگارش سے کچھ واقف ہے اور اس نے ان کی دو چار ہی تحریریں دیکھی ہیں اس کے لیے ضرور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص ہر اس شخص کے لیے جس کی کوئی بھی عزت اس کے دل میں ہوتی ہے دو دو چار چار سطر کے مرقع القاب لکھتا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی قدس سرہ کی جناب میں کیوں اس قدر استکبار و انکار کا پہلو اختیار کیے ہوئے ہے۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوب شریف میں بدعت اور اہل بدعت کا بڑا ناس لگایا ہے۔

ناظرین! جب مجدد الف ثانیؒ کو دیوبندیوں کا پیرو بزرگ ظاہر کیا تو ائمہ ملت ہمیں اس نسبت سے سچا فرہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بزرگ کی برکات سے محفوظ فرمائیں۔ اب آپ سمجھ چکے کہ حضرت امام مجدد کے سچے جانشین حضرات علمائے دیوبند ہیں جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نام پر بدنام ہیں۔ دہلوی خاندان یہی ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب اور ان کے والد شاہ ولی اللہؒ مجدد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی 'مقیاس حقیقت' میں اس خاندان کو بہت برا بھلا کہا ہے، کیونکہ بدعت مولوی محمد عمر چھروی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ جب حج کر کے دہلی آئے تو مشہور ہو گیا کہ شاہ ولی اللہؒ وہابی ہو گیا، کافر ہو گیا۔ 'مقیاس حقیقت' (طبع اول) (ریز دانی)

کامزاج ایک ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ایک اور حوالہ دیکھیے۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۶۵، ۶۶

عرض! کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفصیل بھی لکھی ہے؟

ارشاد:- تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

پھر فرمایا:- مکتوبات کی اول دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں: "جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں۔ نور القمر مستفاد من نور الشمس" اسی میں لکھا ہے۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحیح سے کہا نہیں بلکہ زیادہ سُکھ ہے۔ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحیح سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سُکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں: یا نادانہ قافی، یا سُکر۔ سُکر تو یہی ہے اور نادانہ قافی.....

دیکھا آپ نے یہاں بھی وہی بے ڈھنگی پال۔ ادھر مجدد الف ثانیؒ اُدھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیا ہندوستان بھر کے اس عہد اعظم کے لیے بریلویوں کے قلم سے رحمۃ اللہ علیہ بھی میسر نہیں۔ جب کہ دوسرے بزرگوں کے لیے سب کچھ ہے۔ افسوس کہ اس قصور سے عبادت میں مولوی بریلوی نے تین ڈبل جھوٹ بوئے ہیں۔ سُکر غلبہ وقت کو کہتے ہیں یعنی سالک کی طبیعت بعض اوقات واردات الہیہ سے متاثر ہو کر بے خود ہو جاتی ہے اور ایسے راز کہہ جاتا ہے جن کا افشا کرنا صحیح یعنی باخودی کی حالت میں جائز نہیں ہوتا۔ ان کلمات کو

شطہ کہتے ہیں۔ اگر سُکر زیادہ ہو تو شطہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور قابلِ تاویل ہو جاتا ہے مگر امام مجدد الف ثانیؒ کی عبارت جس کو مولوی احمد رضا خاں نے دل کھول کر لگاڑا ہے اصل میں یہ ہے:

”ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر و در بیان علوم و اسرارِ ایں طائفۂ علیہ بنوشہ ظاہرِ باخاطرِ شہا قرار یافتہ است کہ از روئے صحیحِ خالص نوشتہ است بے مزجِ سُکر حاشا کہ آں حرام و منکر است“

ترجمہ: اس فقیر نے یہ تمام دفاتر جو حضراتِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرار کے بیان میں لکھے ہیں بظاہر تمہارا خیال یہ ہے کہ خالص باخودی میں لکھے ہیں جس میں سُکر یعنی بے خودی کی ملاوٹ بھی نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا حرام اور بُرا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکتوباتِ شریف میں جو مکتوبِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرار، احوال و مقامات کے متعلق لکھے ہیں۔ یہ خالص صحوا اور باخودی میں نہیں لکھے گئے کیونکہ خالص صحو میں اسرار کو فاش کرنا کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنا شرک ہے۔ بلکہ اس قسم کے مکتوبات لکھتے وقت صحو خالص نہ تھا سُکر کی کچھ ملاوٹ ضرور تھی چنانچہ فرماتے ہیں: ”بہیہ سُکر در صحو در زنگِ نمک است کہ مصلحِ طعام است“ یعنی سُکر کی اتنی تھوڑی ملاوٹ جو کھانے میں نمک کی طرح ہو۔ یہاں آپ نے سُکر کی ملاوٹ بقدرِ نمک در طعام کا ذکر کیا ہے وہ بھی فقط ان مکتوبات کے متعلق جن میں اسرارِ صوفیہ کا بیان ہے مگر بریلوی خاں تاک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے پاؤ کا پہاڑ بنا دیا، اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ چونکہ امام مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں زیادہ سُکر ہے اس لیے مجدد صاحبؒ کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ یہ تین جھوٹ ہم بریلویوں کو کسی طرح معاف کرنے والے نہیں ہیں:

۱۔ ایں ہمہ دفاتر کا ترجمہ اگلی جلد میں کیا ہے،

۲۔ علوم و اسرارِ صوفیہ کا ترجمہ کرتے ہیں جو کچھ میں نے پہلی جلدوں میں لکھا ہے خواہ مسائلِ شریعت ہوں۔

۳۔ مزجِ سُکر مع تشریح در زنگِ نمک در طعام یعنی سُکر کی ملاوٹ نمک برابر کا ترجمہ کرتے ہیں زیادہ سُکر ہے کیا کوئی بیوقوف کھانے میں نمک کے معنی کر سکتا ہے کہ نمک زیادہ ہے کھانا تھوڑا ہے۔

یہ تین ظالمانہ جھوٹ بنا کر یہ مضمون مرتب کیا کہ مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے زیادہ بے ہوشی میں لکھا ہے۔ اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے دلیل پکڑے، اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ یعنی مجدد صاحبؒ کی کوئی بات معاذ اللہ مسائلِ شریعت بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ قصور کے مجدد دیو! دیکھو تو بریلوی مولوی نے تین جھوٹوں میں امام مجدد الف ثانیؒ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ کچھ خبر ہے آپ کو جو شخص ایسے بزرگوں پر اس بدینتی سے حملہ آور ہوتا ہے وہ علمائے دیوبند پر بہتان لگانے سے کیوں ڈرنے لگا؟ آگے لکھتے ہیں:

”ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا، خدا

کے فرمانے سے کہا۔ یعنی حضرت امام مجدد خدا کے فرمانے سے باہر

کی باتیں کرتے تھے، ہمارا پیر خدا کی باتیں بتاتا ہے“

یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اسی مکتوب میں حضرت امام مجددؒ نے ارشاد فرمایا

کہ صاحبِ عوارف قدس سرہ حضرت شیخ محبوب سبحانی کے اس قول قد می ھنم

علی دقبتہ کلّی و لّٰحی کو سُکر پر عمول کیا ہے۔ اور یاد رہے کہ حضرت امام مجدد

الف ثانیؒ ”علومِ شرعیہ کے متعلق اپنی کامل باخودی کا ذکر و ذکرِ سوم نہ دیا میں

کیا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“

فتویٰ مبارکہ سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کی مزید تشفی کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس برترہ کا ایک فتوے درج کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ آئینہ مذہب بریلویہ کے نام سے مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے شائع کیا تھا۔ اس میں پنجاب کے اہل علم حضرات سے، حضرات علمائے دیوبند کے متعلق استفسار کیا گیا تھا، قطب الوقت حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کے مفتی مولانا غلام محمد صاحب لکھتے ہیں:

”وافح ہو کہ علماء مسکول عنہم شکروا للہ سعیم ان کی نیات مبنی بر خیر قیس، اعنی یہ لوگ نیک نیت تھے، اور اغراض ان کے حسنہ اور افعال ان کے حسنہ تھے، اور چند مسائل کی وجہ سے جو ان کے متعلق زبان دراز نہیں ہیں، ہمیں اس سے خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ عالی سے ان کے لیے خیر خواہ ہیں“ فقط

نیز فخر پنجاب علامۃ الدہر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھولوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور، خلیفہ اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ارشاد فرماتے ہیں:-

”مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد کا زمانہ میں نے نہیں پایا مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا محمود الحسن صاحب کی زیارت ایک دفعہ کی ہے، مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی صاحب کی ایک دفعہ زیارت اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے۔ اس

سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانی تین اور اولیاء امت محمدیہ سے تھے۔ احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے۔ مگر اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ اور استفادہ، اور ان کا قبول عام ہے۔ بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں“ فقط ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

نوٹ: اس رسالہ آئینہ مذہب بریلویہ کے مولف نے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان فتوؤں کی اصل کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

پنجاب کے چند شہروں میں سوء اتفاق سے بریلوی پروپیگنڈا جاہل پیروں اور دین فروش ملاؤں کی برکت سے پھیلا۔ لیکن اہل اللہ کی اجتماعی سرگرمیاں ہمیشہ حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت سرگرمیاں سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت میاں صاحب شریف پوری کے قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت میاں صاحب قدس برترہ اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس برترہ کے حالات زندگی میں جو کتاب ”خوینہ معرفت“ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے تصنیف فرمائی ہے اس میں حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ آپ کے تعلقات آمد و رفت اور عقیدت کا اظہار واضح طور پر موجود ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دیوبند میں چار ٹوری وجود ہیں، لیکن حضرت پیر صاحب گولڑوی قدس برترہ کی اپنی تصنیفات سے علمائے دیوبند کی انتہائی تعظیم اور عقیدت ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ رسالہ ”فیوضات شمسیہ“ جو طاعون زدہ جگہ سے نکلنے یا وہاں جانے کے متعلق مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کے جواب

۱۔ اور اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ جب میاں صاحب علاقہ قصور میں تشریف لاتے تو صوفی دلی محمد صاحب فتویٰ والے سے بھی ملا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

- شرح اسماء الحسنیٰ (امدّ تھانی کے ننانوے ناموں کی منیٹر شرح) (از قاضی محمد سیام منصور پوری) ۴۰/-
- اصحابِ بدر (غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کے حالات) (" " " ") ۲۱/-
- عشرہ مبشرہ (۱۰ دان دس صحابہؓ کے حالات جنہیں دنیا میں ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی) (از قاضی حبیب الرحمنؒ برادرزادہ) ۱۵/-
- مکالمات نبویؐ (مختلف دفعہ سے باہمی گفتگو اور سوالات کے جوابات) (از مولانا ابوالکلیلی امّا خان نوشہری) ۱۸/-
- حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے (یعنی آپ کا طرز حکومت) (" " " ") ۳۰/-
- آداب الدعاء (جس میں دعا کے فضائل و مسائل کے علاوہ سماع موتی) (از مولانا محمد حنیف یزدانی) ۲۱/-
- زیارت قبور کا شرعی طریقہ (اور آیت و سید کی تفسیر) (" " " ") ۱۵/-
- مرشد جیلانیؒ کے ارشاداتِ حقانی (دربارہ توحید ربانی) (" " " ") ۲۱/-
- قرآنی دعائیں (" " " ") ۵/-
- محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں (" " " ") ۵۱/-
- تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی (شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سنہی)
- (حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا مرقع) (جمع و ترتیب: مولانا محمد حنیف یزدانی)
- مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی (" " " " : " " ")
- تفسیر سورہ اخلاص (مشرکانہ اعدائے خیالات کی مفصل مدلل تردید) (از امام ابن تیمیہؒ) ۳۶/-
- تفسیر آیت کریمہ (توحید و اہل توحید کی مفصل تائید) (" " " ") ۲۱/-
- اصحابِ صفہؓ (صوفی اور تصوف کے متعلق چند سوالات کے جوابات) (" " " ") ۱۲/-
- شہدائے اُحدؓ (دستِ صحابہ کرامؓ کے حالات) (مولانا عبد الجلیل رحمانی) ۹/-
- عظمتِ صحابہؓ و اہل بیتؓ (قرآن و حدیث کی روشنی میں فضائل) (از شاہ اسماعیل شہید) ۱۵/-

منے کا پستہ

مکتبہ نذیریہ، جناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ایمان افروز کتابیں

اصحاب بدر : غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے حالات :
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

شرح اسماء الحسنی : اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی بے نظیر شرح :
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

مقالات مولانا محمد داؤد غزنویؒ جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی

عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جنکو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت فرمائی گئی : (قاضی حبیب الرحمنؒ برادر زادہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ)

معیار الحق عمل بالحدیث اور رد تقلید میں اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب : پیش لفظ از حضرت مولانا محمد اسماعیل سنغی : تصنیف لطیف : حضرت شیخ اکل مولانا سید محمد حسین محدث دہلویؒ

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تجدیدی مساعی : جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی
یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مفتح : از شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سنغی

تفسیر سورہ اخلاص از امام ابن تیمیہؒ تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہؒ

عظمت صحابہ اور اہل بیتؑ : از حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں

اصح اصناف از حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ

زیارت قبور کا شرعی طریقہ : قبور سے

مُرشد جبلانی کے ارشادات حقانی

متعلقہ شرک و بدعت کی تردید مفصل مدلل کتاب

در بارہ توحید ربانی (مولانا محمد حنیف یزدانی)

قرآنی دعائیں ہر موقع پر قرآن پاک کی

آداب الدعاء دعا کے فضائل و مسائل :

بتائی ہوئی دعائیں :

تفسیر آیت وسیدہ اور دعائیں

مرزائے قادیان اور علماء اہل حدیث

بحق فلاح کہنے کی تردید تحقیق مسئلہ سماع موتی :

خصوصاً مولانا ثناء اللہ کے ۴ مناظروں کی روشنی

اسلام کا نظام عفت و عصمت :

مکالمات نبویؐ از مولانا امام خاں شہرہ

شہدائے احد : ان سرداروں، صحابہ کرامؓ کے

۵۵ مکالمات کا مجموعہ

حالات زندگی جو غزوہ احد میں شہید ہوئے

ہمارے مکتبہ کی تمام کتابیں خوبصورت چھپی ہیں اسکے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہوگی لکھیں !

پتہ : مکتبہ نذیریہ لاہور